جسمانی امراض

کے

# روحانی شفا خانے

عبدالحق ظفر چشتی

ہدیۂ اخلاص

بخدمت شریف

عزت مآب جناب محمد رفیق مجاہد اعظمی مدظلہ العالی

17/03/2006

٠٦ ٢ ١٧ ١٤٢٧

051-5780786

جسمانی امراض

کے

# روحانی شفاخانے

زیر اہتمام

محمد رضاء الدین صدیقی

زاویہ

c-8 دربار مارکیٹ لاہور

(042)7113553-(0303)6410692

نوٹ:- اس کتاب کے جملہ محاصل زاویہ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

کے علمی و تحقیقی مصارف کیلئے وقف ہیں۔

| سال اشاعت | تعداد | ھدیہ |
| --- | --- | --- |
| 2003ء | 1100 | 100 |

مرکز ترسیل

مکتبہ زاویہ

(۱) 10 مرکز الاویس (ستا ہوٹل) دربار مارکیٹ لاہور۔فون 042-7117152

(۲) خالد ایجوکیشنل سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور۔فون 042-7244157

**هو ا لحبمب ا لذی ترجی شفا عته**

**لکل هول من ا لا هوا ل مقتحم**

آپ وہ پیارے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں کہ دنیا کی جملہ شدتوں اور تکلیفوں میں سے ہر شدت' تکلیف یا مصیبت میں آپ کا غلام آپ سے شفاعت کی امید رکھتا ہے۔

**کم ا برا ت وصبا با للمس را حته**

**و ا طلقت ا ربا من ربقته ا للمم**

آپ کے دست مبارک نے بارہا مریضوں کو چھو کر اچھا کر دیا اور دیوانوں کو قید جنوں سے رہا کر دیا۔ بہت سے گمراہوں کو گناہوں کی قید سے نجات بخشی۔

پانی پئے پن کے
پیر پھڑیئے چُن کے

مدتوں دربدر خاک چھانتے رہے تو کہیں جا کر ایک فرد وحید ملا
علموں سوہنا
عملوں سوہنا
عقلوں سوہنا
شکلوں سوہنا

رہبر سالکاں، مرکز عشق و مستی، منبع علم و فضل
واقف راہ حقیقت، شیخ القرآن، ابوالحقائق،
خواجہ پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی چشتی نظامی
رحمتہ اللہ علیہ

ان کی عظمت کو سلام
ان کی تربت کو سلام

اپنی عظیم ماں

کے نام

جن کی دعاؤں کے سہارے

پورے قد سے کھڑا ہوں

الحمداللہ

# آنکھ

# وجہ تالیف

میرے خالق و مالک اور میرے پروردگار نے مجھے دینی و دنیوی' ہر قسم کی بےشمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہ محض اس کا خاص کرم ہے اور میرے والدین کی خصوصی دعاؤں کا صدقہ ہے۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت' اچھی اولاد ہے۔ لڑکوں میں سب سے بڑا لڑکا حافظ محمد عامر چشتی ہے

سوئے اتفاق کہ 1987ء کے آغاز میں انہیں بائیں پنڈلی پر چنبل کی شکایت ہوگئی۔ یہ تکلیف بڑھتے بڑھتے شدید پریشانی کا باعث بن گئی۔ مختلف ڈاکٹروں' سکن سپیشلسٹوں' حکیموں اور جراحوں کے دروازوں پر دستک دی۔ کئی ایک اللہ والوں سے دم دارو بھی کروایا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا' جوں جوں دوا کی۔ حتیٰ کہ کسی کے کہنے پر میرے بچے نے ان زخموں سے تاابد چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تیزاب بھی لگا دیا جس سے جسم جل گیا' بچہ تڑپ گیا مگر تکلیف نہ گئی یعنی شعلہ نجفت آتش نماند۔

یہ کیفیت مسلسل ذہنی کرب کا باعث بنی رہی۔ اکثر اپنے مالک سے التجا کرتا' کہ اے میرے مولا! اس نامراد مرض سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرسکیں گے۔

محمد عامر چشتی کو کسی نے بتایا کہ کراچی چلے جاؤ' وہاں حضرت منگو پیر رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس چشمہ کے پانی سے زخموں کو دھو ڈالو' آرام آجائے گا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔

بچہ کراچی روانہ ہوگیا۔ ان دنوں اسے اس درد کی وجہ سے شدید بخار رہتا تھا۔ اسی حالت میں کراچی پہنچا اور پندرہ روز بعد گھر واپس آیا تو جملہ اہل خانہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ بچے کو قدرت نے بچالیا۔ بچے نے بتایا۔ میں وہاں چشمے پر صرف ایک بار جاسکا ہوں' اور ایک بار ہی اس چشمے سے زخموں کو دھو سکا ہوں۔ البتہ ایک تھرماس میں پانی بھرلایا تھا۔ جو گاہے گاہے استعمال کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زخم بالکل مندمل ہوگئے۔

میں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے تلمیذ رشید ڈاکٹر محمد عبدالحمید حامد بی۔ایس۔ سی ایم بی بی ایس۔ العزیز کلینک' انصاری روڈ بیرون چوبچہ مصطفےٰ آباد' لاہور سے کیا محمد عامر چشتی ان کے زیر علاج بھی رہا تھا' ڈاکٹر صاحب کہنے لگے:۔

اس چشمہ میں گندھک کی آمیزش ہے۔ اس لئے زخموں کو آرام آجاتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس وقت پاکستان میں ہزاروں ماہرین امراض جلد موجود ہیں اور یہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے۔ کہ ڈاکٹر حضرات نے اس کا تجزیہ کیوں نہیں کیا۔

وہ اسی نسبت سے گندھک کی آمیزش کرتے اور دکھی انسانیت کی خدمت کرتے۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ابھی تک کسی تحریک کا آغاز ہوا ہے۔ اس کے علاوہ جلدی امراض کے لئے جتنے بھی دیسی یا ولائتی مرہم موجود ہیں' تقریباً" سب میں گندھک شامل ہوتی ہے۔ اس کے باوصف ان مرہموں میں وہ تاثیر نہیں' جو اس چشمہ فیض میں ہے۔ اس لئے یہ بات باور کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس چشمے کا تعلق ایک اللہ والے کی ذات سے ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے اس میں شفا رکھ دی گئی ہے۔

میرے دل میں آئی۔ قدرت نے ایسے ہزاروں شفا خانے کھول رکھے ہوں گے جہاں سے دکھی اور مجبور انسانیت فیض پاتی ہوگی۔ کیوں نہ ان کے متعلق تحقیق کی جائے اور ان فیض کے چشموں کی نشاندہی کر دی جائے' تاکہ مخلوق خدا ان سے استفادہ کرسکے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے معاشرے میں جہالت اور ضعیف العقیدہ عورتوں کے حوالے سے سنی سنائی لایعنی' غیر تحقیق شدہ اور من گھڑت روایات کا ایک طوفان موجود ہے اس لئے رطب و یابس کی دلدل سے بچ کر ایسے اشخاص کو تلاش کیا جائے۔ جنھیں کہیں سے شفا ملی ہو۔ ان کے انٹرویوز لئے جائیں اور تمام کیفیت از آغاز تا انتہاء آرام معلوم کی جائے' اور جس مرکز شفا سے فیض ملا ہو وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا جائے اور ان بزرگوں کے مختصر اور مستند حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔

اس سلسلہ میں کام شروع کیا تو سمیٹنا مشکل ہوگیا۔ وسائل کی کمی اور اپنی بے بضاعتی نے بارہا دیوار چین کی صورت اختیار کی' لیکن ہر بار اللہ تعالٰی کی مدد شامل حال رہی اور بندہ نے دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے میں ان اللہ والوں کے آستانوں پر حاضر ہو کر معلومات حاصل کیں۔ اب یہ حقیر تحفہ امت مسلمہ کے لئے حاضر ہے:

روحانی شفا خانوں کی نشاندہی کے علاوہ اس کتاب میں میں نے چند روحانی نسخے بھی درج کر دیئے ہیں تاکہ عوام اس انداز سے بھی فیض حاصل کرسکیں۔

میرے قلم نے جہاں جہاں لغزش کھائی ہو اہل کرم سے اصلاح کی درخواست ہے۔

دعائے خیر کا طالب
عبدالحق ظفر چشتی

مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

## مستند ہے جن کا فرمایا ہوا

محترم عبدالحق ظفر چشتی صاحب نے روحانی شفاخانے جیسی ایمان افروز کتاب لکھ کر اہل دل کے لئے اطمینان قلب کا سامان فراہم کیا ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کے مراکز ہیں۔ ہر دم ہر آن ان پر اللہ رب العالمین کی جانب سے رحمت و شفقت اور فضل و کرم کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جو اس ماحول میں موجود رہتا ہے وہ بھی برکات الہیہ سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر آپ چلچلاتی دھوپ اور پریشان کن حبس و گرمی کے ماحول سے کسی ائرکنڈیشنڈ کمرے میں آجائیں تو یکلخت تمام حبس اور جھلسا دینے والی گرمی کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔ بعینہ اولیاء کرام کے مزارات اور آستانوں پر حاضری کے بعد ایک عجیب قسم کی راحت و سکون نصیب ہوتا ہے اور یہ بات بھی آثار و سند سے بلکہ خود کلام الٰہی سے ثابت ہے کہ انبیاء و اولیاء کرام کے تبرکات آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنتے ہیں۔ احرام یوسف علیہ السلام اور تابوت سکینہ کے اثرات تصرفات اور فیوض و برکات کلام الٰہی سے ثابت ہیں۔

چشتی صاحب نے روحانی شفاخانے میں جن مزارات اور آستانوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں آرام فرما ہستیاں تاریخی اعتبار سے مقبول' ہر دلعزیز اور بارگاہ الٰہی میں قدرو منزلت کا مقام رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات طیبہ عطا فرمائی ہے۔ وصال کے بعد ان کے تصرفات بڑھ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمان و مکان کی حدود قیود کو پھاند کر سیاح لامکاں بن جاتے ہیں اور ان کا اندراج دفتر علیین میں ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ گرمی' سردی' رنج و غم اور درد و الم سے بے نیاز ارواح اپنے اندر بھرپور روحانی طاقتیں حاصل کرلیتی ہیں۔ یہ بھی متحقق ہے کہ اقطاب' ابدال اور اولیاء و مومنین و صالحین کی ارواح فضاء قدس میں جب چاہیں آجاسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مصیبت زدہ مظلوم و مجبور درماندہ و پریشان حال انسان ان ارواح مقدسہ کو پکار کر استمدادا" یہ کہے **اعینونی یا عباداللہ** تو وہ فورا" خرماں نصیب مظلوم و محزون انسان کی امداد کے لئے پہنچ جاتی ہیں اور یہ بات نہ صرف متحقق ہے بلکہ کئی بار تجربے میں آچکی ہے اس تصور کو حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے یوں واضح کیا ہے۔

جانے بخشند دیگر نہ گیرند ۔۔۔ آدم بمیرد از بے یقینی
از مرگ ترسی اے زندہ جاوید ۔۔۔ مرگ از صید تو در کمینی

اور

نور قدیمی شب را بہ افروز' ۔۔۔ دست کلیمی در آستینی

جیسا کہ ابھی ہم نے بتایا ہے کہ بندگان الٰہی امداد و تعاون کے لئے بوقت التجا و دعا تشریف لے آتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے عقیدے کے مطابق ہمارا ہر عالم جاوداں کا مسافر ہمارے ساتھ ربط و ضبط رکھتا ہے

محافل ایصال ثواب اسی ملاقات کا ذریعہ ہیں۔ روحانی شفاخانوں کے ماہر معالجین کی بابت حکیم الامت نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

بالآخر روحانی شفاخانے کے مؤلف کے ہمنوا ہر ایک کو ان آستانوں پر حاضر ہو کر سکون قلب حاصل کرنا چاہیے۔ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں {

اگر فرصت میسر ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

# مینارِ یقین

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

هو الشافی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

فاضل محترم جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب مدظلہ العالی کی ندرت کی حامل تالیف "روحانی شفا خانے" باصرہ نواز ہوئی۔ میری معلومات کے مطابق یہ تالیف اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل پہلی کتاب ہے۔ قبل ازیں اس طریقہ سے مزارات مقدسہ کے صرف فیض شفا کو یکجا طور پر پیش نہیں کیا گیا۔

آج ہر طرف "پاؤ پڑھے مولویوں" کا دور دورہ ہے۔ ان کو ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے اور وہ چشتی صاحب کی تالیف منیف کو بھی شرک کی پٹاری قرار دیں گے۔ مگر یہ حقیقت ان سے بالکل اوجھل رہے گی، کہ یہاں ذکر قبروں اور مرحومین کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے قبر اور موت کے خیال ہی سے مسلمانی ختم ہو جاتی

ہے۔ گویا قبر اور موت کا ذکر خدائے حی و قیوم کی وحدانیت کا اقرار و اعلان ہے۔

قبور کی حیثیت و اہمیت حضرات انبیاء کرام (سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مزارات اور حضور پرنور سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرقد منور سے ظاہر و باہر ہے اور تاریخ پر نظر رکھنے والوں پر واضح ہے کہ امم سابقہ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک تمام صلحاء امت سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر و انور سے اکتساب فیض کرتے آرہے ہیں اور شعوری ولاشعوری طور پر اغیار بھی دنیاوی فیض پاتے ہیں' مدینہ منورہ میں مقیم (نجدی) حضور پرنور کے روضۂ اقدس پر زائرین و سائلین سے دنیا کا مال جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

اس طرح سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور اولیاء کبار کے مزارات مقدسہ سے دنیا نے ہر قسم کا فیض پایا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا روضہ اطہر افغانستان کے شہر "مزار شریف" میں مرجع خلائق ہے۔ یہاں سے عقیدتمند روحانی (باطنی) فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور خاص ظاہری فیض یہ ہے کہ "نابینا افراد" وہاں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور جس وقت ان کی بینائی لوٹ آتی ہے۔ اس وقت سلطان ولائیت کے در سے اٹھتے ہیں۔

1973ء میں احقر حضرت شیخ المشائخ پیر فضل عثمان مجددی کے ختم چہلم میں شرکت کے لئے کابل گیا تو پہلے پشاور میں حضرت قبلہ سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ العالی کے ہاں حاضری کا شرف حاصل کیا' اور عرض کیا کہ افغانستان جا رہا ہوں۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے "مزار شریف"

پر حاضری دینے کی تاکید فرمائی۔ پھر خانقاہ مجددیہ کابل کے سجادہ نشین حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم خان مجددی زید مجدہٗ نے "مزار شریف" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے متعدد بزرگوں کا کشف صریح و صحیح یہ ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صحیح مدفن "مزار شریف" میں ہے' اور ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ نابینا لوگ وہاں جاتے ہیں اور بینا ہو کر لوٹتے ہیں۔" مگر احقر اس مقدس مقام کی زیارت سے محروم رہا۔ اگلے روز کتب کی تلاش میں نکلا تو ایک تاجر کتب سے حضرت عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی کی تالیف "تاریخچہ مزار شریف" ہم دست ہوگئی۔ غرض کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی ذات ستودہ صفات بہ فیض مصطفوی اللہ تعالیٰ کے جملہ اسماء صفاتی کا مظہر تو ہے۔ مگر نابیناؤں کے لئے شافی' بصیر اور نور کا دریائے فیض ہمہ وقت موجزن رہتا ہے۔ 1{

اسی طرح مولائے کائنات و سلطان ولایت اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فیض یافتگان بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی صفاتی نام کے مظہر ہوتے ہیں۔ حضرت چشتی صاحب قبلہ نے اپنی اس تالیف لطیف میں صرف ان اولیاء کرام کے احوال و کرامات کو درج کیا ہے جو رب کریم کے اسم شافی کے خاص طور پر مظہر ہیں۔

چند ایک اکابر امت کے اقوال و اعمال اصحاب قبور سے استفادہ و استعانت کے سلسلہ میں شکوک و شبہات اور اوہام باطلہ کو دور کرنے کے لئے کافی مفید ثابت ہوں گے۔

حضرت علامہ عزالدین بن جماعہ محدث کتاب " انس المحاضرہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"امام سفیری جنہوں نے مجالس احادیث بخاری کی شرح فرمائی ہے۔

علی بن میمون کا یہ قول نقل کیا ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ان کی قبر پر جا کر اپنی حاجت روائی کے لئے دعا کرتا ہوں تو وہاں سے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی وہ پوری ہو جاتی ہے۔"

("استعانت" مطبوعہ حیدر آباد دکن تالیف ابوالفضل سید محمود قادری سیشن جج صفحہ 93)

جناب علامہ منصور علی محدث دکن نے معتبر حوالے سے "فتح مبین" میں نقل کیا ہے:

"تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیشہ علماء اور حاجتمند حضرات امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت اور اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لئے ان سے توسل کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں۔ ان ہی میں ایک امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جب بغداد میں آپ (امام شافعیؒ) کا قیام تھا وہ حضرت ابو حنیفہ کے مزار کے پاس آتے اور فرمایا کرتے کہ میں تم کو ابو حنیفہؒ کے توسل کی تاکید کرتا ہوں۔"

حضرت امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں حضرت معروف کرخی

---

1؎ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضے نجف اشرف اور "مزار شریف" میں بتائے جاتے ہیں۔ نجف اشرف میں روضے کی حیثیت بھی ظنی ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کبار کے ساتھ جو مٹی منسوب ہو جاتی ہے وہیں سے چشمہ فیض جاری ہو جاتا ہے۔ "مزار شریف" میں آپ کے مرقد منور سے متعلق پاک و ہند کے لوگوں کو بوجوہ بہت کم علم ہے۔

رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ اور اہل بغداد کہتے تھے کہ قبر معروف تو تریاق مجرب ہے۔"

(رسالہ قشیریہ' از امام قشیری' مطبوعہ مصر صفحہ 11 بحوالہ استعانت)

نہ ماننے والے گروہ کی ایک مسلمہ شخصیت اور مرشد اعظم جناب سید احمد بریلوی کے بھانجے مولوی محمد علی صاحب نے سید موصوف کے حالات زندگی تا سفرحج بنام "مخزن احمدی" میں لکھتے ہیں۔ مولف سید صاحب کے سفر حج میں ان کے ہمرکاب تھے اس کتاب میں مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب ہم وادی سرف میں پہنچے۔ جہاں حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے۔ اس روز میں بھوکا تھا اور طلب نان میں ہر طرف دوڑا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ناچار حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر فریاد کی اور انہوں نے فریاد رسی فرمائی۔" مولوی محمد علی صاحب کس طرح استغاثہ کرتے ہیں۔ ان ہی کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:۔

"پیش تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ اے جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم' چیزے خوردنی عنایت فرما و مرا محروم از الطاف کریمانہ خود بنما انگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروح پرفتوح فرستادم انگاہ نشستہ سربرقبرش نہادہ بودم از رزاق مطلق و دانائے برحق دو خوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ ترآنکہ ایام سرما بود ہیچ جا انگور تازہ میسر نہ بود۔ بحیرت افتادم و یکے ازاں ہردوخوشہ ہمون جانشستہ تناول نمودہ از حجرہ (روضہ) بیروں

شدم ویک یک دانہ بہریک تقسیم کردم۔"

(مخزن احمدی مولفہ سید محمد علی صفحہ 99)

یعنی میں نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر گدائے بے نوا کی صورت ندا کی کہ اے دادی جان کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور کھانے کو کوئی چیز میسر نہیں مجھے اپنے خاص الطاف کریمانہ سے کھانے کو کچھ عطا فرمائیے۔ ساتھ ہی اس دوران میں سلام کیا۔ فاتحہ و اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب ان کی روح پر فتوح کو بھیجا۔ اسی دوران قبر مبارک پر سر رکھ کر بیٹھا تھا کہ رزاق مطلق اور دلوں کے رازوں سے آشنا پروردگار کی طرف سے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھ میں آگرے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ موسم سرما تھا اور اس موسم میں انگور ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے تھے۔ میں بہت حیران ہوا۔ ان دو خوشوں میں سے ایک میں نے وہاں تمام بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کیا اور انہوں نے تناول کیا۔

یافت مریم گر بہنگام شتا — میوہ ہائے جنت از فضل خدا
ایں کرامت در حیاتش بود وبس — بعد فوتش نقل ننمود است کس
بعد فوت زوج ختم المرسلین — رفتہ چندیں قرنہا ای دور بین

بنگر از وے کرامت یافتم
مانده صد گونہ نعمت یافتم

تصور فرمایئے، مولوی محمد علی صاحب نے کس طرح گدایانہ ندا کی اور قبر انور پر سر رکھا اور انگور عطا ہوئے۔ پھر ایک خوشہ تمام ساتھیوں میں تقسیم کیا جن میں سید صاحب سرفہرست تھے۔

حضرت چشتی صاحب نے "روحانی شفاخانے" تالیف کر کے عقیدۂ اہل

سنت کی صحیح سمت راہنمائی کی ہے۔ بد عمل اور بد عقیدہ تعویز فروشوں [۱] سے بھی بچا لیا ہے اور مشہور قول: مسلماناں درگور مسلمانی در کتاب" کی حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے اور حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہو رحمتہ اللہ علیہ کے مصرع ذیل کی تفہیم آسان ہوگئی ہے۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاندی جیوے ہو

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب چشتی صاحب زید مجدہٗ کی اس سعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آخر میں چشتی صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس موضوع پر تحقیق جاری رکھیں اور ایک ضخیم کتاب کی صورت میں یہ مواد عوام کے سامنے لائیں۔

خاک راہ دردمنداں

محمد موسیٰ عفی عنہ' لاہور' یکم محرم الحرام 1409ھ

---

[۱] تعویزات کے اثرات و جواز سے انکار ممکن نہیں۔ مگر شومئی نصیب کہ اس وقت لاہور کے 90 فیصد تعویز فروش 'دشمنان صحابہ' تفضیلیہ اور نجدیہ ہیں۔ ان میں سے اکثر عامل قرآنی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جادو کرتے ہیں اور بھنگیوں (عیسائیوں) نے بھی یہ مکروہ دھندا شروع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

آمین

پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

# اسلاف کی شہادت

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اتنا کریم اور مہربان ہے کہ انسانی تصورات اس کے لطف و کرم کا اندازہ نہیں کرسکتے وہ اپنی مخلوق کو تخلیقی شکل دے کر اپنی شفقت و کریمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ پھر اس کی نشوونما کرکے اپنے الطاف و اکرام کی دلیل قائم کرتا ہے۔ روئے عالم پر جملہ تخلیقات میں سے حضرت انسان اس کی عنایات کریمانہ کا خصوصی مظہر بھی ہے اور مہبط بھی۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر اپنے پیار و محبت کی اشرف العنایات سے نوازتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق اس کی مہر و محبت کا نمونہ ہے۔ جب وہ اس پر عنایات کریمانہ کی بارشیں برساتا ہے۔ ساری کائنات اس کے مقدر پر رشک کرتی ہے۔ پہلے اس نے انسان کو پیدا فرما کر اپنی کمال محبت کی دلیل قائم کی۔ پھر اس کو موت سے ہمکنار کرکے اپنی رحمت کے قریب لاکر ابدی زندگی سے نوازا۔ گویا حضرت انسان کی زندگی و موت ہر دو خدائے قدوس و برتر کی رحمت و کرم کے وقتی اور ابدی انداز ہیں۔ زندگی'

کائنات ارضی پر رحمتوں کا اظہار اور موت ابدی زندگی کی تشکیل میں اس کی کرم نوازیوں اور نوازشات پیہم کا مظہر ہے۔

وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان و شفیق ہے کہ اس کا بندہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی نگاہ رحمت میں ہے اور وہ اپنے کسی بندے کو تکلیف و مصیبت یا عذاب میں مبتلا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کائنات ارضی پر اس کا کوئی بندہ کسی مصیبت کا شکار ہو تو اس کی شفقتیں اس کی صحت و توانائی کے لئے آگے بڑھتی ہیں۔ یہ ساری بیماریاں' پریشانیاں' مصائب و آلام کے جھکڑ کائنات ارضی کی الائشوں اور اثرات بد کا نتیجہ ہیں۔ یہ کہکشاں یہ ستارے یہ سیارے یہ شمس و قمر کے روشن چراغ یہ مریخ و عطارد' ان ارضی آلام و مصائب کے ایک گونہ ازالے کا سبب ہیں۔

اس ارضی نظام سے ماورئی بھی اس کے بندے موجود ہیں۔ ملائکہ' فرشتے ارواح اور دوسری بے پناہ مخلوق اس کے بندوں میں شامل ہیں جو زمینی محور سے ہٹ کر زندگی بسر کررہے ہیں۔ لیکن کبھی بیماری' تکلیف اور پریشانی کا شکار نہیں ہوئے۔ فرشتوں کے متعلق کبھی نہیں پڑھا یا سنا کہ ان کے ہاں طاعون پھیل گئی ہو یا کسی کو بخار آگیا ہو یا نزلہ زکام کا شکار ہوگئے ہوں۔ عالم ارواح میں ان کروڑوں بندوں میں سے کبھی کوئی جسمانی یا روحانی امراض میں مبتلا نہیں ہوا۔ تو ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کائنات ارضی پر حضرت انسان کے مصائب و عوارض زمینی اثرات اور الائشوں کا نتیجہ ہیں۔ ان عوارض و مصائب سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالٰی نے اپنی رحمتوں کے ہزاروں آثار و رجال پیدا فرمائے ہیں۔ تاکہ اگر اس کا کوئی بندہ زمینی آثار سے دکھ درد میں مبتلا ہو تو اس کا علاج بھی کیا جائے۔ جہاں صرف جسمانی امراض کے لئے زمین ہی سے جڑی بوٹیاں' پھل

پھول اور پتے پیدا کیے' کائنات سماوی سے رحمتِ باراں کے قطرات فضائے بسیط کے پرلطف ماحول شمس و قمر کے نظام کی حکمتیں ان کا علاج اور مداوا ہیں۔ وہاں روحانی اور معاشرتی بیماریوں کے لئے اس نے اپنے باکمال اور اعلیٰ شخصیات' انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا تاکہ اس کے قلبی بیمار اور معاشرتی مصیبت زدہ بندوں کو ان مصائب و آلام کی دلدل سے نکالا جائے۔ ان عظیم شخصیات میں سے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو خصوصاً" رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ رب العزت نے اپنی مجبور و مقہور مخلوق کی مجبوریوں اور مقہوریوں کا تادم زیست مداوا کر دیا۔ سرگروہ انبیاء و مرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

**لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم با لمئومنین روف رحیم** / اس نبی رحمت نے دنیا کے سامنے دامن کرم و رحمت پھیلایا۔ جاں بلب مریضوں پر مسیحا امرت کا جام لے کر آکھڑا ہوا اور منتیں کرنے لگا کہ ایک گھونٹ حلق سے اتار لو صحت یاب ہوجاؤ گے۔

اس کے علاوہ حکیموں' ویدوں اور ڈاکٹروں کی ممتاز جماعتوں کو بے شمار صلاحیتوں سے نواز کر اپنے بیمار اور پریشان حال بندوں کے علاج و معالجہ کے لئے ہر شئے کی حکمتوں کی تہہ تک پہنچنے کی گہرائی و گیرائی عطا فرمائی۔ پھر ان عوارض و مصائب کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے اس نے ان گنت نعمتیں پیدا فرما کر اپنے بندوں پر اپنے پیار و محبت کا اظہار فرمایا۔ انسانی زندگی کو اس انداز سے دیکھا جائے تو اللہ کی رحمتوں کی فراوانی نظر آتی ہے۔ ان آثار رحمت کی فراوانی کے پیش نظر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ قہر و غضب کے اظہار کی بجائے اپنے بندوں پر رحمت و شفقت فرما کر اپنی شان کریمی کو قائم فرماتا ہے۔

**ان رحمتی وسعت علی کل شی**

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق خصوصاً" حضرات ابن آدم اللہ تعالیٰ کے پیار و محبت کے سائیوں میں رہتے ہیں۔ تاہم اولاد آدم میں اسے وہ طبقہ بہت ہی پسند ہے جو اس کے دین اسلام پر قائم رہ کر اس کے آستان الوہیت پر سرنیاز تسلیم کرتا ہے۔ جو طبقہ انبیاء و رسل کی ہدایات کی روشنی میں زندگی کی تاریک راہوں کو منور کرتا ہے اور خدائے ذوالجلال کی رضا و خوشنودی کے لئے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اہل ایمان اور اہل اسلام کے اس طبقہ میں سے اس کے محبوب سیدالانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیتہ و الثناء کی امت اپنی نیاز مندی کی وجہ سے اسے خصوصاً" محبوب رہی ہے۔ اس نے اس امت کے ایمان' اعمال اور تسلیم و رضا کے کارناموں کی ہمیشہ تعریف کی ہے۔ ان کی جانبازیوں کو سراہا ہے۔ ان کے اتباع رسول کے جذبہ کی قدر کی ہے۔ انھیں اقوام عالم میں برتر **(انتم الا علون)** کہہ کر ممتاز بنایا ہے۔ پھر اس امت پر اپنی رحمتوں اور شفقتوں کا اظہار جس شان سے ظہور فرمایا' اس کی مثال اقوام عالم کے دوسرے طبقوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس کے محبوب کی امت کا ایک ایک فرد اس کی رحمت و مغفرت کے دامن میں ہے۔ اس کے حبیب کے نام لیوا دنیا و آخرت میں اس کی محبت و شفقت کے انعام یافتہ ہیں۔ اس امت مغفورہ پر اپنی رحمت اور بخشش جاری رکھنے کے لئے اپنے حبیب کی امت کے برگزیدہ بندوں (اولیاء امت) کو اپنے پسماندہ اور گنہگار بندوں کی نگہداشت کا ضامن بنادیا۔ ان اولیاء امت کی شفقت اور رحمت کے دامن ہمیشہ عام انسانوں کے لئے کھلے رکھے ہیں اور یہ لوگ اپنی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے مداوا کے لئے ان اولیاء اللہ کی کرامات اور خوارق سے استفادہ کرتے آئے ہیں۔ اولیاء کاملین اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایات

کے مظہر ہیں اور ان کی وساطت سے اللہ کے بندوں پر رحمت اور شفقت کی مثالیں بلاخوف تردید موجود ہیں

ایسے اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ جسمانی اور روحانی بیماریوں کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ انھیں تصوف کی اصطلاح میں رجال اللہ (مردان خدا) کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے ان کی

**رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله و اقام الصلوة و ايتاء الزكوة**

(سورۂ نور) کے الفاظ سے تعریف کی ہے' یعنی بندگان خدا ایسے ہیں۔ جنہیں دنیا کی تجارت اور دوسری مصروفیات اللہ کے ذکر (خدمت خلق سے) نماز کے قیام اور اور ادائے زکوۃ سے غافل نہیں کرتیں۔

ایسے بندگان خدا کا وجود حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک قائم رہا اور ان کی ہزاروں امثال صفحات قرآن میں محفوظ ہیں اور حضور کے زمانہ مقدس سے نزول مسیح تک رہے گا۔ محققین رجال نے لکھا ہے کہ قیام کائنات کا دار و مدار بندگان الٰہی رجال اللہ پر ہے۔ یہ امور تکوینی کے انتظام و انصرام پر مامور ہیں۔

غلام جیلانی برق "من کی دنیا" میں رقم طراز ہیں

"ماہرین روح کی تازہ تحقیق یہ ہے کہ آواز تو رہی ایک طرف وہاں ارادہ و خیال سے بھی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ کاسمک ورلڈ میں تین قسم کی ارواح آباد ہیں۔ جن' فرشتے اور مرے ہوئے لوگوں کے اجسام لطیفہ اس مخلوق اور ساکنان زمین کے درمیان نامہ وپیام یا مدد وامداد کا سلسلہ ان کاسمک وائبریشنز کی وساطت سے ہوتا ہے۔ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کے

بعد نیاز و گداز میں ڈوب کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو
ہمارے اندرونی جذبات کی قوت (ایموشنل انرجی)
کاسمک ورلڈ میں زبردست لہریں پیدا کرتی ہیں۔ جب یہ
لہریں فیض رساں طاقتوں سے ٹکراتی ہیں تو انہیں بے چین کر دیتی
ہیں وہ یا تو خود ہماری مدد کو دوڑتی ہیں اور راستے کی ہر رکاوٹ کو
دور کر دیتی ہیں یا خیال کی کوئی لہر وہاں چھوڑتی ہیں جو ہمارے دماغ
سے ٹکرا کر ایک ایسی تجویز کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس پر عمل
پیرا ہونے سے ہماری تکلیف دور ہو جاتی ہے۔" صفحہ ۲۹

یعنی وہ نیک ارواح اور اجسام لطیفہ مخلوق خدا کی بے چینی سے بے قرار ہوجاتی ہیں اور وہ ان کے مداوے کے لئے ہر ممکن راستہ اختیار کرتی ہیں۔ جس طرح حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ اس کی مقتضی ہے کہ وہ آفتاب کو نور عطا فرماتا ہے اور اس آفتاب سے سارے عالم کو روشن کرتا ہے اور کائنات ارضی کے لامحدود امور اس روشنی سے طے پاتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے انوار اپنے بندوں پر وارد فرماتا ہے۔ تاکہ نسل انسانی کے مسائل حل ہوں۔

**وینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتھم لا یمسھم السوء و لا ھم یحزنون**

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ہر الجھن سے کامیاب بنا کر نکالتا ہے۔ انہیں نہ کوئی دکھ ستا سکتا ہے اور نہ پریشانی۔

**والذین امنوا وعملوا الصلحت لنکفرن عنھم سیاتھم۔**

ہم نیک اور ایمانداروں کے دکھ درد یقیناً دور کر دیں گے

ایسے حضرات کے دو طبقے نہایت ہی منظم طریقہ سے کام کرتے ہیں۔ ان میں ایک طبقہ اولیاء ظاہرین اور دوسرا اولیاء مستورین کا ہے۔ اولیاء

ظاہرین مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی پر مامور ہیں۔ مگر اولیاء مستورین کے سپرد ایسے امور ہیں جو عام انسانوں کی نگاہ خرد سے مستور ہیں۔ یہ خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر اظہار کی ضرورت سے مستغنی ہوتے ہیں۔ کوئی ان کے کمالات کو تسلیم کرے یا نہ کرے' وہ خدمت خلق میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں علمی دنیا میں رجال الغیب یا مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔

لندن کے شہرۂ آفاق طبیب اور سکالر ڈاکٹر کانن ایم۔ ڈی۔ڈی۔ پی ایم۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ جی۔ ایس روحانیات سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہندوستان اور تبت کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات ایک کتاب میں قلم بند کئے۔ یہ کتاب 1933ء میں شائع ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنوری 1934ء کے 31 دنوں میں اس کے آٹھ ایڈیشن نکلے۔ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ پر "مخفی اثر" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

" تاریخ میں ایسے بے شمار افراد کا ذکر ہے۔ جن کے سامنے ساری کائنات جھکتی تھی اور آج بھی آپ کے اردگرد ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں آپ "ذی اثر" کہتے ہیں۔ یعنی جن کے سامنے سارا ماحول آداب بجا لاتا ہے۔ جن کی طرف لوگ مہمات میں رجوع کرتے۔ ان سے مشورے لیتے اور معاشرہ میں اپنا لیڈر مانتے ہیں یہ "اثر" کیا ہے؟ یہ ایک مخفی طاقت ہے جو ذہنوں کو اپنے بس میں کرلیتی ہے اور یہ علم دولت' عبادت اور دیگر مختلف قسم کی ریاضتوں سے پیدا ہوتی ہے۔"

اس کے بعد مصنف ایک پروفیسر کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"میں ایک پروفیسر کو عرصے سے جانتا ہوں جو عوام کی نگاہ میں ایک معمولی سا آدمی ہے۔ لیکن دراصل وہ خاص طاقت کا مالک ہے اور عوام کے اژدہام سے بچنے کے لئے اپنی طاقتوں کی نمائش نہیں کرتا۔ شام کو سینما یا کلب جاتا اور بے تکلفی سے بازاروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی چمک ہے۔ اس کے کردار میں رحم' توازن اور سکون پایا جاتا ہے' ایک صبح مجھے کہنے لگا کیا تم جانتے ہو کہ آدمی ہر رات مرجاتا ہے اور صبح کو پھر زندہ ہوتا ہے' موت کیا ہے؟ جسم لطیف کا جسم خاکی سے جدا ہونا' اور یہ وہ چیز ہے جو ہر رات نیند میں واقع ہوتی ہے۔ بالآخر ہم پر ایک ایسی نیند بھی وارد ہوگی جب جسم لطیف جسم خاکی میں واپس نہیں آئے گا اور یہ ہوگی اصل موت۔ اس کے بعد ہم دور دراز خطوں میں ایسے نئے پرانے احباب سے ملیں گے جو حدودِ زمان و مکان سے پرے ایتھر میں رہتے ہیں جہاں ہماری ہزاروں صدیاں ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ہونگی۔ یہاں اس دنیا میں بھی ہم ایسی منزل پر پہنچ سکتے ہیں کہ گردش روز و شب کا ہم پر کوئی اثر نہ ہو۔ اس وقت میری عمر ایک سو سال سے زیادہ ہے' لیکن میں بمشکل چالیس سال کا نظر آتا ہوں' میں اس بات کا اشتہار نہیں دیتا تاکہ عوام مجھ پر پل نہ پڑیں۔

تمہیں علم ہے کہ حضرت مسیح نے انجیر کے ایک درخت کو ایک لمحے میں خشک کر دیا تھا' یہ طاقت آج بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آیئے ذرا میرے ساتھ۔

چنانچہ ہم اٹھ کر پائیں باغ میں چلے گئے' وہاں اس نے

ایک پرانے درخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تم نے بڑی کامیابی سے زندگی بسر کی۔ بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔ تم نے اپنے سائے میں مجھے برسوں آرام پہنچایا۔ اب تمہارا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اس لئے فورا" خشک ہو جاؤ۔"

یہ دیکھ کر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ درخت فورا" خشک ہوگیا اور اس کے بعد آج تک وہاں کوئی پودا نہیں ہوا۔ اس وقت میرے ساتھ کئی اور آدمی بھی تھے سب نے قریب جا کر درخت چھوا اور اچھی طرح دیکھا بھالا۔ اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ بعض کے پاس کیمرے تھے۔ انہوں نے تصاویر بھی لیں۔

(بحوالہ من کی دنیا صہ 16' صہ 126' 127' 128)

ان حقائق سے عیاں ہے کہ مغربی مفکرین بھی رجال الغیب کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے دین اسلام میں رجال الغیب سے مراد وہ تقویٰ شعار پاک سیرت و پاک صورت نفوس قدسیہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم بہ قدم چل کر عوام کی آنکھوں سے غائب رہتے ہیں' نہ وہ پہچانے جاتے ہیں نہ ان کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کے فیوض و اثرات بہرصورت اللہ کے بندوں کی اصلاح پر مرتکز رہتے ہیں۔

رجال الغیب پر تحقیق کرنے والوں نے لکھا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے ٹھکانوں (اماکن و مزارات) میں رہتے ہیں اور مخلوق خدا ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ ان میں ایسے رجال بھی ہوتے ہیں جو تمام عالم میں پھرتے رہتے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ امداد فرماتے ہیں۔ ان کے مسائل حل کرتے ہیں۔ پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ عوام الناس سے باتیں کرتے ہیں۔ انہیں جواب دیتے ہیں۔ ان کی بیماریوں کا علاج کرتے

ہیں۔ دوسری جگہ جا کر پہاڑوں' جنگلوں وادیوں اور صحراؤں' بیابانوں میں بستے ہیں' شہروں' قصبوں آبادیوں اور عوام الناس کے مصروف مقامات پر رہتے ہیں وہ صفات بشری کے ساتھ صبح و شام زندگی بسر کرتے ہیں۔ مکانوں میں رہنا' شادی بیاہ کرنا' خوشی و غمی کی تقریبات میں شریک ہونا' کھانا پینا' بیمار ہونا' ظاہری اسباب سے علاج کرانا' اولاد' اسباب' اموال' و املاک رکھتے ہیں' لوگ ان سے حسد بھی کرتے ہیں' محبت بھی۔ بعض لوگوں کی دشمنی کا بھی شکار ہوتے ہیں اور ایذاء بھی برداشت کرتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ان پر جان تک نثار کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنے کمالات و احوال کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں۔ ان کے کمالات باطنی اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ **اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری** (یہ میرے محبوب اولیاء ہیں جو ہر وقت میری نگاہ لطف میں رہتے ہیں اور میرے سوا کوئی انہیں پہچان بھی نہیں سکتا' محققین نے ایسے حضرات کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

"اقطاب' اغیاث' امامان' اوتاد' ابدال' اخیار' ابرار' نقباء' نجبا' عمد' مکتوبان اور مفردان۔"

ان حضرات کے مختلف مراتب و مناصب ہوتے ہیں۔ اللہ کے پوشیدہ نظام میں ان کی ترقی' تبدیلی' ذمہ داریاں' درجات' مقامات' اختیارات اور اوقات کار میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ علوم روحانیت کی کتابوں میں ان کی تعداد' ان کے مقامات اور ان کے فرائض کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ان حضرات کے احکامات' کائنات ارضی میں بڑی بڑی رونما ہونے والی تبدیلیوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ زلزلے' طوفان' اقتدار کی جنگیں' قوموں کے عروج و زوال' بیماریاں' وبائیں' عدل و انصاف کی بارگاہیں' ظلم و تشدد کی داستانیں انہی کے احکام کے زیر اثر ہیں۔ مگر ان تمام امور میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا کے

تابع ہوتے ہیں۔ اس کی رضا اور احکام کے نفاذ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی ایک لمحہ زندگی رضاالٰہی اور منشاء ایزدی کے خلاف نہیں ہوتا اور ان کا اقدام اس کی رضا کے برعکس نہیں اٹھتا۔ لوگ انہیں مختلف القاب اور اسماء سے یاد کرتے ہیں۔ قطب' غوث 'ولی اللہ' اوتاد' رجال' افراد اور قلندر انہی حضرات کے مختلف نام ہیں۔ شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

قلندر پرتو نور الٰہی　　قلندر مطلع انوار شاہی
قلندر را مقام کبریائی　　قلندر دُر بحر آشنائی
قلندر موج بحر لایزالی　　قلندر نور شمع ذوالجلالی
قلندر روزۂ صحرائے عشق است　　قلندر قطرہ دریائے عشق است

شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے انہی حضرات کے مقامات سے واقف ہو کر فرمایا تھا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

ایمان و ایقان کی یہ کیفیتیں شب خیزی اور نگاہ شیخ سے پیدا ہوتی ہیں۔
کس قدر بدنصیب ہیں۔ وہ لوگ جو قوت و عظمت کے اس سرچشمہ سے بے خبر ہیں۔

**امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا و قائما یحذر الاخرۃ ویرجوا رحمتہ ربہ ، قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ، انما یتذکر اولوا الالباب (۳۹-۹)**

کیا وہ شخص جو رات کو قیام و سجود کی حالت میں اللہ کو بلاتا' پاداش اعمال سے ڈرتا اور رحمت الٰہی کی امید رکھتا ہے اور وہ شخص جو ان صفات سے محروم ہے' برابر ہوسکتے ہیں؟ اے رسولؐ! انھیں کہہ دو کہ ارباب علم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ یہ باتیں دانشمندوں کے لئے بیان ہوئی ہیں"

علم ایک ایسی طاقت ہے۔ جو کائنات کو مسخر کرسکتی ہے اور عبادت وہ توانائی ہے جو حدود زمان و مکان کو توڑ کر ہمیں رب کائنات کے جوار میں پہنچا سکتی ہے۔ اس سے دل مسخر ہو جاتے ہیں۔ اسرار غیب نظر آتے ہیں اور کائنات کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں۔ علم سے دماغ کو اور عبادت سے روح کو نور عطا ہوتا ہے۔ فرشتوں پر انسان کی قوت برتری علم کی وجہ سے تھی۔ مگر انسانوں پر انسان کی برتری عبادت اور تقویٰ کی وجہ سے ہے **ان اکرمکم عندا للہ ا تقکم** (حجرات) تم میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

ایک طالب علم امام وکیع کے ہاں گیا اور عرض کی۔

**شکوت الی وکیع سوء حفظی — فا و صانی الی ترک المعاصی**

**لا ان العلم نور من الہ — و نور اللہ لا یعطی لعاصی**

یعنی میں نے امام وکیع کے سامنے نسیان کی شکایت کی تو فرمانے لگے کہ گناہ چھوڑ دو۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ جو گناہ گار کو نہیں ملتا۔

یہی وہ صاحب علم اور تقویٰ حضرات اس ظاہری حیات اور بعد ازممات بھی کائنات اثیر پر اثر رکھتے ہیں اور مخلوق خدا کے کرب اور دکھ میں ان کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں پیروان رسول کی مدد ملائکہ سے کی تھی اور جنگ احزاب میں طوفان بادوباراں سے

احادیث و تواریخ میں غیبی امداد کی حکایات اس کثرت سے درج ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ ہمارے اولیاء کے تذکرے اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں اہل ایمان ان تمام واقعات کو من و عن تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشکل اوقات میں مخفی طاقتیں بھیج کر اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کو ضعیف العقیدہ لوگوں کی تخلیق سمجھتا ہے اور ان حکایات کو توہمات سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ طبقہ اسی بات کو صحیح سمجھتا ہے جو کسی انگریز یا امریکی کے منہ سے نکلے ہوں۔ ان حضرات کی تسکین کے لئے دو واقعات ایسے درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے گواہ یورپ کے بڑے بڑے پروفیسر، ڈاکٹر اور اہلِ قلم ہیں۔

آرٹی، ای وی۔ سی - وی = ڈبلیو لیڈ بیٹر کی ایک INVISIBLE HELPERS جو 1928ء میں مدراس کے ایک ادارے نے شائع کی۔ اس میں خفیہ مدد کی کہانیاں خاصی تعداد میں درج ہیں۔ ان میں ایک حیات ظاہری سے متعلق نقل کی جاتی ہے اور دوسری حکایت حیات بعد الموت نذر قارئین ہے۔

1- ایک مرتبہ ایک مکان میں آگ لگ گئی۔ گھر کے تمام آدمی گھبراہٹ میں باہر نکل گئے اور ایک ننھا سا بچہ سویا ہوا اندر ہی رہ گیا۔ آگ کے شعلے اس قدر خوفناک ہو چکے تھے کہ کسی کو اندر جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ایک آگ بجھانے والا سرکاری ملازم بے چین ماں کا اضطراب برداشت نہ کر سکا۔ جان پر کھیل کر اس کمرے میں پہنچا اور بچے کو اٹھا کر صحیح و سالم باہر لے آیا۔ اس ملازم کا بیان ہے کہ جب وہ کمرے میں پہنچا تو اس نے دھوئیں میں ایک سفید لباس والی ہستی کو دیکھا جو بچے پر جھکی ہوئی تھی اور چارپائی کے گرد دھواں تھا اور نہ آگ کی حدت (صہ 13،14)

2- حیات بعد الموت سے متعلق کہانی وہ یوں لکھتا ہے:

کہ امریکہ کا ایک جہاز ایس۔ ایس واٹر ٹاؤن "بحرالکاہل میں سفر کر رہا تھا ایک دن اس کے دو ملاح گیس والے کمرے میں پھنس گئے۔ اور وہیں ہلاک ہوگئے۔ ان کی لاشیں سمندر کے حوالے کر دی گئیں۔ لیکن ہر رات جہاز سے ذرا دور ان دو ملاحوں کی صورتیں ایک ماہ تک نظر آتی رہیں کیمرے سے ان کی تصاویر بھی لی گئیں اور یہ تمام تفاصیل امریکہ کے ایک میگزین (FORTUNE) کی اشاعت فروری 1934ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ صہ 84 ا بحوالہ من کی دنیا صہ 122)

ہم ان حکایات کو بطور جملہ معترضہ پیش کرتے ہیں ورنہ ہمارا اپنا لٹریچر ایسے واقعات سے مالا مال ہے جہاں اہل نظر نے لوگوں کی مشکلات' مصائب اور امراض کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے فاضل مصنف جناب علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب مدظلہ' العالی نے اپنی زیر نظر کتاب' جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" میں ایسے خرقہ پوشوں' قلندروں اور خاکساران جہاں کے شفاخانوں پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان روحانی شفاخانوں میں جسمانی عوارض اور مصائب کی بنیاد صرف ان ہزاروں کی کتابی کرامات اور خوارق پر نہیں ہے' جو صدیوں سے ہمارے مطالعے میں آرہی ہیں' بلکہ وہ اپنے ملک عزیز میں اپنے ہی گردو پیش کے ان مقامات کو بیان کرتے گئے ہیں اورانھوں نے گردو پیش کے ان مقامات مقدسہ کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں انھوں نے بذات خود حاضر ہو کر حالات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان روحانی مراکز سے شفایاب ہونے والے حضرات کو ملے۔ ان کے مصائب' تکالیف اور بیماریوں کی تفصیلات اکٹھی کیں۔ ان امراض کی شفایابی کے لئے مریضوں نے کہاں کہاں جسمانی شفاخانوں پر جا کر جبیں سائی کی اور پھر کس طرح کسی "

روحانی شفاخانے" کی نشاندہی ہوئی۔ شفا کا حصول کیسے ہوا۔ ان تجربات کو قلمبند کیا اور ایک عینی گواہ کی حیثیت سے ایسے واقعات کو ورطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ یہ کتاب سنی سنائی کراموں داستانوں' کہانیوں اور واقعات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اور یہ تجربات کا سفر ہے۔ بلکہ مصیبت زدہ انسانوں کی شفایابی کی شہادتوں پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف کا یہ منفرد انداز تحقیق اتنا مقبول اور پختہ ہے کہ پاکستان میں پھیلے ہوئے درجنوں مقامات کی نشاندہی کردی ہے۔ جہاں آج بھی ہزاروں بیمار اور مصیبت زدہ لوگ شفایاب ہو کر زندگی کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

فاضل مؤلف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے مشاہدات میں اتنی پختگی ہے کہ جسے ان شفاخانوں کی کارکردگی پر شک و شبہ ہو۔ وہ فرصت اول میں ان مقامات پر پہنچ کر تصدیق و تحقیق اور تائید کرسکتا ہے۔

فاضل مصنف نے جن شفاخانوں کی نشاندہی کی ہے وہ اللہ کی مخلوق پر رحمت خداوندی کے مظہر ہیں۔ وہ اللہ کی مخلوق کی تکلیفوں کے ازالے کی تجربہ گاہیں ہیں۔ وہ رجال الغیب کے خداداد فیوض کے مراکز ہیں۔ وہ اللہ کے بندوں پر اللہ کی رحمت و شفقت کے ابلتے ہوئے چشمے ہیں۔ یہ چشمے ہمارے ہی قرب و جوار میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے عوام الناس کو سیراب کررہے ہیں۔ اگرچہ فاضل مؤلف کا یہ یقین بعض سست عقائد حضرات کے لئے وجہ بحث بن سکتا ہے۔ مگر ہم فاضل مؤلف کی اس دلیل کو نہایت قوی خیال کرتے ہیں کہ دکھ درد کی ماری ہوئی مخلوق مختلف بیماریوں کی کچلی ہوئی انسانیت' بیماریوں سے نڈھال بزرگ' نوجوان بچے اور عورتیں اگر اپنے علاج کے لئے ہسپتالوں' شفاخانوں' لیبارٹریوں اور علاج گاہوں میں پہنچنے کے بعد بعض شفایاب' بعض مایوس اور بعض راہیٔ ملک بقا ہونے کو حیرت کی نگاہ

سے نہیں دیکھتے تو ان جسمانی امراض کے روحانی شفاخانوں (جہاں سینکڑوں نہیں ہزاروں بیمار اور مایوس انسان صحت یاب ہوتے ہیں) تک پہنچ کر تصدیق کرنے سے کیوں دامن بچاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ انسانی صحت کے مختلف مراکز مغربی حکمت کے ہسپتال یا مشرقی اطباء کے شفاخانے جو انسانی خدمت میں مصروف ہیں۔ بیکار ہیں ان کی کامیابیاں اور بعض حالات میں ناکامیاں تسلیم شدہ امر ہیں تو پھر ان روحانی شاخانوں کے کروڑوں افراد کے کامیاب تجربات پر کس دلیل سے ناک چڑھایا جاتا ہے۔

اس مادی دور میں فاضل مؤلف کی جسمانی عوارض کے روحانی شفاخانوں کی نشاندہی ایک قابل قدر ریسرچ و تحقیق ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس مختصر تحقیقی کتاب کو بنیاد بنا کر کئی ارباب قلم آگے بڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

---

ضیاء نیر
معروف کالم نگار

"جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے"

# ایک بصیرت افروز کتاب

مولانا عبدالحق ظفر چشتی صاحب سے میری گذشتہ دو سال سے یاداللہ ہے۔ خاکسار سے ان کی بے لوث محبت اور اپنائیت کا اظہار آج کے مادہ پرستانہ دور میں ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ اس قحط الرجال میں ان کی نجابت اور وضعداری دیکھ کر بے اختیار جوش کا یہ مصرع "ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں" زیر لب دہرانے کو جی چاہتا ہے۔

مولانا کی علمی' دینی اور تبلیغی خدمات اتنی وقیع اور قابل قدر ہیں کہ ان سے صرف نظر کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ان کی نگارشات گاہے گاہے اخبارات و جرائد میں جگہ پا کر قارئین کے لئے علم و ادب کے نئے نئے گوشے بے نقاب کرتی رہتی ہیں۔ لیکن ان کی تازہ ترین تالیف "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" اپنی نوعیت کی ایک منفرد کاوش ہے' جو دکھوں کی ماری ہوئی انسانیت کو ان کے روحانی فیوض و برکات کے سربستہ چشموں سے متمتع ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ جن کا کھوج فاضل مؤلف نے دور دراز علاقوں کے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر انتہائی محققانہ انداز سے لگایا ہے۔ میں انتہائی وثوق اور تیقن سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ان کی اس تحقیق سے بے شمار خلق خدا نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی فوائد سے بھی بہرہ ور ہوتی رہے گی۔

ڈاکٹر غلام محمد سلیم ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔

# فیض اولیاء اللہ

میرے حضرت صاحب میاں صاحب احمد شاہ قادری نوشاہی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا۔ جس کو درد گردہ نے بے چین کر رکھا تھا۔ حضرت صاحب نے اس کو ایک نسخہ دیا۔ کاہو۔ قلفہ۔ کاسنی۔ تخم خیار۔ برابر وزن۔ گھوٹ کر۔ کپڑ چھان کر کے۔ چینی ڈال کر پیو۔ اس نے گھر جا کر اس کا ایک گلاس بھر کر پی لیا۔ ایک پتھری جو پیشاب کی نالی سی گزر نہیں سکتی تھی۔ زور دار پیشاب کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہ پتھری کاغذ میں رکھ کر حضرت صاحب کو دکھانے آیا۔ نسخہ تو اپنی جگہ ہے لیکن اولیاء اللہ کی زبان سے نکلی ہوئی بات کا اثر شفائے امراض ہوتا ہے۔ امراض کا روحانی علاج سب ادویات پر غالب ہوتا ہے۔ مشرق تو مشرق اہل مغرب جو صرف سائنس پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ آجکل روحانیت کو تلاش کر رہے ہیں۔ مغرب میں آجکل ایک موذی اور لاعلاج مرض پھیلی ہوئی ہے۔ وہ ایڈز ہے۔ جس کو یہ مرض ہوجاتا ہے اس کے سوائے موت کے اور کچھ پیش نظر نہیں ہوتا۔ اس مرض کے لئے آج کل وہ بھی روحانی علاج کی تلاش میں ہیں۔ جو لوگ اہل مشرق کو توہمات کا گھر کہتے ہیں وہ اہل مغرب کو جو علم سائنس میں اپنی نظیر نہیں رکھتے جا کر پوچھیں کہ آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ تمہاری عقل اور علم کو کیا ہوا۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گردانند زراہ

جو لوگ اولیاء اللہ کے خادم ہیں۔ وہی روحانی علاج سے فائدہ اٹھا سکتے

ہیں۔ جو اولیاء اللہ کے منکر اور بے ادب اور گستاخ ہیں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

محترم چشتی صاحب نے کتاب روحانی شفاخانے لکھ کر اہل اسلام و دیگر اقوام پر بڑا احسان کیا ہے۔ ہر ایک اس کتاب سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ مصنف نے جو محنت کر کے کتاب لکھی ہے اس کا اجر انہیں قیامت تک ملتا رہے گا۔ جو لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں ان کی دعائیں چشتی صاحب کے حق میں ان کی بخشش کے لئے کافی ہیں' مصنف نے روحانی فیض کی بے شمار مثالیں کتاب ہذا میں رقم کی ہیں۔ جو اولیاء اللہ کے روحانی فیض کا ثبوت ہیں۔

## سائنسی افق پر

ڈاکٹر سید اظہر علی شاہ۔ ایم بی بی ایس لاہور

انسان محض گوشت اور پوست کا پتلا نہیں ہے۔ کائنات میں جان دار مخلوق میں سے ارفع و اعلیٰ صفات کا حامل انسان' جسم و جان کے ساتھ ساتھ روح کا تصور اور ذی شعور ہونے کا خاصہ اور پھر حضرت سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں انسانیت کی معراج باقی تمام حشرات الارض سے انسان کو ممتاز کرتی ہے۔ یہی امتیاز اسے اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازتا ہے۔

بیماری کے دوران روحانی اذیت اور صحت کے چلے جانے کا احساس' ان دیکھے خدا سے نجات کی التجا اور گناہوں سے توبہ صرف حضرت انسان کا حصہ ہے۔ بیماری بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور شفا بھی اس کی جانب سے نصیب ہوتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ ہر امتحان میں صبر و استقلال کا پیکر بن جانا ناصبوروں کے لئے باعث حیرت و استعجاب بن جاتا ہے اور عبرت کا سبب بھی۔ بیماری کا احساس ختم ہونے سے آدھی بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے اندر کئی ایک تکالیف مسکن بنائے ہوتی ہیں۔ کہیں پتھریاں ہیں' کہیں غدود ہیں' لیکن لاعلمی کی وجہ سے ان کا احساس نہیں ہوتا۔ روح بے چین نہیں ہوتی' اور اگر ٹیسٹ کروانے پر معلوم ہو جائے تو بے چینی و بے قراری سوہان روح بن جاتی ہے۔ روح کو اس بے چینی سے محفوظ کرنے کے لئے سکون آور Tranquilizer کا استعمال ہوتا ہے۔ کوئی طبیب' حکیم' ڈاکٹر یا دانا مرض کی نوعیت اور اس کے مداوے سے مطلع کر دے تو وسواس اور گمان ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈھارس بندھ جاتی ہے اور کلمہ گو ہونے کا مان اور حضورؐ سے نسبت مسلمان کو زندگی بھر ہر قسم کے سود و زیاں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے برگزیدہ بندوں کے

مقام رہائش و مدفن و مرقد انوار الٰہیہ کا محور ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے ان کا وجود ٹیلی ویژن کے Booster Station(بوسٹر اسٹیشن) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ لوگ مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

**ولا تقولو ا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء و لکن لا تشعرون** ○ ان حضرات کے ساتھ بیماری کے دوران ایک واسطہ رکھنا' ان کے ساتھ نسبت' اور ذہنی رشتہ Sense of Belonging یا سیدھے سادے لوگوں کا یہ کہنا کہ "اللہ نبی وارث" اور "مرشد جانے" کا یقین محکم کئی ہزار Valium کی گولیاں کھا لینے سے زیادہ حوصلہ بخش ہوتا ہے۔ بظاہر یہ الفاظ اتنے وزنی نہ سہی اور منکرین کو مناسب نہ لگتے ہوں تو بھی راضی برضا ہو کر صدق دل سے ایک توقع کے ساتھ کہ "بیماری اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے اور وہی شفا بھی دے گا۔" بیماری کے احساس کو بلکہ اکثر اوقات خود بیماری کو کم کر دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد سے ذبح شدہ جانوروں کا دوبارہ زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آنے کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زبان جو شرک و کفر سے پاک ہوتی ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا تقدس چہرے کی نورانیت سے عیاں ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی بندہ کو شفاء کی دعا دینا ہی ایک غدود Pituitary Gland اور Hypothalamus (دماغ کے حصے) کے ذریعے ارادی اور غیر ارادی پٹھوں پر ایسے حوصلہ افزا الفاظ کا اثر بھی Glands اور رطوبتوں کو جاری کر کے ہوتا ہے اور کئی دفعہ بغیر دوائی کے جسم انسانی میں ایسی تبدیلی واقع کر دیتا ہے کہ آدھی سے زیادہ بیماری بغیر علاج ہی ختم ہو جاتی

ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگ ہستیوں سے کئی ایک کرامات دنیا کے سامنے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس میں شرک کا کوئی مسئلہ نہیں۔ بعض اوقات بیماری ہوتی ہی بہت کم ہے اور محض Psycho Therapy یا Suggestive Therapy سے مریض محسوس کرتا ہے کہ خطرے میں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "جن نہیں ہوتا جن ہوتا ہے"۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور مریض صرف ماہر نفسیات طبیب کی ذرا سی توجہ سے ہی تندرست ہوجاتا ہے۔ عام لوگ کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کے متعلق یہ آزما چکے ہوتے ہیں کہ ان کی دہلیز پر جانا ہی آدھی بیماری ختم کردیتا ہے اور ناگزیر سمجھ کر وہ ہر تکلیف میں وہاں بھاگے آتے ہیں۔

بعض خاندانوں یا اشخاص کو نسلاً" بعد نسل یا سینہ بہ سینہ کسی بزرگؒ اور اللہ والے کی دعا سے بخشش حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی مرض کے لئے دعا کرتے ہیں' دم کرتے ہیں' ہاتھ لگاتے ہیں یا کوئی آیت مبارکہ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو مریضوں کو نہ صرف یہ کہ آرام آتا ہے بلکہ انہیں ایک ذہنی سکون و اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔

روحانی شفاخانوں کی نشاندہی ایک مشکل امر ہے۔ ان کے لئے بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس روحانی شفاخانے والی شخصیت کتنی پراثر ہے ان کا سلوک و مرتبہ کیا ہے؟ آیا بے لوث بھی ہیں یا حرص و آز کے بندے ہیں؟ ان کی شخصیت کتنی پراثر ہے۔ ان کا مرتبہ طہارت کس قدر ہے۔ ان کی ذاتی زندگی اور ان کی نسبت کا شرف کتنا پراثر ہے۔ یہ جملہ امور ایک بیماری کے دوران Organic Element اور Functional Element کا تصور اور وجود اور اس کے نفسیاتی پہلو کا علاج اگر روح کی تسکین کے لئے ہے' تو یہ اعتقاد اور اعتماد ایک پیچیدہ دباؤ کے ذریعے بیماری کم کرنے میں مدد ثابت

ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک کے ہسپتالوں میں حد درجہ کی صفائی' خوش وضع و خوش خلق سٹاف ممبران کی موجودگی' ہر مریض کے ذوق کے مطابق ٹی وی پروگرام یا ہلکی پھلکی موسیقی' ہر مریض کے لئے پھولوں کے تحفے' مشنری ہسپتالوں میں مریض کے پاس کھڑے ہو کر پادری کا دعا کرنا یہ سب کچھ بیماری میں روح کی تسکین کا سامان ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی عظیم پراعتماد شخصیت Towering Personality جسے خدا کی ذات پر بھروسہ ہو وہ کہہ دے کہ جاؤ اللہ کریم کرم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو کیا یہ روحانی سکون اور جسمانی تسکین کا باعث نہیں بنے گا؟

شعور ولاشعور کے ماہرین جرمن مفکرSigmond Freud سگمنڈ فرائڈ اور دوسرے مفکرین کے فارمولے بیماریوں کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ مریض اپنا مرض چھپانا بھی چاہے تو نہیں چھپا سکتا۔

Psychiatrist اور Hypnosis کے ماہرین سالہا سال کی پرانی بیماریوں کی تہہ تک پہنچ رہے ہیں۔Acupuncture کے ذریعے علاج ایک مصدقہ طریق علاج اور حقیقت ثابت ہوچکا ہے تو کیا نیک فطرت و سرشت بندۂ خدا ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہہ دے کہ اللہ خیر کرے گا۔ کیا کم حوصلہ افزا ہوسکتا ہے؟ Boyd's Book of Pathology کے حوالے سے تازہ ترین تحقیق تو یہ سامنے آتی ہے کہ جو اشک آنکھوں سے نہیں بہتے' وہ معدے میں تیزابیت پیدا کرتے ہیں اور مقعد سے پیچش کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ روحانی بیماریوں کا اگر علاج نہ کیا جائے تو وہ جسمانی بیماریاں بن کر آئندہ کے لئے روگ بن جاتی ہیں۔ کیا یہ ایک بین الاقوامی حقیقت نہیں ہے" "Emotions lead to Lesions" کہ جذبات امراض کی طرف لے جاتے

ہیں۔ پھر کیوں نہ بیشتر جسمانی بیماریوں کو روحانی بیماریوں کی بنیاد سمجھ کر ذہنی و روحانی سکون پہنچا دیا جائے۔ یورپ اور ایشیا کے مختلف مقامات پر گرم پانی کے چشموں پر مریضوں کی بھیڑ حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ ان مقامات کو "SPAS" کہتے ہیں۔ ان چشموں کا مادی دنیا نے تجزیہ کیا' تو Heat Therapy کے ذریعے علاج کرنے' گندھک اور دوسرے نمکیات کا اثر ثابت کرکے روحانی سے مادی علاج میں تبدیل کر دیا ہے۔

ایک مریض جب گھر سے کسی ایسے روحانی شفاخانے جانے کے لئے روانہ ہوتا ہے تو اس کے اعتماد اور شفاء مل جانے کی یقینی امید سے جسم کے اندر Homonal Change آجاتی ہے وہاں جاکر خدا سے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا' بزرگان دین سے گہری عقیدت و محبت' ان کے مزارات مقدسہ کی عظمت و رفعت سے حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی حوصلہ مرض کے کم ہونے یا ختم ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ماہر ڈاکٹر یہ کہنے پر مجبور ہیں He Only Lives Who Has Will to live کہ جو شخص زندہ رہنا چاہتا ہے وہی زندہ رہتا ہے تو یہ حوصلہ یہ امید کی کرن اور اپنی طرف سے چارہ کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر توکل اور بھروسہ ایک بہت بڑی اندرونی ہیجان انگیز طاقت پیدا کرتا ہے Do your best and leave the rest to God. یعنی اپنی کوشش جاری رکھو اور بعد کے نتائج کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دو۔ عارف رومی نے فرمایا ہے ۔

گر توکل می کنی دو کار کن
کار کن و تکیہ برجبار کن

یعنی اگر تو خدا کی ذات پر توکل کرنا چاہتا ہے تو پہلے دو کام کر' ایک تو کام کر

اور پھر خدائے جبار پر بھروسہ کر۔ ان حقائق و عقائد کے ذریعے عمل اور توکل سے جذبات کے دھارے ہر قسم کے سودوزیاں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

حضور پر نور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "طبیب قلبی و جسمانی و روحانی ہونا اور رحمت و کرم کا مظہر ہونا کون نہیں جانتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کے جھرمٹ میں ہونے کا مژدہ اس چیز کا حامل ہے کہ ان کی ذات بھی ادویات کے بغیر شفا کا سبب تھی۔ کئی لاعلاج مریضوں کا خواب میں حضور رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا حاصل کرنا۔ ایک نبی سیدنا اسماعیل علیہ اسلام کے قدموں کے صدقہ جاری ہونے والے کنویں سے آب زمزم کے پینے سے کئی ایک امراض کا دم توڑ جانا آرام و سکون کے یقین کو تقویت دیتا ہے۔ کسی مریض کے کسی ایک طبیب سے قلبی تعلق اور اعتماد کی وجہ سے معمولی سی دوا سے آرام آجاتا ہے۔ جب کہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے اعلیٰ ترین نسخوں کا استعمال بھی بے کار جاتا ہے۔

موجودہ دور میں نفسیاتی بیماریاں زیادہ ہورہی ہیں۔ جعلی پیر لوگوں کو تعویذ گنڈوں سے جھوٹے وعدے اور تصوراتی چکر دے کر بے پناہ دولت کما رہے ہیں اور اسے کاروبار بنا کر لوگوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھارہے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں ایک شخص ان لٹیروں سے بچ کر شرک و کفر کو بالائے طاق رکھ کر صدق دل سے باوضو ہوکر اور گناہوں سے تائب ہو کر کسی برگزیدہ شخصیت کے حوصلہ دینے اور اپنی بیماری کو رفع کرنے کے لئے دعا کرتا ہے یا کسی روحانی شفاخانے سے پانی، مٹی یا پتھر استعمال کرتا ہے اس نیت سے کہ یہ مقامات انوار الٰہیہ کے نزول کا مرکز ہیں بلکہ یہ Booster Stations ہیں تو وہ کیونکر ٹھیک نہ ہوگا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین ہر دور ہر وقت زبان حال سے یہ اعلان کرتے نظر آتے ہیں کہ ع

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

وہ وقت دور نہیں۔ جب مشرق و مغرب کے فرنگی اور سنیاسی مرض کے روحانی پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دینے لگیں گے چین میں HYPNOSIS یا Achupuncture سے بغیر تکلیف کے بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ پیٹ کے خطرناک آپریشن تک ہوسکتے ہیں تو کیا مزارات مقدسہ کے تقدس اور پاکیزگی کے روحانی اثرات سے بیماری میں کمی یا بیماری کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

دور حاضر کے ماہر طبیب اور ڈاکٹر حضرات تحقیق کے دوران ایک دوائی کے اثرات دیکھنے اور مقابلہ کے لئے ایک نقلی دوائی استعمال کرتے ہیں مثلاً" سادہ چینی یا چاک وغیرہ کیپسولوں میں بھر کر دے دیتے ہیں۔ جس کا طبی نام Placebo دیا جاتا ہے۔ یہ بات باعث حیرت و استعجاب ہے کہ 40/30 فیصد مریض اس Placebo کے ذریعہ یعنی سادہ چینی یا چاک وغیرہ کے کیپسولوں کے استعمال سے ہی شفایاب ہوجاتے ہیں جو عام حالات میں کسی طرح بھی طرح قرین قیاس نہیں۔

روحانی شفاخانوں کو مخالفین نے فیل کرنے یا بدنام کرنے اور ان سے لوگوں کو بدظن و متنفر کرنے انہیں فراڈ اور شرک کا درجہ دینے میں جن کو بنیاد بنایا ہے وہ موجودہ دور کے تعویذ گنڈے کرنے والے خود ساختہ جعلی روحانی شفاخانے ہیں یا پھر ایسی Organic بیماریوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔ جیسے چوٹ سے خون بہنا' ہرنیا' یا ناقابل علاج جڑوں والے کینسر کے مریضوں کو لاکھڑا کیا ہے' حالانکہ ظاہر ہے کہ جس مرض نے اپنے پنپنے میں کئی سال لگائے ہیں۔ اس کے ازالے کے لئے تو اتنا ہی وقت درکار ہوگا۔ اس کے

باوصف بعض اوقات عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ اتنی جلدی شفاء کس جانب سے آگئی۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ابتدا ہوتی ہے تیرے نام سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے ایک دیرینہ رفیق حضرت علامہ مولانا بشیر احمد صاحب فیضی ہیں۔ آج سے کوئی پانچ سال پہلے جب "روحانی شفاخانے" کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرے گھر تشریف لائے۔ میں نے ان کی اہلیہ کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے حیرت انگیز واقعات سنائے۔

میں نے کہا مولانا آپ عالم فاضل ہیں پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ ہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ لیکن چونکہ حقیقت تھی۔ سورج طلوع ہوچکا تھا۔ اس لئے انکار ممکن نہ تھا۔

آج میں نے "روحانی شفاخانے" کے لئے سب سے پہلے انہی کا انتخاب کیا ہے۔

تعارف

# حضرت علامہ بشیر احمد فیضی صاحب

خطیب اعلیٰ (صوبیدار میجر) ای۔ ایس۔ ڈی۔ مکان 39/1 ایم۔ ای۔
ایس کالونی لاہور کینٹ

مولانا موصوف میرے دیرینہ کرم فرما اور رفیق ہیں۔ ان سے راقم الحروف کی 1958ء سے شناسائی ہے۔ مولوی فاضل ہیں' درس نظامی کے سند یافتہ ہیں۔ سنی حنفی بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں' بہت نیک' متقی' خوش پوش اور خوش باش شخصیت کے حامل ہیں۔ 1986ء میں میاں بیوی زیارت حرمین شریفین سے باریاب ہو کر آئے ہیں۔ میری درخواست پر کمال کرم فرمایا۔ انٹرویو کے لئے 27 جولائی 1987ء بروز پیر 5 بجے شام کا وقت عطا فرمایا۔ دولت خانہ پر سوالات کے جوابات میں آپ نے جو کچھ فرمایا' میں نے پوری امانت کے ساتھ صفحات قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔ انٹرویو دوبارہ سنا کر تصدیق کرانے کے بعد شامل اشاعت ہے۔

**واللہ اعلم و رسولہ بالصواب**

مرکز شفا

آستانہ عالیہ حضرت سید شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نزد چوہڑ جمالی ٹھٹہ

حیدر آباد سندھ پاکستان

---

مولانا صاحب رضائے الٰہی سے 8 جنوری 1988ء کو وصال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

انٹرویو!

# ہر مرض سے شفا

حضرت مولانا بشیر احمد فیضی صاحب فرمانے لگے'

چشتی صاحب 11 مئی 1960ء کو میری شادی ہوئی۔ خوب طینت اور خوب سیرت اہلیہ کے آنے سے گھر میں بہار آگئی' میرا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ لیکن یہ لمحات مسرت کسی کی نظر کا شکار ہوگئے۔ نہ جانے کیا ہوا' تین ماہ بعد ہی میری اہلیہ درد سر اور بخار کا شکار ہوگئی۔ اہل خانہ نے سوچا' کوئی نسوانی تکلیف ہوگی۔ گھر کی بڑی بوڑھی عورتوں نے علاج معالجہ اور ٹونے ٹوٹکے شروع کر دیے۔ جب افاقہ نہ ہوا تو ویدوں اور ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ دو ایک روز افاقہ ہوتا۔ لیکن پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی کہتا نظر کھا گئی ہے۔ مولوی صاحب سے دم کراؤ۔ دم درود سے آرام نہ ہوتا تو کہتے کسی نے جادو کر دیا ہے۔ فلاں شاہ جی سے تعویز گنڈا کروایا جائے۔ بس پھر یہ سلسلہ زلف

محبوب بلکہ شب ہجراں کی طرح دراز ہوتا چلا گیا۔ میری اہلیہ مسلسل ایک کرب کا شکار ہو گئی۔ بلکہ اہل خانہ کے لئے اس کا درد درد سر بن گیا۔ درد سر سے بات آگے بڑھی اور ماہواری و قرار حمل تک جا پہنچی۔ نہ ماہواری میں تسلسل رہا' اور نہ قرار حمل ہوتا۔ دو ایک ماہ محسوس ہوتا کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ لیکن ایسی بلیڈنگ ہوتی کہ الامان و الحفیظ۔

محترم! آرام کی دیوی ہم سے روٹھ گئی۔ نہ نیند نینا نہ چین رینا۔ نہ جانے کہاں کہاں لئے پھری جستجوئے سکون۔ اعوان شریف کے خلفاء میں سے سید خادم حسین شاہ بخاری جن کی قیام گاہ رام گلی میں تھی اور ہر جمعرات حضرت بی بی پاکدامن آتے تھے۔ خوب عامل ہیں۔ ان کے ہاں مسلسل چھ سات سال ہر جمعرات کو حاضری دی۔ دوا دارو کے ساتھ ساتھ تعویز گنڈا بھی چلتا رہا۔ لیکن آرام نصیب نہ تھا نہ ہوا۔ آزاد کشمیر بھمبر میں ایک حکیم صاحب کا کسی نے بتایا' اور دیوانے وہاں چل دیے کئی چکر لگائے۔ جب وہاں سے سکون نہ ملا تو چکرا کے رہ گئے' آستانہ عالیہ اعوان شریف گجرات بھی کئی بار حاضری دی۔ سچا سودا میں ایک عورت جنوں کی عامل ہے ان کے ہاں بھی جاتے رہے۔ حجرہ شاہ مقیم' پل آسلہ' سرگودھا اور داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ۔ غرض نہ جانے کہاں کہاں پھرتے رہے۔ اس دوران کہیں کہیں سے افاقہ ہوتا رہا۔ بحمد اللہ میرے ہاں ایک بچی اور تین بچے ہیں جو حین حال حیات ہیں' لیکن تکلیف سے اتنا افاقہ نہ ہوتا کہ ہم آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر بھی کاٹے۔ سی ایم ایچ میں دو آپریشن ہوئے ایک رسولی کا ایک پتے کا۔ آپریشن دونوں کامیاب ہوئے۔ لیکن پتے کے آپریشن میں کوئی چیز نہ نکلی۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ کیا ہوا۔ جبکہ پتے کے ایکسرے میں پتھریاں صاف معلوم دے رہی تھیں۔ بہرحال آپریشن کے بعد

ٹانکے لگا دیے گئے۔ لیکن ٹانکے مندمل نہ ہوئے۔ ڈاکٹر جدید ٹیکنالوجی آزما چکے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا بیٹھے حتی کہ سرجیکل کے سپیشلسٹ بریگیڈیئر پکار اٹھے۔ مولانا اب تو کسی اللہ والے سے دعا کرائیں۔ اسی دوران میری اہلیہ مسلسل ادویات' انجیکشنز' دوا دارو اور ٹونے ٹوٹکوں اور آپریشنز سے دماغی توازن کھو بیٹھی۔ میو ہسپتال میں زیر علاج رہی۔ ماہر امراض دماغی جناب ڈاکٹر رشید صاحب سے پرائیویٹ علاج کرواتے رہے اور کچھ آرام نصیب ہوا'

جناب! یہ کہانی سال دو سال کی نہیں بلکہ مسلسل اٹھارہ سال کے طویل و کربناک عرصہ کی ہے اب تو یہ حالت ہوگئی۔ کہ میری رفیقۂ حیات کے لئے اٹھ کر بیٹھنا ناممکن ہوگیا۔ دو چار گھونٹ چائے کے سوا کچھ کھانا پینا ہی بھول گئی' خدائے ذوالکرم والا حسان کے حضور دست بدعا رہتا کہ اے کرم گستر مالک! میرے حال پر رحم فرما:

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے

## منزل کا تعین

سی ایم۔ ایچ لاہور میں داخلے کے دوران ایک مشہور زمانہ فن کار اور سنگر عالم لوہار مرحوم کی بیٹی کینسر کی مریضہ نے میری اہلیہ کو بتایا کہ حیدر آباد اور ٹھٹھہ کے قریب ایک مزار ہے۔ حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کا وہاں ہر مرض کا علاج ہوتا ہے اس دروازے پر جانے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ پوچھا پھر تم وہاں کیوں نہیں گئیں۔ ملٹری ہسپتال لاہور میں کیوں آبسی

ہو۔ کہنے لگی۔ میرے شوہر ملٹری آفیسر ہیں انہیں چھٹی نہیں ملتی۔ ان کے اصرار اور تعجیل نے مجبور کر دیا' اور صاحب مزار کی اجازت کے بغیر آگئی۔ ویسے مجھے بھی وہیں سے آرام آیا تھا۔ لیکن چونکہ بغیر اجازت کے آگئی ہوں اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ صاحب مزار ناراض ہوگئے ہیں۔ اس لئے شاید اب ٹھیک بھی نہ ہوسکوں اور وہی ہوا۔ چند دنوں بعد وہ ہسپتال ہی میں انتقال کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عالم لوہار کی بیٹی تعلیم یافتہ اور صاحب ثروت گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی گفتگو میں ٹھہراؤ' متانت اور سنجیدگی اور یقین کی اتنی گہرائی تھی کہ ہمیں شاہ بھیق کے مزار کی جستجو ہونے لگی۔ لیکن یہ فکر دامن گیر رہتی کہ وہ مریض جو سٹریچر کے بغیر ادھر ادھر لے جایا ہی نہیں جاسکتا۔ سینکڑوں میل کی مسافت کیسے طے کرسکے گا۔ لیکن طلب کی اشتہا اپنے عروج پر تھی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے بس یہ بات دل میں سما گئی۔ شاید وہاں آرام و سکون کی خیرات مل جائے۔

## منزل کی طرف سفر

دفتر سے میں نے پندرہ روز کی چھٹی لی۔ حیدر آباد کے لئے سیٹیں مخصوص کرائیں اور چل دیئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی محسوس ہوا کہ حضرت شاہ بھیق رحمتہ اللہ علیہ کا تصرف شروع ہوگیا ہے۔

بے بسی میں رنج و غم نے مجھ کو بہکایا بہت
اک تصرف آپ کا ایسے میں کام آیا بہت

مولانا! حیرت انگیز بات' میری اہلیہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہیں؟ یہ کیا؟ اس

سے بڑھ کر حیرت یہ کہ ہر دس منٹ کے بعد دوا کا سہارا لینے والا مریض۔ دوا سے یکسر بے نیاز ہوگیا اور لاہور سے حیدر آباد تک کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور حیدر آباد اسٹیشن پر میری اہلیہ نے کیلے دیکھے اور طلب کئے۔ پھر مسلسل کھاتی چلی گئی' اور چھ کیلے کھا گئی اور ہضم بھی کر گئی۔ یہ کیفیت ہمارے لئے خوش کن ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن بھی تھی کہ کہاں برسوں سے کبھی کسی چیز کی اشتہا پیدا نہیں ہوئی اگر ہوئی تو کھا نہ سکی۔ کھا گئی تو وبال جان بن گئی۔ لیکن یہ کیا؟ کہ چھ کیلے ہضم کر گئی سبحان اللہ! واہ مولا تیری شان

حیدر آباد سے ٹھٹھہ پہنچے۔ ٹھٹھہ سے چوہڑ جمالی اور وہاں سے پندرہ میل دور حضرت صاحب کا وہ مزار مقدس ہے جو مرکز شفاء بیماراں' راحت قلب حزیں اور منبع جو دو سخا ہے۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ کراچی سے اسپیشل بسیں ہر روز بیسیوں کی تعداد میں آتی اور جاتی ہیں۔ یوں محسوس ہوا کہ میلہ لگا ہے لیکن معلوم ہوا کہ یہ روز کا معمول ہے۔ شہری آبادیوں سے دور بلکہ بہت دور۔ آمدورفت اور قیام کا یہ منظر وا قعتہ" ہمارے لئے حیران کن تھا

جھونپڑیاں اور کئی ایک کچے کوٹھے بنے ہوئے ہیں۔ حسب حال کرایہ پر حاصل کریں اور غنی کے در پر بستر جماویں۔ آستانہ عالیہ کے رجسٹر پر اپنا نام درج کروائیں تاکہ شفاخانہ شاہ بھیق میں آپ داخل ہو جائیں' اور علاج معالجہ شروع ہو جائے۔

## غنی کے در پر بستر جما دیا

ہم نے رجسٹر میں نام لکھوایا۔ کچھ نذرانہ پیش کیا اور ایک کمرہ لے کر رہائش پذیر ہوگئے۔ شاہ صاحب کا حکم ہے کہ ہر مریض حتی الامکان باوضو رہے۔ نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ تہجد کا خصوصا" التزام کرے۔ تہجد اور نماز فجر کے درمیانی آرام کے وقفہ میں خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ جیسا مریض ویسی دوا کسی سے کہہ دیا کہ جاؤ لسی پی لو آرام آجائے گا اور چھٹی۔ کسی کو سیب کھانے کو کہہ دیا۔ لیکن جو مریض پرانے ہوں ان کو وہاں آرام کرنا پڑتا ہے میری بیوی وہاں تین ماہ بیس دن رہی اور میں گاہے گاہے جا کر مل آتا رہا۔

## طریقہ علاج

اس عرصہ میں حضرت صاحب نے کئی بار کرم فرمایا۔ کبھی جبہ و دستار میں' کبھی کلاہ پہنے ہوئے اور گاہ گاہ فوجی وردی میں ملبوس بھی دیکھے گئے۔ آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہوگی۔ داڑھی نہیں نکلی' البتہ مونچھیں بھر آئی ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب بھی ہوتے ہیں۔ انجکشن دیتے ہیں۔ کبھی کمزوری کے' کبھی مرض کے۔ ہر دو انجکشنوں کے نشانات صبح علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں۔ اگر آپریشن کریں تو کالے دھاگے جیسے نشان بھی پائے جاتے ہیں' آستانہ کے قریب ایک نل سے پانی اور لنگر سے کچھ نہ کچھ ضرور کھانا ہوتا ہے۔ یہی انداز علاج ہے اور اسی طریقہ سے مریض شفا پاتے ہیں۔

## معمولات آستانہ

ہر روز بعد از نماز عشاء مزار مبارک کو بالاستیعاب غسل دیا جاتا ہے۔
سنا ہے کہ حضرت صاحب کے مزار کے ساتھ جو مزار ہے وہ ان ڈاکٹر صاحب کا ہے جو خواب میں آپ کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ اس مزار کو بھی غسل دیا جاتا ہے۔ آپ کے آستانے کے بالکل ساتھ ایک مائی صاحبہ کی بھی قبر ہے جہاں ہر وقت پردہ رہتا ہے اور کوئی مرد اس طرف نہیں جاسکتا۔ وہاں صرف مستورات جاتی ہیں۔ نماز پنجگانہ کے لئے ساتھ ہی ایک مسجد ہے۔ وہاں باقاعدگی کے ساتھ آذان و جماعت ہوتی ہے کوئی خلاف شرع حرکت نہیں دیکھی گئی۔

## تصرفات

آپ کے تصرفات میں سے جہاں ہر قسم کے مریض فیض پاتے ہیں۔ وہاں آستانے کے بازاروں اور دکانداروں پر بھی پورا کنٹرول ہے۔ شہر سے بہت دور اس چھوٹی بستی میں دنیا کا ہر میوہ ملتا ہے۔ ہر چیز خالص اور سستی ملتی ہے دکانداروں کا کہنا ہے کہ جو شخص ملاوٹ کرتا ہے۔ حضرت صاحب اس کی خوب خبر لیتے ہیں۔

ایک مریض کو حضرت صاحب کی طرف سے ایک نلکا لگوانے کا اشارہ ہوا۔ نل لگوا دیا گیا۔ اس کا پانی بہت کڑوا ہے لیکن اس نلکے کا پانی کینسر اور ٹی بی کے مریضوں کے لئے شفاء کلی کا ضامن ہے۔ ع

گر تجھ کو یہ باور نہیں تو خود بھی کر کر دیکھے لے

## رخصت

مریض کے تندرست ہونے پر خواب میں حسب معمول اجازت عطا فرماتے ہیں اگر کسی اشارے کی سمجھ نہ آئے تو وہاں چند ایک ایسے حضرات صاحب علم و تقویٰ موجود ہیں جو خواب کی تعبیر ارشاد فرماتے ہیں اور مریض اس تعبیر کی روشنی میں اپنی راہ متعین کرتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ میری اہلیہ کو حضرت صاحب نے خواب میں مرض کی ابتدا سے انتہا تک ایک فلم کی طرح سب کچھ دکھا دیا۔ جنہوں نے جادو کیا۔ جس طرح کیا۔ جس سے کروایا۔ وہ سب کچھ خواب میں دکھا دیا گیا۔ لیکن اس کمین گاہ پر نظر پڑتے ہی' کچھ اپنے اہل کرم سے آنکھیں چار ہوگئیں۔ اس لئے ان کے نام کے اظہار کی ضرورت نہیں' ہمیں آرام سے غرض تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ ان تیر چلانے والوں کے لئے دعاگو ہیں۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ میری اہلیہ اب بالکل تندرست و صحت مند ہیں۔ ادویات کا وہ تھیلہ جو ہم ساتھ لے گئے تھے' وہیں پھینک آئے ہیں۔ اس کے بعد کبھی کسی دوا کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سی۔ ایم۔ ایچ لاہور کے پتے کے آپریشن میں جو پتھریاں نہیں نکل سکی تھیں۔ وہ وہاں منہ کے راستے سات کنکریاں نکال دی گئیں۔ اب گھر کا ہر کام کاج خود کرتی ہیں۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب اکثر خواب میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اب چونکہ گھر میں آکر ان معمولات (باوضو رہنا' نماز کی پابندی' تہجد کے التزام) کا اہتمام نہیں رہا' اس لئے ان کے آنے جانے میں تاخیر ہونے لگی ہے۔ ہم ہر سال وہاں آستانے پر حاضری دیتے ہیں اور وہاں سے ہم دوسری دنیا کی طرح اب بھی فیض پاتے ہیں۔

سوانحی خاکہ

# حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ

**اسم گرامی :-** آپ کا اسم گرامی سید یقیق ہے۔ سید شریف الدین بخاری کے صاحبزادے ہیں اور سید عبداللہ شاہ بخاری اوچ شریف کے پوتے ہیں۔ تیرھویں پشت میں صحیح النسب حسینی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

**سلسلۂ نسب :-** سید یقیق بخاری بن سید شریف الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالحمید بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید حضرت امام محمد تقی بن سید امام موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت جعفر صادق بن حضرت امام موسیٰ محمد باقر بن سید زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

**ولادت باسعادت :-** آپ کی ولادت باسعادت نویں صدی ہجری 835ھ میں ہوئی۔

**تعلیم و تربیت :-** آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد سید شریف الدین بخاری اور آپ کے بڑے بھائی حضرت سید عبداللہ شاہ جلالی بخاری المعروف ٹلن شاہ رحمتہ اللہ علیہما نے فرمائی۔ مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا مظہر تھے۔ تلاش حق کی جستجو اور جذبہ صغر سنی ہی میں ودیعت ہوچکا تھا۔ ولایت تو آپ کی موروثی تھی۔ چھوٹی عمر ہونے کے باوصف آپ نے بڑے مجاہدے کئے اور منازل سلوک طے کیں۔ حتیٰ کہ پنجاب کی سرزمین کو بھی آپ نے اپنے قدوم

میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

**سندھ میں آمد:۔** سات سال کے عرصہ میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے اور چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ بھی پردہ فرما گئیں۔ جس کے بعد آپ کے پانچویں بھائی حضرت سلیمان شاہ بخاری نے آپ کو اپنے مریدوں کے ایک قافلے کے حوالے کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ آپ کو بحفاظت حضرت سید عبداللہ شاہ بخاری جلالی بابا کے پاس پہنچا دیں۔ حضرت جلالی بابا آپ کے بڑے بھائی تھے' جو اپنے والد مکرم کے حکم سے پہلے ہی تبلیغ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اوچ شریف سے ٹھٹھہ اور وہاں سے 35 میل دور چوہڑ جمالی میں ایک ویران و بیابان مقام پر اپنا مستقر بنا چکے تھے۔ یہیں آپ نے مستقل رہائش اختیار کرلی تھی۔ آپ کے ورود مسعود کی وجہ سے اس سرزمین کو حضرت شاہ ہقیق رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت شاہ ہقیق رحمتہ اللہ علیہ نے اس سرزمین میں قدم رکھا تو آپ کی عمر اس وقت سات سال تھی۔ یہاں آپ نے بارہ سال کی عمر تک دینی علوم کی تکمیل فرمائی۔ پھر مجاہدات و ریاضت کا آغاز ہوتا ہے۔

## سید علی ہجویری کے آستانے پر حاضری

سب سے پہلا مجاہدہ آپ نے جس مزار مقدس پر فرمایا' وہ برصغیر کی مشہور شخصیت جو ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما ہے یعنی حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ مبارک ہے۔ تین سال تک آپ یہاں چلہ کش رہے۔ جب آپ آستان فیض بار سے واپس ہوئے تو سرتاپا مجسمہ شفاء بن چکے تھے۔ جس پر بھی آپ کی نظر پڑتی فوراً" شفایاب ہو جاتا۔

داتا تیرے در پر پلتے ہیں دو عالم
ہم سے تو اک بچہ بھی پالا نہیں جاتا

## دست شفا

جب دست شفا کی شہرت بڑھی تو دور دراز کے علاقوں سے مخلوق خدا جوق در جوق آنے لگی۔ آپ کا ایک ذاتی باغ تھا۔ جس میں کئی قسم کے پھل ہوتے۔ آپ کی عدم موجودگی میں جو بھی آپ کے در اقدس پر آتا آپ کے باغ کا پھل کھاتا اور صحت یاب ہو جاتا۔ یتیموں بے نواؤں' بیواؤں اور مظلوموں کی امداد کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ پوری زندگی دکھی انسانیت کی خدمت میں گذری۔ حتیٰ کہ زندگی کی آخری سانس بھی ایک مظلوم دکھیا خاتون کی مدد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

## شادی سے شہادت تک

855ء کا زمانہ ہے اور غالباً" ماہ جمادی الاول کا نوچندی ہفتہ ہے۔ رات کا وقت ہے۔ حضرت شاہ ہقیق رحمتہ اللہ علیہ دولہا بنے بیٹھے ہیں۔ رسم نکاح ادا کی جانے والی ہے۔ آپ کی دلہن ہونے کا اعزاز حضرت میوں عثمان رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کو ملنے والا ہے۔ اسی اثنا میں قریب کے گاؤں کی ایک بیوہ خاتون چیختی چلاتی اور روتی ہوئی آتی ہے' اور فریاد کرتی ہے کہ ہے کوئی جو میرے لخت جگر اور جان سے عزیز تر بیٹے کو ڈاکوؤں کی گرفت سے آزاد کرائے۔ جنہوں نے سارے گاؤں کو لوٹ کر مزید رقم ہتھیانے کے لئے میرے بیٹے کو یرغمال بنالیا ہے۔ میری امداد کو پہنچو' اور دکھی کی دعائیں لو۔

آج غسیل الملا نکتہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی سنت و رسم کو ایک بار پھر زندہ کرنے کے لئے خاندان نبوت کے ایک چشم و چراغ

حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ انسانیت کی پکار سن کر اٹھتے ہیں اور بڑھیا کی امداد کو آگے بڑھتے ہیں۔ آپ اس گاؤں پہنچے جہاں ڈاکو ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ وہ آپ کی آمد کی خبر سن کر خوفزدہ ہوگئے۔ لوگ آپ کو مستجاب الدعوات سمجھتے تھے' یعنی یہ مشہور تھا کہ آپ جو دعا بھی اپنے پیارے خالق و مالک سے مانگتے ہیں' رب ذوالکرم والا حسان اس کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا۔ اگر آپ نے بددعا کردی تو ہم سب ہلاک ہوجائیں گے۔ کیوں نہ آپ کو آپ کے دعا کرنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے۔ نتیجتہ" انہوں نے گھیرا ڈال لیا' اور آپ کو رسم شبیری ادا کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ آپ کا سرتن سے جدا ہو کر بھی کلمہ شہادت الاپ رہا تھا' یہ کیفیت دیکھتے ہی راہزنوں کے خود اپنے دلوں پر ڈاکہ پڑ گیا۔ اور وہ سب کے سب نقد دل کا نذرانہ دے بیٹھے۔ وہ اور ان کی ساری بستی اپنے وجود ہندویت کو قتل کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را

یعنی

اپنے دامن کو کیا خون سے تر پھولوں نے
اک میرا دامن کانٹوں سے بچانے کے لئے

## مزار شریف

آپ کا مزار فیض آثار ضلع "ٹھٹھ" سے قریبا" 60 کلومیٹر دور ضلع "چوہڑ جمالی" اور موضع "لاڈیاں" کے درمیان ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ صدیوں سے یہ مزار فیض بار ہے' جو بھی آیا خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ خصوصا"

امراض جسمانی کے لئے تو کافی و شافی اور وافی شفاخانہ ہے۔ ہزاروں لاعلاج اور مایوس زمانہ مریض جب اس چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے انہیں مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر یقین محکم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور ان کی ظاہری بیماری کے ساتھ ساتھ روحانی پرورش بھی ان کے عقیدے کی پختگی کی صورت میں فرماتا ہے۔

سرزمین سندھ کے بہت بڑے ادیب، محقق، مورخ میر شیر علی قانع ٹھٹھوی اپنی مشہور تصنیف "تحفتہ الکرام" میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ یقیق بخاری کے مزار اقدس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے اور بیماریوں کے لئے شفاخانہ کرامت ہے۔ یہ مصنف بارہویں صدی ہجری 1140 ھ میں تولد ہوئے "مکلی نامہ"، "مقالات الشعراء" شہرۂ آفاق آپ کی تصانیف ہیں۔ اور تاریخ ادب میں ایک مقام رکھتی ہیں۔

"تحفتہ الطاہرین" کے مصنف شیخ محمد اعظم ٹھٹھوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب کے صہ 174 پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

> "کرامات آں بزرگوار بسیار و بے شمار است اہل امراض یک چلہ بزیارت وے مداومت نمایند واز ہر قسم کہ مرض باشد نجات می یابند"۔

یعنی ان بزرگوار کی کرامت بہت زیادہ اور بے شمار ہیں مریض (ایک چلہ) پابندی سے آپ کے مزار اقدس کی زیارت کرتے ہیں تو ہر قسم کے مرض سے نجات پاتے ہیں۔

یہ مصنف بارہویں صدی ہجری کے ہیں اور میر شیر علی قانع کے ہم عصر ہیں۔ علم ہیئت و تاریخ میں آپ کی کتابیں بڑی مقبول و معروف ہیں۔

راقم الحروف نے خود دو مرتبہ ان کے آستانے پر حاضری دی ہے۔ روحانی و جسمانی بیماروں کے شفا کے حصول کے لئے ایک جم غفیر ہوتا ہے۔

ندانم آں گلے خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ در ہر چمنے گفتگوئے او دارد

## مجرب روحانی نسخے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے **الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ** اللہ تعالیٰ اسے مصیبت' تکلیف اور دکھ سے ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ بلاء دین میں ہو' جیسے شراب' جوا' زنا وغیرہ تو یہ کلمات بلند آواز سے اسے سنا کر پڑھیں تاکہ اسے تنبیہہ بھی ہو اور عبرت بھی حاصل کرے اور اگر یہ تکلیف جسمانی ہو' جیسے جزام' چیچک یا کوئی اور تو خاموشی سے یہ کلمات ادا کرے تاکہ مبتلاء شخص شکستہ خاطر نہ ہو۔

امام بخاری' امام احمد' ترمذی ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے۔

أُعِيذُهَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ۔

حضرت عثمان ابن العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے ایک روز بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے شدید درد رہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جان لیوا ثابت ہوگا۔

حضور نے فرمایا درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو۔ پھر تین بار بسم اللہ الخ اور سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

تعارف

## حضرت مولانا محمد شفیع رضوی صاحب

## خطیب جامع مسجد محمدی نشاط کالونی۔ لاہور چھاؤنی

حضرت موصوف ہمارے اسلاف کی چیدہ شخصیتوں کے آثار میں سے ایک ہیں۔ عمر رسیدگی نے جہاں ان کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈالا' توانا و تندرست اور باہمت و باحوصلہ ہیں اور سعی وکاوش کے دھنی ہیں۔ وہاں ان کے ایقان' عشق حبیب اور تقویٰ و پرہیزگاری کو بھی مزید جلا ملی ہے۔ ابتدائی تعلیم مولانا سید حامد علی شاہ صاحب کے مدرسہ سرگودھا اور علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ انوار العلوم ملتان سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فیصل آباد سے دست بیعت ہوئے اور اکابرینِ امت میں سے عاشق رسول مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ اور مناظر اسلام مولانا عنایت اللہؒ سانگلہ ہل کی خدمت میں ایک وقت گزارا اور فیوض و برکات حاصل کیں۔ پھر روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ سات سال حاضری کا شرف حاصل رہا۔ مشرق وسطیٰ کے راستے حجاز مقدس تک پیدل سفر کیا۔ آپ کا فرمانا ہے کہ اس سفر میں ایسی ایسی شخصیات

سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا کہ ایک دفعہ مصافحہ کرنے پر ہفتہ بھر ہاتھوں سے خوشبو اور مہک آتی رہتی اور وہ لذت آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرے پر فرمانے لگے میں خود اس آستانہ عالیہ پر کچھ عرصہ رہا ہوں۔ میری درخواست پر چند واقعات چشم دید بیان فرمائے۔

## انٹرویو

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع رضوی صاحب نے ایک نشست میں فرمایا کہ میں سعادت زیارت حرمین شریفین کے لئے حرم کعبہ میں حاضر تھا کہ حاجی محمد ہاشم واہڑا صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ وہ سندھ میں ٹھٹھہ کے قریب حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے قریب رہتے ہیں۔ اس ملاقات میں حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے آشنائی ہوئی ان کی حیرت انگیز کرامات سن کر زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ حاجی محمد ہاشم واہڑا صاحب نے دعوت دی کہ آپ جب بھی پاکستان تشریف لائیں۔ ہمارے ہاں ضرور تشریف لائیں۔

سعادت حج سے واپسی پر میں حاجی صاحب کی دعوت اور اپنی دلی تمنا پوری کرنے کے لئے ان کے ہاں حاضر ہوا اور پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ خوئے دوست کچھ اس طرح دل میں سمائی کہ پھر جدا ہونے کی طاقت ہی نہ رہی۔ چھ سات سال وہیں قیام رہا۔ اسی قیام کے دوران کے مشاہدات اور معلومات کی روشنی میں حضرت شاہ یقیق رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

وہاں ایک رشیدی قوم آباد ہے۔ ان کا ایک آدمی اپنی والدہ کو لے کر

حاضر دربار ہوا۔ اس کی والدہ قریبا" اپاہج تھیں' وہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں کسی بیماری کی وجہ سے نچلا دھڑ بیکار ہوچکا تھا۔ سات روز قیام کے بعد رات کو قبلہ شاہ صاحب سے خواب میں ملاقات ہوئی' آپ نے فرمایا۔ اپنی والدہ صاحبہ کو پلہ مچھلی کی دم کھلاؤ' ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا "حضرت! پلہ مچھلی کا کہاں سے انتظام کروں؟" آپ نے فرمایا' قریبی بستی میں ایک وڈیرے کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے مہمانوں کے لئے پلہ مچھلی پکائی ہوئی ہے۔ ان کے ہاں والدہ کو لے جاؤ اور میری طرف سے پیغام دو۔

وہ شخص صبح اٹھا۔ والدہ صاحبہ کو کندھوں پر بٹھایا۔ اور اس وڈیرے کے پاس لے گیا۔ پوچھا۔ آج آپ نے کیا پکایا ہے؟ انہوں نے کہا پلہ مچھلی پکائی ہے۔ پھر اس نے سارا خواب کہہ سنایا۔ انہوں نے خوش آمدید کہا اور مائی صاحبہ کو پلہ مچھلی کی دم پیش کی' مائی صاحبہ نے وہ مچھلی تناول فرمائی۔ قریبا" گھنٹے بھر کے بعد مائی صاحبہ کے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور دیکھنے والوں نے ایک نیا معجزہ دیکھا' کہ وہ اپاہج خود اپنے قدموں سے چل کر اپنے گھر پہنچی۔

حضرت علامہ رضوی صاحب نے آستانہ حضرت شاہ بقیق رحمتہ اللہ علیہ کے ایک سجادہ نشین صاحب کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ سجادہ نشین حضرت خلیفہ غلام محمد اوٹھا رحمتہ اللہ علیہ غزالی دوراں علامہ شیخ الحدیث و القرآن سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم پلہ و ہم عصر بتائے جاتے ہیں۔ مولانا رضوی صاحب فرماتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں آستانہ پر ایک صاحب اپنے نابینا بیٹے کو لے کر حاضر ہوئے۔

اس کی بے چارگی دیکھنے کے لائق تھی۔ التجا و آرزو میں کئی روز بسر

ہوگئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص اب یہاں سے شفا کی دولت لے کر ہی جائے گا۔ نتیجتہً" ایک روز وہ خواب دیکھتا ہے کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب تشریف لاتے ہیں اور مریضوں کی ایک لمبی قطار ہے۔ اس قطار میں اس کا بیٹا بھی بیٹھا ہے حضرت قبلہ شاہ صاحب مریضوں کو دیکھتے ہوئے آرہے ہیں۔ لیکن اس کے بیٹے کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ سب مریضوں کو دیکھ کر پھر واپس تشریف لائے اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں انجکشن لگایا۔

صبح اٹھ کر دیکھتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بھی پہلے اٹھ کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے اپنے والد کو بتایا کہ ابا جان میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہی خواب جو اس کے باپ نے دیکھا تھا۔ اس کے لڑکے نے بھی سنایا باپ نے کہا بیٹا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے' بیٹے نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ ابا جان! اب میں دیکھ سکتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کی بات پر یقین نہ آیا۔ اس نے رومال اوپر کیا اور پوچھا' بتاؤ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا رومال ہے۔ پھر اس نے انگلیاں پوچھیں' وہ بھی بتادیں' پھر اس نے کہا۔ میرے آگے آگے چلو اور مجھے شاہ صاحب کے آستانے تک لے چلو۔ جب وہ اپنے باپ کو آستانے پر لے جانے میں کامیاب ہوگیا تو اس کے والد کو یقین ہوگیا کہ خدائے بزرگ و برتر نے اس کے بیٹے کو آنکھوں کا نور عطا فرما دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد شفیع رضوی صاحب نے فرمایا کہ میرے حرمین شریفین کے ہمسفر جناب حاجی محمد ہاشم واڈا صاحب نے اپنے ایک دوست کا تذکرہ بھی کیا جو بہت خوبصورت نوجوان تھا۔ لیکن بد قسمتی سے قوت مردمی سے محروم تھا۔ یہ راز صرف اس کی اپنی ذات تک محدود تھا' والدین نے پیہم انکار کے باوجود اس کی شادی کر دی۔ شادی کے بعد اس نامردی کے راز میں

اس کی بیوی بھی شریک ہوگئی۔ وہ بہت پریشان رہنے لگا اور اس پریشانی کا حل اس نے زیارت حرمین شریفین نکالا۔ اس نے سوچا کہ میں نے دنیا بھر کے اطباء اور ڈاکٹروں کے دروازوں پر ناکام دستک دی ہے۔ سنا ہے۔ جب انسان دنیا بھر سے مایوس ہو جائے تو ہادی انس و جن رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شفا پر حاضری دینے سے دولت شفا مل جاتی ہے۔ یہی سوچ کر وہ سعادت حج حاصل کرنے پہنچا۔ جب در والا شہہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچا تو عرض کی۔ مولا ؎

بے یار و مددگار جنھیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

اے میرے آقا۔ دنیا جہاں کے غم دور کرنے والے مولا۔ میری پریشانی دیدنی ہے۔ رحم فرمایئے۔ حاجی محمد ہاشم واہڈا صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لئے دارالشفاء تمہارے اپنے علاقہ کے بزرگ شاہ بھقیق کا آستانہ ہے وہاں چلے جاؤ' تمہیں وہیں سے شفا ملے گی۔ جب وہ حج کی سعادت کے حصول کے بعد واپس لوٹے تو حضرت شاہ بھقیق رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی میں مصروف تھے کہ چھت سے مصری کی ایک ڈلی ان کی جھولی میں آگری۔ انہوں نے اس مصری کو تناول کیا۔ بس اس کے کھاتے ہی قوت مردمی کے سوتے جاگ اٹھے' خدائے بزرگ و برتر نے انہیں شفاء کلی سے نوازا' اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے ہاں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور یہ گھر خوشیوں کا گہوارہ ہے۔

ایک سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ کیا یہ شفا انہیں آستانہ سرور

کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مل سکتی تھی؟ انہیں حضرت شاہ بقیق رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر کیوں بھیجا گیا؟ تو اس کا جواب سیدھا سا ہے کہ منبع جودو سخا اور شفا تو بے شک وہی ہے۔ لیکن مختلف مقامات پر اس کی برانچیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر ان برانچوں کی طرف خود صاحب مرکز توجہ مبذول نہیں کروائے گا تو اور کون کرائے گا؟

ماہنامہ "آئینہ" لاہور کے ایڈیٹر جناب محمد امین شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک شمارے میں اور انقلاب حقیقت کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حافظ صاحب زیارت حرمین کے لئے حاضر ہوئے اور بارگاہ نور خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آنکھوں کے نور کے لئے درخواست گذار ہوئے۔ آپ نے خواب میں فرمایا تمہیں ہندوستان میں لاہور کے قریب شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد (رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاں سے شفا ملے گی۔

حافظ صاحب بعد از فراغت حج بیت اللہ جب ہندوستان پہنچے تو راستہ پوچھتے پوچھتے رات کے وقت شرقپور شریف پہنچے۔ سوچا' بے وقت حضرت صاحب کو پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ رات کہیں بسر کرلیتے ہیں۔ صبح آپ کی خدمت میں سلام عرض کریں گے۔ انہوں نے رات کاٹنے کے لئے شرقپور شریف کے مشرقی دروازے کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔ جب سحری کا وقت ہوا۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے آواز دی۔ بھائی صاحب! باہر دیکھیں' پوہ پھوٹ گئی ہے حافظ صاحب نے جواب دیا۔ جناب میں اندھا ہوں۔ دیکھ نہیں سکتا۔ آپ خود اٹھیں اور باہر جھانک لیں۔ اس جواب پر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر پکارنے والے نے پکارا کہ بھائی صاحب باہر دیکھیں تو پوہ پھوٹ گئی ہے۔ یعنی صبح صادق طلوع ہوگئی ہے۔

حافظ صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ آواز دینے والے اٹھے' اور حافظ صاحب کو ساتھ لے کر مسجد کے صحن میں آئے اور کہنے لگے دیکھو صبح صادق طلوع ہوگئی ہے یا نہیں۔ درحقیقت حافظ صاحب کی اپنی صبح صادق طلوع ہوچکی تھی انہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آرہا تھا۔ وہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا دلفریب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شفاخانہ شرق پور شریف سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ کی دعاؤں کے طفیل حافظ صاحب کو آنکھوں کی بینائی عطا فرما دی تھی۔

گویا اس شخص کو بھی شفاخانہ شاہ بقیق رحمتہ اللہ علیہ کی نشاندہی کرنا حضور صاحب علم و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی برانچ کی نشاندہی تھی۔ یہ شفاخانے مختلف مقامات پر کھلے ہوتے ہیں۔ جن سے دنیا فیض یاب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شفاخانوں کی شفا کے فیوض کو عام کرے۔

مستی میں آکر جو تیری ہستی کو پھونک دے
ایسا دیار فقر میں کامل تلاش کر

اسی طرح کی ایک اور زندہ حقیقت سے انکشاف بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ایک روز نوائے وقت کی ایک اشاعت میں پڑھا کہ پروفیسر مرزا محمد منور صدر شعبہ اقبالیات پنجاب یونیورسٹی لاہور کی تقرری سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے۔ یہ انکشاف باعث حیرت و استعجاب بھی اور وجہ مسرت و انبساط بھی تھا۔ مجھے مرزا صاحب کی تلاش رہنے لگی کہ میں اس خوش نصیب کی خود زیارت کروں۔ اس لئے کہ دنیا تو نوکری کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے' لیکن وہ کون خوش نصیب ہے جس کی نوکری کا انتظام خود میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اس خوش نصیب جوہر کامل کی تلاش میں تھا کہ ایک روز فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید ہائی سکول' آراے بازار لاہور چھاؤنی کی جماعت دہم کے ایک سیکشن کو پڑھا رہا تھا۔ دوران تدریس کسی موضوع پر تقریر لکھنے کا تذکرہ ہوا تو ایک طالب علم' انجم ضیاء نے کہا کہ ہمارے ایک کرایہ دار پروفیسر ہیں میں ان سے لکھوالوں گا۔ نام پوچھا تو کہنے لگا۔ شاید ان کا نام مرزا محمد منور ہے رات گئے تک لکھتے پڑھتے رہتے ہیں۔ بہت بڑے بڑے لوگ ان سے ملنے آتے ہیں۔ لیکن کسی شخص کو زیادہ وقت نہیں دیتے۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ جس شخص کی مجھے تلاش ہے وہ وہی ہو۔ میرے ذہن میں ایک تصور تھا کہ وہ شخص بڑی عالی شان کوٹھی میں رہتا ہوگا۔ بڑے کروفر کا مالک ہوگا۔ لیکن میرے ذہن کی رسائی یہاں تک نہ تھی کہ جن کا انتخاب محبوب خدا کرتے ہیں۔ وہ خدا مست تو تخت سکندری پر تھوکتے بھی نہیں۔ شاید کسی ایسے ہی عظیم انسان نے کہا ہوگا۔

پیرس جئے ہزاراں جے شہر ہوون میں مدینے دی جھوک تو واردیواں
میرے آقا میں تاج سکندری نوں تیری جتی دی نوک تو وار دیواں

خیر! وقت کا تعین کرکے حاضر اقدس ہوا۔ سادے سے کپڑے پہنے ہوئے ایک کلین شیو باوقار شخصیت سامنے تھی۔ ہر طرف بکھری ہوئی کتابیں ذہن کی ہمہ جہت رسائی کی غماز تھیں۔ انجم اپنے گھر سے چائے اور ساتھ کھانے کو بہت کچھ لے کر آگیا۔ گفتگو کا آغاز ہوچکا تھا۔ تعارف کے بعد چائے کا آغاز ہوا چاہتا تھا کہ میں نے سوال کر دیا کہ حضرت محسن اعظم رہبر انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تقرری کا کیا واقعہ ہے۔ اس دلنواز و دلپذیر ذکر سے یاد محبوب اور ذکر حبیب سے آنکھوں کی جھولیاں موتیوں سے بھر گئیں اس دولت عظیم سے مالا مال ہو کر آنکھوں کی جھیل سے بنتی

ہوئی آبشار کے حسن میں ہم یوں گم ہو کر رہ گئے کہ تین گھنٹے صرف ہو گئے۔ چائے کی پیالیاں پینے والوں کے لبوں کو مس کرنے کو ترستی رہ گئیں۔ چائے کے جذبات کی گرمی کی شدت کم ہوتے ہوتے حسرت زدہ جذبات کی طرح یخ بستہ ہو گئی۔ دیوانۂ نام محمد کے دل، دماغ، سوچ فکر بلکہ جسم و روح کے انگ انگ میں عشق مصطفےٰ سے اجالا ہونے لگا۔ باہر طوفان برگ و باراں بھی اچانک جوبن پہ آگیا۔ طوفان کو اچانک طوفانی دورہ کی کوئی ضرورت تو نہ تھی، لیکن وہ طوفان نہ تھا، رحمت باری جھوم جھوم اٹھی۔ ہواؤں نے اپنے زور سے درختوں کے پتوں کے مضراب کو چھیڑا اور کیف و مستی میں آکر لمحات کے ایک ایک حصہ کے بوسے لینے لگیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں بی اے کا طالب علم تھا۔ سرگودھا میں ایک پولیس آفیسر صاحب کے ہاں آنا جانا تھا۔ ایک روز ارشاد ہوا۔ منور محفل مشاعرہ منعقد ہو۔ میں نے چند احباب کو انکے گھر ہی میں جمع کر لیا آپ میر محفل تھے اور ایک مائی صاحبہ چائے تیار کرنے لگیں۔ شعرا نے اپنے کلام سے داد کا خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ کہ اچانک گویا ہوئے۔ ٹھہرئے ایک اعلان سماعت فرمائیں۔ "مرزا محمد منور پروفیسر گورنمنٹ کالج آف لائل پور" اعلان ختم ہوا۔ شروع کیجئے۔ شعراء نے اپنا سلسلہ کلام جہاں سے چھوڑا تھا۔ پھر شروع کر دیا، بات آئی گئی ہو گئی اور کسی نے بھی اس اعلان کی طرف بعد میں توجہ نہ دی اور نہ پوچھا کہ یہ اچانک کیسا اعلان ہے نہ آگے سے ربط نہ پیچھے سے تعلق۔

وقت کا تیز رفتار گھوڑا اپنے سفر پر جاری رہا۔ میں بی اے کے بعد اریگیشن میں بھرتی ہو گیا۔ پھر ایم اے کیا اور لائل پور "آج کل کے فیصل آباد) میں گورنمنٹ کالج میں سروس اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس

ریٹائرڈ پولیس افسر سے سر راہ ملاقات ہو گئی۔ بڑے تپاک سے ملے اور پوچھا منور کہاں ہو۔ میں نے کہا۔ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ چھوڑ کر آج کل لائلپور میں آگیا ہوں تو حیران ہو کر فرمانے لگے۔ اچھا۔ اس اعلان کی تعبیر اب ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ جناب کونسا اعلان؟ کہنے لگے تمہیں یاد ہے ایک روز محفل مشاعرہ کے دوران میں نے مشاعرہ روک کر اعلان کیا تھا۔ مرزا محمد منور پروفیسر گورنمنٹ کالج فیصل آباد" میں نے اپنے ذہن کے کسی کونے سے اس اعلان کو تلاش کر ہی لیا اور اثبات میں سرہلایا۔ تو فرمانے لگے۔ یہ اعلان میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے سنا تھا اور اسی وقت مشاعرہ روک کر اعلان آپ کو سنا دیا۔ الحمد للہ! یہ کام مکمل ہوا۔

کچھ عرصہ بعد مجھے ان بزرگوں کا خط وصول ہوا کہ تمہاری تقرری مری میں ہو رہی ہے۔ لہٰذا ذہنی طور پر تیار رہو۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک صاحب شعبہ اردو کے انچارج تھے جو اکثر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف زہر اگلتے تھے۔ پاکستان بنانے والوں کے جذبات ابھی تازہ تھے۔ نوجوان نسل ابھی اس کیفیت درد سے محروم نہیں ہوئی تھی۔ ایک بچی نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ جس اقبال کا تذکرہ آپ کرتے ہیں وہ اقبال کون ہے؟ ہمارے پروفیسر صاحب جس اقبال کے متعلق لکھواتے ہیں وہ کون ہیں؟ اس کے والد نے بچی کی کاپی دیکھی تو سر پکڑ رہ گئے۔ ان کی گورنر پنجاب نواب ملک امیر محمد خان مرحوم تک رسائی تھی۔ وہ کاپی لے کر نواب صاحب تک پہنچ گئے۔ وہ بھی تڑپ کر رہ گئے۔ انہوں نے اس پروفیسر صاحب کا تبادلہ فورا" بہاولنگر کر دیا۔ اور یہ جگہ خالی ہو گئی۔ جسٹس کیانی مرحوم ان دنوں کسی میٹنگ میں مری گئے ہوئے تھے اور سیکرٹری تعلیم سے گفتگو کے دوران ان سے کہنے لگے۔ یار لاہور جگہ

خالی ہو گئی۔ ہمارے ایک دوست ہیں۔ مرزا محمد منور پروفیسر گورنمنٹ کالج لائلپور۔ ان کو لاہور ٹرانسفر کر دو۔ وہ مان گئے اور مجھے ان جملہ امور کی کوئی خبر نہ تھی۔ اتنے میں ان ریٹائرڈ پولیس آفیسر صاحب کا سرگودھا سے پھر خط آ گیا تمہارا مری کے بجائے لاہور تقرر ہو گیا ہے فوراً" سامان باندھ کر تیار ہو جاؤ۔ میں حیران بھی تھا اور خوش بھی ............... مانگے ملے نہ بھیک

لاہور ٹرانسفر ہو گئی۔ اقبالیات اور اردو کا شعبہ تھا۔ دو تین ماہ بعد ایک روز حمید نظامی مرحوم مل گئے۔ علیک سلیک کے بعد جب انہیں خبر ہوئی کہ میں لاہور آ چکا ہوں تو فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے۔ اقبال مرحوم نے کہیں اوپر سے تمہاری ٹرانسفر کرائی ہے۔

یہ وہ معاملات اور واقعات ہیں جن کی بناء پر مجھے یقین کامل ہے کہ میری سرپرستی خصوصاً" میرے آقا و مولا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ اور ان جیسے ہزاروں حالات و واقعات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس شخص کو حضور کا فرمانا کہ تمہارا علاج حضرت شاہ بھیق رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے۔ کوئی ناقابل یقین بات نہیں بلکہ عین حقیقت حال اور فطرت خداوندی کے موافق ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب رضوی مدظلہ العالی نے اپنا ایک چشم دیدہ واقعہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک گھرانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ حضرت شاہ بھیق رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر آکر بیٹھ جاتے۔ جب تک حضرت صاحب کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملتا۔ وہ اٹھ

کر نہ جاتے۔ آپ حق میں فرما دیں تو سبحان اللہ اور مخالفت میں بھی فرما دیں تو قبول کرتے ہیں۔

اس خاندان کے ایک نوجوان کو میں نے خود دیکھا۔ آستانہ پر حاضر ہوا اور کیپٹن بھرتی ہونے کے لئے درخواست گزار ہوا۔ آپ نے خواب میں ارشاد فرمایا تجھے بھرتی کر لیا گیا ہے۔ جب وہ گھر پہنچا تو انٹرویو کال آئی ہوئی تھی وہ شخص انٹرویو کے لئے حاضر ہوا۔ یہ بہت خوبصورت اور اونچا لمبا جوان تھا۔ افسر نے انٹرویو میں سوال کیا کہ صحرائی جہاز کسے کہتے ہیں ؟ دراصل صحرائی جہاز اونٹ کو کہتے ہیں۔ لیکن اس نے آفیسر کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ جناب آپ ذاتیات پر اتر آئے ہیں ( یعنی آپ نے مجھے اونٹ سے تشبیہ دی ہے ) آفیسر اس جواب سے بہت محظوظ ہوا۔ بڑے زور سے ہنسا اور اسے بھرتی کر لیا۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس آستانے پر نہ صرف پاکستانیوں کو ہر خطہ سے آتے دیکھا۔ بلکہ افریقہ ، ہانگ کانگ ، برما ، چائنہ ، ملائشیا اور بنگال سے آنے والوں کو بھی دیکھا ہے اور کثرت سے آتے دیکھا ہے۔ کوڑھی یعنی جذام کے مریضوں کو بھی شفا یاب ہوتے دیکھا ہے۔ اس علاقہ میں بے شمار سانپ ہیں لیکن حضرت صاحب کے علاقہ میں آج تک کسی کو سانپ نے نہیں ڈسا۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب آج کل زیادہ تر سوٹڈ بوٹڈ نظر آتے ہیں شائد اس لئے کہ ماڈرن زمانہ میں ڈاکٹر حضرات کی طرف قوم کی زیادہ توجہ ہے۔ اس لئے آپ نے بھی یہی انداز اختیار کر لیا ہے۔

( واللہ اعلم و رسولہ بالصواب )

# شفاخانہ

برائے

درد ِگردہ

# پیر دا کھارا

## تعارف

زینت القراء قاری العصر فخر اہل سنت حضرت مولانا قاری غلام رسول صاحب مدظلہ دنیائے اسلام میں ایک نامور شخصیت کے حامل ہیں۔ یہ شہرت انہیں قرآن پاک کے حوالے سے ملی ہے۔ عشق مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی زندگی ہے اور تلاوت قرآن پاک ان کی بندگی ہے۔

قاری صاحب موصوف نے قرآن پاک کی تعلیم کو صحیح تجوید و قرات کے ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ جب بھی دیکھا ہے اسی دھن میں مست دیکھا ہے جامعہ تجوید القران صدر بازار لاہور چھاؤنی ان کی ایک بہت پرانی درس گاہ ہے۔ اس جامعہ میں 1969ء میں ایک طالبعلم داخل ہوا۔ جو حفظ قرآن پاک کی دولت سے مالا مال تھا۔ لیکن قاری صاحب کی پرسوز قرات سے متاثر ہو کر تجوید و قرات کی تعلیم کے موتیوں سے اپنا دامن بھرنے آیا۔ اس کی طلب نہ جانے کتنی سچی تھی کہ طالب خود مطلوب کو پسند آگیا۔ مطلوب نے پہلے اسے اس کی طلب سے نوازا۔ پھر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مقدس اور پاک سفر کا ساتھی بنا لیا۔

اس طالب علم کا نام قاری احمد خان ہے۔ اس نے اپنا ڈیرہ جامعہ میں لگا لیا۔ 1971ء سے اب تک سینکڑوں حفاظ اور قراء ان کی شفقت سے جامعہ تجوید القرآن کے مرکز سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ جب دیکھو یہ عاشق کلام خدا دوسروں کو یہ دولت بانٹنے میں مگن نظر آتا ہے۔ میرے بیٹے حافظ محمد عامر چشتی جو اس کتاب کے لکھنے کا باعث ہوئے۔ ان کے حفظ کی ابتداء انہی کے دست کرم سے ہوئی۔

انٹرویو:

فرمانے لگے : میں بمقام اترا نزد قائد آباد تحصیل و ضلع خوشاب کا رہنے والا ہوں۔ 1962ء کی بات ہے۔ پیٹ میں ایک درد سا اٹھا۔ یہ درد نہ جانے کیا تھا۔ اس نے تڑپا کے رکھ دیا اور مسلسل چوبیس گھنٹے تڑپتا رہا۔ دیہاتی زندگی میں مسیحا کہاں ملتے ہیں۔ والدین نے ٹونے ٹوٹکے کئے۔ لیکن افاقہ نہ ہوا دوسرے دن کچھ افاقہ ہوا اور آرام آگیا۔ اب یہ درد ہر تین چار ماہ کے بعد ہونے لگا اور ہمیں بھی کسی ماہر ڈاکٹر یا حکیم کی تلاش ہونے لگی۔ آخر ایک حکیم صاحب کے نسخہ سے شدت میں افاقہ تو ہونے لگا۔ لیکن درد مکمل ختم نہ ہوتا۔ جب بھی درد اٹھتا دوا استعمال کرتے۔ شدت میں کمی آجاتی، اور وہ درد اپنی مدت دورہ ختم کر کے دوسرے دن خود عنقا ہو جاتا۔ اس درد کا سلسلہ پانچ سال تک جاری رہا۔ 1967ء میں کسی نے والد صاحب کو "پیرداکھارا" کا پتہ دیا۔ ہم للہ ٹاؤن سے ہوتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کے آستانے پر حاضری دی۔ دو رکعت نفل ادا کئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی کہ اے میرے مالک ! اس آستانے سے پیٹ کے درد، پتھری اور گردہ کی تکلیف سے آرام ابدی آجاتا ہے۔ میں حاضر ہوں۔ میرے مولا کرم فرما۔ ایک نیک اور بزرگ شخصیت کی عظمت کا صدقہ جو اسے تیرے دربار میں حاصل ہے۔ مجھے آرام و سکون عطا فرما۔ چشمے کے بہتے ہوئے کھاری پانی کو نوش کیا اور چلے آئے۔ 1967ء سے آج 1992ء آلگا ہے۔ نہ جانے وہ درد کہاں چلا گیا۔ اس ۲۵ - ۲۶ سال کے عرصہ میں میرے پیٹ میں کبھی بھی کسی قسم کا درد نہیں ہوا۔ میں ہر وہ چیز کھا لیتا ہوں۔ جس سے پیٹ کے مریض کو روکا جاتا ہے۔ اس کے باوجود مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ میرا یقین کامل ہے کہ یہ سب اس پیر کرم شاہ ٹوپی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا فیضان ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اگر اب پتھر بھی کھا لوں تو ھضم ہو جائے، لیکن درد نہیں ہوگا۔

# تعارف

## صابر جالندھری صاحب

غلام باری نام رکھتے ہیں۔ چونکہ صابر ہیں اور صابر ہی تخلص رکھتے ہیں۔ اس لئے اسم بامسمیٰ شخصیت کو لوگ صابر صاحب ہی سے یاد رکھتے ہیں۔ جالندھر سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور جالندھری کہلوانے لگے۔

بنک آفیسر ہیں لیکن افسری موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔ درویش بھی ہیں اور درویشی ہی میں دیکھا ہے۔ خوش خلق، ملنسار اور بامروت انسان ہیں۔ باصلاحیت نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں؟ آ جائے اگر کوئی تو پھر جانے نہ پائے۔" کے مصداق کوئی دامن نہیں چھڑا سکتا۔ فن شاعری میں دولت کمال عطا فرما کر چھوڑتے ہیں۔ عارف جلیل مرحوم جواں سال شاعر انہیں کا شاگرد، انہی کا بیٹا اور انہی کا دوست تھا۔ لجپالی ان کی خاندانی وراثت کا عطیہ ہے۔

صابر صاحب کے دادا جان بزرگوار عبدالعزیز صاحب کے چچیرے بھائی پیر طریقت رہبر شریعت خواجہ مولانا مولوی محمود یسین لدھیانوی ہیں جو آستانہ عالیہ درگاہ حضرت حافظ غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ بازار کیسریاں گوجرانوالہ شہر کے سجادہ نشین ہیں۔ نقشبندی سلسلہ میں سائیں توکل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔

صابر صاحب گلستان کالونی مصطفے آباد لاہور میں ایک چھوٹے سے کمرے میں انجمن سجائے رکھتے ہیں۔ فقیر کا ڈیرہ آباد ہے۔ خدا آباد ہی رکھے۔ شعراء ادیب اور حاجتمند آتے ہیں۔ مراد پاتے ہیں' چائے اور دیگر لوازمات سے محظوظ ہوتے ہیں۔

## انٹرویو

مجھے شعر کہنے کا سلیقہ نہیں۔ البتہ اگر کبھی شعری بھوت سر پر سوار ہو جائے تو پھر بے تکے شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا ہوں' ان بے تکے اور بے ترتیب اشعار کو ایک خوبصورت سانچے میں ڈھالنے کے لئے میں اکثر جناب صابر جالندھری صاحب سے نیاز حاصل کرتا ہوں۔ صابر جالندھری صاحب سے میری پہلی ملاقات نہ جانے کب ہوئی۔ لیکن جب ہوئی ایک مانوس پیار اور عقیدت کا عطیہ دے کر چلی گئی۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے
دیار دل میں بڑا احترام ہے تیرا

ایک روز انٹرویو کے لئے حاضر ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ میری اہلیہ کے گردے خراب ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ آپریشن سے ایک گردہ نکال دیا گیا۔ دوسرے گردے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ کہنے والوں نے کہہ دیا کہ اس کی بھی خیر مناؤ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ اشارہ سفر آخرت کی غمازی کرتا تھا۔ اگرچہ وہ وقت کسی سے نہیں ٹلتا۔ پھر بھی اہل محبت کی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ یہ ہنس ہمارے ہاں سے اڑ کر نہ جائے۔ اگر یہ اڑ کر چلا گیا تو چمن ویران ہو جائے گا۔ کاش یہ مریض صحت یاب ہو جائے اور چند روز اور اپنی دلنواز محبت سے نوازے۔ اسی تمنا پہ نظام کائنات قائم ہے۔ دنیا میں حکیم'

اطباء ، ڈاکٹرز ، دوا دارو اور مریض کی تثلیث قائم ہے تقاضائے فطری بھی یہی ہے کہ دنیا میں تا قیام قیامت اس تثلیث کا یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے۔

صابر صاحب نے بتایا کہ ہمیں کسی کرم فرمانے بتایا کہ اگر دوسرے گردے کو بچانا مقصود ہو تو آج سے ان حکماء اور اطباء اور ادویات کے چنگل سے نکلو۔ اگرچہ ان کے متعلق مولانا روم اپنی مثنوی معنوی میں ارشاد فرما گئے ہیں کہ :-

ایں حکیمان بدن دانشورند
از سقام تو زتو واقف ترانند

یعنی یہ جسمانی حکیم تم سے زیادہ تمہارے جسمانی امراض سے واقف و آشناء ہیں۔ لیکن ان سے بھی زیادہ با اثر شفا کی دولت بانٹنے والے روحانی شفاخانوں کے مالک ہیں - وہ جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں اور روحانی بیماریوں کا بھی۔

میرے لئے یہ انکشاف حیران کن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ دولت تو میرے گھر سے بھی بٹتی تھی۔ میں نے اپنے مشیر سے پوچھا۔ مجھے کس روحانی شفاخانے سے باخبر کر رہے ہو تو اس نے بتایا کہ یہ شفاخانہ ضلع جہلم میں " پیرداکھارا " ہے۔

ایک روز ہم اہل خانہ نے ایک گاڑی کا انتظام کیا۔ لاہور سے فیصل آباد گئے وہاں سے کچھ افراد کو ساتھ شامل ہونا تھا۔ ان کو ساتھ لیا اور خوشاب کے راستے " پیردا کھارا " پہنچے۔ یہ جگہ ضلع جہلم میں واقع ہے۔ اوپر پہاڑی سے ایک چشمہ بہتا ہے۔ مزار پاک کے قریب آکر چشمہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ کھاری پانی سے چند گھونٹ پانی نوش فرمائیں اور گردے پتھری

وغیرہ کے جملہ امراض سے شفا پائیں۔

ہم نے اس کھارے پانی سے اپنے اندر کے کھارے پن کو دور کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس پانی کے دو گھونٹ نے اتنی بھوک اور اشتہا پیدا کر دی۔ کہ ہمیں بار بار خواہش خورد و نوش ہونے لگی۔ اس لئے پیٹ کی بھوک کو مٹانے کے لئے خلاف معمول کئی بار کھانا کھاتے ہی بنی۔ اس دن کے بعد آج تک میری اہلیہ کا اکلوتا گردہ مسلسل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہے۔ بلکہ اب دوسرا مصنوعی گردہ لگوانے کے ارادے میں پچاس ہزار روپے جمع کروا بیٹھے ہیں۔ اور پچاس ہزار روپیہ مصنوعی گردہ کی پیوند کاری کے وقت ادا کیا جائے گا۔

دل چاہتا ہے کہ دنیا بھر کی دکھی انسانیت اور صحت کے بھکاریوں سے عرض کروں کہ اے بےچینو،اے بے قرارو، جن اللہ والوں کے آستانوں سے تم نے عدم اعتمادی اور بے اعتقادی کی وجہ سے منہ موڑ لیا ہے۔ ان کو چھوڑ کر غیروں کے دروازوں پر دست سوال دراز کرتے پھرتے ہو۔

حقیر جان کے جن کو بجھا دیا تو نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ڈاکٹروں کی ادویات کھا کر وقتی طور پر ایک مرض سے نجات پا لیتے ہو۔ لیکن ان ادویات کی بدولت دیگر بیسیوں امراض اژدھا کی صورت منہ کھولے ہوتے ہیں اور لاشعوری طور پر ان امراض کے اثرات ہمارے اجسام میں داخل ہو کر ہماری صحت کا بھی جنازہ نکال دیتے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ ڈال دیئے سائے ہم نے

صابر جالندھری صاحب اپنی کہانی سنا رہے تھے اور ان کے چہرے پر

یقین کی پختگی اور اعتماد کی اتنی گہرائی و گیرائی تھی جسے الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن نہیں۔ اسی دوران دس گیارہ سال پرانی ایک کہانی میرے ذہن کے کسی جھروکے سے جھانکنے لگی۔

ایک صاحب تھے چودھری رحمت علی صاحب۔ میرے ایک دوست شیخ محمد ادریس آسی صاحب ہیں وہ صاحب ان کے دوست تھے۔ خوش طبع و خوش مزاج انسان ادریس صاحب کے حوالے سے میری بھی ان سے شناسائی ہوگئی۔ وہ جب لاہور کاروبار کے سلسلہ میں آتے تو میرے غریب خانہ پر تشریف لائے بغیر واپس نہ جاتے۔

چودھری رحمت علی صاحب پنڈی بھٹیاں کے رہنے والے ہیں۔ پٹواری خاندان سے ہیں۔ اور کپڑے وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ پنڈی بھٹیاں لاہور سرگودھا روڈ پر سکھیکی اور چنیوٹ کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ یہاں سے ایک سڑک حافظ آباد کے راستے گوجرانوالہ جاکر ملتی ہے۔

ایک روز برسبیل تذکرہ کہنے لگے۔ میں اہل حدیث عقائد کا حامل ہوں ' اور اپنے عقائد پر شدت کی حد تک اعتماد ہے۔ میرے گردے میں پتھری تھی جب یہ درد اٹھتا تو تڑپا کے رکھ دیتا۔ اسی طرح ایک بار تڑپ رہا تھا کہ کسی صاحب نے کہا "پیرا کھارا" چلے جاؤ۔ انکے چشمے سے پانی پیو۔ آرام آ جائے گا میرے دل کو یہ مشورہ اچھا نہ لگا۔ میں نے ہوں ہاں کر کے ٹال دیا کہ:۔

ایک خوابیدہ منیت کے پرستار ہو تم
ایک تابندہ حقیقت کا طلب گار ہوں میں احمد ندیم قاسمی

بات تو آئی گئی ہوگئی۔ لیکن درد بڑھنے لگا۔ شدت درد کی وجہ سے میرے عقائد کی مضبوط دیوار میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ اور آخر ایک روز

مجھے میرے دل نے " پیرداکھارا " جانے پر مجبور کر دیا۔ میں جب " پیرداکھارا " پہنچا اور وہاں چشمے سے پانی نوش جاں کیا تو چشتی صاحب درد گردہ میرا ساتھ چھوڑ گیا اور آج تک اس نے میری طرف دوبارہ منہ نہیں کیا۔ لیکن ایک اور میٹھا سا درد دے گیا ہے - وہ ان روحانی شفاخانوں کے طبیبوں سے عقیدت و محبت کا درد ہے۔

عشق بناء درد دل۔ حسن دوائے درد دل
دل ہے برائے درد دل۔ دل کا خدا بھلا کرے

اسی سلسلہ میں جناب راجہ رشید محمود صاحب ایم اے جن کا انٹرویو آئندہ صفحات کی زینت ہے۔ انہوں نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے متعلق انکشاف کیا۔ ان کے گردہ میں پتھری تھی۔ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی۔ کئی بار ہسپتال میں داخل کروایا۔ ایک دن آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ مرض اور مریض ہر دو کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہم نے آپریشن تھیٹر سے ہمشیرہ کو نکلوایا اور سیدھے کھارا پیر لے گئے۔ چشتی صاحب الحمد للہ ! ہماری ہمشیرہ مکمل طور پر اب صحت یاب ہیں۔ اور اب انہیں کسی ڈاکٹر یا طبیب کی ضرورت نہیں رہی۔

## درد سے نجات کا روحانی نسخہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بیمار ہوتے تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے ' اور اگر درد کی شدت ہوتی تو میں خود پڑھ کر دم کرتی ' اور بامید برکت ہاتھ پھیرتی ' ( رواہ الشیخان۔ ابو داؤد ' ابن ماجہ )

یعنی معوذات جملہ دردوں کے لئے باذن اللہ و باذن رسول صلی اللہ

علیہ والہ وسلم نافع ہے۔

معوذات یہ ہیں

سورۃ الفلق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**قل اعوذ برب الفلق ○ من شر ما خلق ○ و من شر غاسق اذا وقب ○ و من شر النفثت فی العقد ○ ومن شر حاسد اذا حسد ○**

سورہ الناس

**قل اعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ الہ الناس ○ من شر الوسوا س الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنتہ و الناس ○**

علامہ احمد الدیربی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب "فتح المجید" مطبوعہ طبع رحمانیہ مصر1338ھ ص 9 پر لکھتے ہیں۔

کہ بعض صالحین کا تجربہ ہے کہ اگر کوئی اپنے جسم کے کسی حصہ میں درد محسوس کرے - تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اور سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھے درد سے نجات مل جائے گی۔ انشاء اللہ یہ ایک مجرب علاج ہے۔ کلمات یہ ہیں۔

**اللھم اذھب عنی سوء ما اجد فحشہ بدعوۃ نبیک المبارک الامین المسکین عندک۔**

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے شدید درد رہتا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ جان لیوا ثابت ہوگا۔ حضور نے فرمایا۔ درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو! پھر تین بار بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھتے ہوئے دم کرو۔

**اعوذ باللہ و قدرتہ من شر ما اجد و احاذر**

صحیح مسلم میں حضرت سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ عیادت کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ پوچھا! جان عالم! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ فرمایا۔ ہاں۔ جبریل علیہ السلام نے یہ پڑھ کر دم کیا۔

**باسم اللہ ارقیک من کل شئی یوذیک من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیک باسم اللہ ارقیک۔**

## روحانی مداوا

حاجی محمد شریف صاحب۔ کرنال پلاسٹک ورکس پسرور روڈ گونہ خورد سیالکوٹ سے پانی کی بوتل دم کروہ تین دن پینے سے بھی درد گردہ کو آرام آ جاتا ہے۔

## درد گردہ کے لئے یونانی نسخہ

مغز کدو (ڈیڑھ تولہ)، مغز کھیرا (ڈیڑھ تولہ)، مغز خربوزہ (ڈیڑھ تولہ)، حب کاکنج (ڈیڑھ تولہ)، حجر الیہود (پندرہ تولہ)

باریک پیس کر کپڑ چھان کر لیں۔ 3 پاؤ خالص شہد گرم کر لیں۔ جب تار بن جائے تو اس میں یہ سفوف ڈال لیں۔ مریض کو ہر صبح 3 ماشے عرق سونف سے کھلائیں۔ انشاء اللہ آرام آ جائے گا۔ اور پتھری کا خصوصی طور پر نکاس ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

## روشنی

حضرت پیرداکھارا کا ذکر اس کتاب کے حوالے سے اتنی کثرت سے آ چکا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ جتنے لوگوں سے ملاقات ہوئی ان میں سے اکثریت کی گفتگو کی انتہا حضرت پیر کھارا پر ہوتی۔ دل میں آئی، حضرت پیر کھارا کے آستانہ پر حاضری دینی چاہئے۔ دسمبر 1987ء کے آخری ہفتہ کی تعطیلات میں جانے کا پروگرام بن گیا۔ الحاج اے ڈی اختر صاحب منڈی بہاؤ الدین میں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی پیش کش کر دی کہ آپ تشریف لائیں گے۔ تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے لیکن بدقسمتی سے 28 نومبر 1987ء کو صبح میری اہلیہ مختصر علالت کے بعد دار فانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر شہر خاموشاں کی جا باسی ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا

جنوری 88ء کے بالکل آغاز میں میرے پڑوسی جناب شوکت علی صاحب کے چچا جان عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہوئی کہنے لگے۔ چشتی صاحب! میں کافی عرصہ سے علیل ہوں۔ حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں نے مایوس کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرا ایک گردہ بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ اب یہ نکالے بغیر چارہ نہیں گردے کی نالی میں پتھریاں پھنسی ہوئی ہیں۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر ہیں۔ آپ کو شاید تکلیف نہ ہو۔ لیکن جوں ہی وہ اپنی جگہ سے سرکیں۔ ~~پھوڑے~~ میں پیپ پڑنی شروع ہو جائے گی۔ ڈاکٹروں کے اس تجزیہ کے بعد 13 جنوری 1988ء کو آپریشن کا پروگرام بن گیا ہے کہ یہ گردہ نکال ہی دیا جائے۔

راقم الحروف گردہ نکال دینے کی خوف سے ہی کانپ اٹھا۔ مجھے معاً کھارا پیر یاد آیا۔ میں نے عبدالحمید صاحب سے کہا کہ جب آپ ہر طرف

ہے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ بات آپریشن کرانے پر طے ہو گئی ہے تو ایک جگہ اور آزما لو۔ پھر میں نے کھارا پیر کا راستہ بتایا اور وہ آمادہ ہو گئے۔

13 جنوری 1988ء بروز بدھ ہی کا پروگرام بنا۔ اس سفر میں راقم الحروف بھی ہم رکاب تھا۔ راستے اجنبی ہوں تو مسائل الجھ جاتے ہیں۔ لیکن طلب صادق ہو تو کسی مسئلے کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ہم بذریعہ فلائنگ کوچ پہلے جہلم پہنچے۔ جہلم سے پنڈ دادن خان جانے والی بس پکڑی۔ مسافروں کی کثرت اور چھوٹی سی بس۔ جہلم سے جلال پور شریف تک ڈیڑھ گھنٹہ عبدالحمید صاحب نے کھڑے ہو کر سفر کیا۔ کچی سڑکیں۔ پتھریلا علاقہ۔ خشک پہاڑ، سبزہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ لیکن وہاں زندگی کہاں۔ لوگوں کی کسمپرسی پر ترس آتا رہا اور صبر و استقلال کے پیکر ہونے پر رشک بھی آتا رہا۔ کنڈکٹر محمد اکرام نامی کے پرخلوص و عقیدت کے رویہ سے بہت متاثر ہوئے۔

پنڈ دادن خان سے للہ شریف ٹاؤن بعد از عصر پہنچے۔ آگے کھارا پیر جانے کے لئے کوئی سواری نہ تھی۔ ایک ویگن والے نے ہماری بے چارگی اور مجبوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ساٹھ روپے کی آنکی اور اتنے ہی وصول کیے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کے دامن میں دو مزارات نظر آئے۔ بالکل سادے سے مزارات ہیں۔ دل میں آئی اور میں نے اپنے ساتھی سے بھی کہا کہ جس زمانے میں یہ لوگ یہاں آکر مقیم ہوئے وہ ہمارے لئے کتنا خوفناک ہوگا۔ اور ان کے لئے کتنا پرسکون یہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر صرف ایک کی یاد میں مصروف ہو گئے اور صرف اسی کے ہو کر رہ گئے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

لیکن خدائے ذالکرم والاحسان نے ارشاد فرمایا ہو گا۔ اے محمد کرم شاہ جو ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم ان کو بے نام و نشان نہیں رہنے دیتے۔

فاذکرونی اذکرکم تم نے ہمیں یاد کیا، یاد رکھا اپنی یادوں میں بسایا۔ اب ہم تمہیں یاد رکھیں گے، رکھوائیں گے، فلہذا ایک مخلوق خدا ان آستانوں پر حاضر ہوتی ہے اور اللہ تعالٰی نے اس بزرگ اور اپنے نیک بندے کے فیض کو جاری رکھنے کے لئے ایک بہانہ بنا دیا چونکہ اہل خرد کہتے ہیں کیوں جائیں ان مردوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ یہ تو مر کر مٹی میں مل گئے۔ اگر یہ کچھ کر سکتے ہوتے تو منوں مٹی کے نیچے کیوں دبے ہوتے۔ یہ خود اپنے آپ کو بیماری سے صحت مند کیوں نہ کر سکے۔ اب یہ لوگ بے بس ہیں۔ اللہ تعالٰی کے نزدیک سب برابر ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس لئے اے لوگو! ان کے پاس کیوں جاتے ہو؟ تو اللہ تعالٰی نے اپنے اہل اللہ فرزانہ سے اہل خرد کے لئے سامان مہیا کر دیا کہ یہاں بیماریوں سے شفا ملتی ہے آؤ اور آ کر شفا حاصل کرو۔ کئی اہل حدیث، وہابی حضرات نے یہاں سے فیض حاصل کیا اور معترف ہوئے۔ اور صرف اہل عشق اس لئے نہیں آتے ہیں کہ روحانی بیماری سے فیض پا کر اپنے دل کی دنیا بسا لیں۔ وہ بھی آتے ہیں اور یہ بھی آتے ہیں۔ اب ہر ایک کے لئے اللہ تعالٰی نے سامان بہم پہنچا دیئے۔

ہم وہاں پہنچے۔ وقت بہت قلیل تھا۔ پہاڑوں کے دامن سے ایک چشمے کا پانی کثیر مقدار میں تیزی سے بہتا ہوا مزار کے قریب سے گزرتا ہے لوگ اس پانی کو نوش جاں کرتے ہیں اور دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ہم نے ایک بوتل میں پانی لیا۔ خود بھی نوش کیا۔ پانی صرف کھارا نہیں سخت کڑوا بھی ہے۔ پھر دربار شریف کے اندر گئے۔ کچھ

پڑھا۔ صاحب مزار کو سلام کیا۔ چند لمحات میں روحانی کیف طاری ہونا اور یکسوئی پیدا ہو جانا' یہ صاحب مزار کی کرامات میں سے ہے اور ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ ہم جیسے ناکاروں کو اس سکون کی دولت سے نوازا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم میں نے اپنے ساتھی عبدالحمید صاحب کے لئے دعا مانگی کہ اے پروردگار اتنی مسافت سے اس بیمار کو کتنی تکلیفوں سے لے کر پہنچا ہوں۔ تو کرم فرما اور اس کو صحت و تندرستی عطا فرما مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ضرور شفا کاملہ عطا فرمائے گا۔

یہ مزار دس سال سے محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہے۔ ایک صاحب محکمہ اوقاف کی طرف سے بیٹھے ہوئے تھے جو تعویز کاٹ کر دے رہے تھے اور پانی کی بوتل میں ڈال دیتے تھے ہمیں ایک تعویز کمر پر باندھنے کے لئے دے دیا اور کہا کہ یہ پانی چند روز پئیں۔ بالکل آرام آجائے گا۔ ان کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا لیکن انہوں نے معذرت کر دی اور کہا کہ جی چاہے تو اس غلے میں کچھ ڈال دیں۔ جو محکمہ اوقاف کی طرف سے رکھا ہوا ہے۔

میں نے اس مختصر وقت میں ان صاحب سے کچھ باتیں معلوم کیں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان بزرگوں کا نام پیر کھارا نہیں بلکہ ان کا اسم گرامی پیر کرم شاہ ہے۔ لوگ پیر کرم شاہ ولی ٹوپی والی سرکار کہتے ہیں۔ آپ کے سر پر ایک خاص قسم کی خوبصورت ٹوپی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ سے ٹوپی والے مشہور ہو گئے۔ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملتان سے تبلیغ کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے تبلیغ کرتے اور اس جگہ پر آکر قیام فرماتے اور اسی جگہ وصال فرمایا آپ کو وصال فرمائے قریباً" تین صدیاں بیت رہی ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا۔ جو معصومیت کے زمانے ہی میں وصال کر گیا۔ جس کا مزار ان

کے قدموں میں ہے بے اولاد عورتیں آتی ہیں۔ اس پر آکر فاتحہ پڑھتی ہیں۔ اور اولاد کی نعمت سے جھولیاں بھرتی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا ایک داماد اور ایک بیٹی بھی تھی ان کے مزار بھی ساتھ ہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ باہر جتنے مزارات ہیں ان کے چاہنے والوں یا مجاورین و متوسلین کے ہیں۔

اس آستانے کا خصوصی فیض درد گردہ کی پتھری کے لئے اور بے اولاد عورتوں کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ریح کا درد۔ چنبل اور خارش کی نامراد امراض سے بھی شفا ملتی ہے۔

ڈرائیور نے بتایا کہ چیت کا پورا مہینہ لوگ اس قدر کثیر تعداد میں آتے ہیں کہ حدو شمار ممکن نہیں۔ بہار کے موسم میں لوگ آپ کے عرس میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ یہ عرس مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ ملک وال میں میرے ایک عزیز محترم محمد اسحاق صاحب جو ریلوے اسٹیشن ماسٹر (ریٹائرڈ ) ہیں ان کا کہنا ہے۔ للا ٹاؤن اور پیر دا کھارا کے اس چھوٹے سے اسٹیشن پر میں نے چیت کے ماہ میں ایک ہفتے میں ایک ایک لاکھ روپے کے ٹکٹ فروخت کئے ہیں اور یہ سلسلہ پورا چیت کا مہینہ جاری رہتا ہے۔ بسوں، لاریوں، ٹرکوں، ٹرالیوں، موٹر سائیکلوں اور پیدل آنے والے وفود اس سے مستثنیٰ ہیں۔

چیت کا مہینہ دیسی سال کا پہلا مہینہ ہے اور یہ ہمیشہ بہار کے موسم میں آتا ہے۔ قریباً" مارچ اپریل کا مہینہ ہوتا ہے۔

اس مرکز شفاء کے مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ پہاڑ کے بہت اوپر سے پانی کا ایک چشمہ بہتا ہے جو دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک حصہ پہاڑ کے اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اس کا پانی شیریں ہے۔

یہی پانی اس سارے علاقہ کے باسیوں کو ملتا ہے اور چشمے کا ایک حصہ پہاڑوں کے اندر سے اپنا راستہ بناتا ہوا مزار اقدس کی مشرقی پہاڑ سے ہو کر گزرتا ہے ' اور یہ پانی کھارا ہے ' بلکہ سخت کڑوا ہے۔ اس کی وجہ یقیناً" صرف یہی ہے کہ یہ پہاڑ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا سلسلہ ہے جس میں نمک کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ پانی نمک کے اس حصہ سے ہو کر گزرتا ہو گا جس کی وجہ سے یہ کھارا ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی کھارا پن ہی گردوں کی پتھری کے لئے شفا کا باعث ہو تو یہ چشمہ بہتے بہتے بہت دور دریائے چناب میں جا گرتا ہے۔ یہ پانی جہاں جہاں سے گزرتا ہے۔ وہیں وہیں سے پیا جائے اور اس سے شفاء ہونی چاہئے ' لیکن ایسا نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ لاکھوں ' کروڑوں کی تعداد میں مخلوق خدا اس چشمہ سے فیض یاب ہو چکی ہے۔ ہمارے ملک کے مستند اطباء حکیم ' وید اور ڈاکٹرز اس پانی کا تجزیہ کیوں نہیں کرتے۔ اس مقدار سے ان نمکیات کا جائزہ لیا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ ہر شفا خانے۔ ہسپتال اور ڈسپنسریوں میں استعمال کو آسان نسخہ تلاش کر لیا جائے۔ لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا۔

پھر تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ عقل نکتہ چیں کہتی ہے کہ یہ صرف اوہام پرستی ہے۔ قبر پرستی ہے۔ جہالت ہے ' بدعت ہے ' شرک ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ان جملہ امور کے باوصف ہزاروں اشخاص موجود ہیں۔ جنہوں نے یہ پانی پیا اور اس کے بعد پندرہ پندرہ سال تک بیت گئے اور دوبارہ درد نہیں ہوا۔

وہ تمام جرثومے جو ہسپتالوں میں ' انجکشنوں۔ کیپسولوں ' گولیوں کے کھانے سے ختم نہ ہوئے بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی۔ جبکہ یہ پانی

پینے سے پتھری، کنکر اور دیگر ہر قسم کے درد شدید سے نہ صرف نجات مل جاتی ہے۔ بلکہ اس کے بعد درد کا ہلکا سا احساس بھی نہیں رہتا۔ آخر کیوں۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ فیض اس اللہ والے کے قدموں کا ہے جن کے مزار کو خدائے لم یزل نے مرجع خلائق بنا دیا۔ میں جب دیکھنے کے لئے وہاں پہنچا۔ تو اپنے ساتھ محترم عبدالحمید سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ساری دنیا سے منہ موڑ کر دور پہاڑوں کے دامن میں خدا سے لو لگا بیٹھے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ لیکن خدائے مہربان نے ان کی اس خلوت نشینی کو جلوت نشینی میں تبدیل کر دیا اور فاذکرونی اذکرکم کی واضح تفسیر کھول کر سمجھا دی۔ اب دنیا لاکھوں کی تعداد میں حاضر ہوتی ہے اور فیض پاتی ہے۔

واللہ اعلم و رسولہ بالصواب

# تعارف

محترم عبدالحمید صاحب خوش خلق' خوش وضع اور خوش طبع انسان ہیں۔ قریباً ۴۵ ' ۵۰ کے پیٹے میں ہوں گے۔ سوامی نگر مکان نمبر ۵ گلی نمبرا لاہور میں تشریف رکھتے ہیں اور جاوید شوز فیصل مارکیٹ قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے نام سے کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے جاوید کی سوامی نگر میں ایک علیحدہ دکان ہے اور خوب اللہ کا فضل ہے۔

عبدالحمید صاحب سے میرا واسطہ میرے پڑوسیوں کی وجہ سے ہے' یہ میرے پڑوسی محترم شوکت علی صاحب ولد محمد شفیع صاحب کے چچا لگتے ہیں۔ ان کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں چونکہ ملنسار اور خوش خلق انسان ہیں اس لئے جب ملتے ہیں حسرتیں نکال دیتے ہیں۔ جنوری ۱۹۸۸ء کے بالکل اوائل میں میرے محلے دار جناب تاج محمد صاحب کے بچے کے سالانہ ختم قرآن پاک میں عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے اپنی تکلیف "درد گردہ" سے متعلق روئیداد سنائی اور کہا علاج کی انتہا آپریشن تک جا پہنچی ہے۔ فرمانے لگے ۱۴ جنوری ۱۹۸۸ء کو آپریشن کے لئے تاریخ مقرر ہو چکی ہے' دس ہزار روپے ایڈوانس کل جمع کروائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ پھر آگے جو کچھ ہوا وہ آئندہ صفحات میں بیان ہو گا کہ میں انہیں پیرداکھارا للا شریف ٹاؤن تحصیل خوشاب لے گیا۔

واپسی کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور عبدالحمید صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو بندہ ان کی دکان پر پہنچا اور صورتحال دریافت کی' وہ حیران بھی تھے اور خوش بھی انہوں نے جو کچھ فرمایا اس کی تفصیل درج ہے۔

## انٹرویو

# مشاہدہ

پیرداکھارا سے واپس آکر ایک ہفتہ بعد میں محترم عبدالحمید صاحب کی خیریت پوچھنے گیا تو عبدالحمید صاحب ولد حاجی غلام محمد صاحب فرمانے لگے چشتی صاحب قریباً آٹھ نو ماہ قبل میرے بائیں پہلو میں درد رہنے لگا' میں نے سمجھا کہ دکان پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے گیس کی شکایت ہو گئی ہے' لہٰذا علاج کروایا' چورن کھائے' دوائیں استعمال کیں۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اہل خانہ کے مجبور کرنے پر میں نے میوہسپتال لاہور سے رجوع کیا' ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب گردہ سپیشلسٹ سے آئی وی پی کروایا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ گردہ بالکل سکڑ چکا ہے اور گردے کی نالی میں پتھری ہے' جس پتھری کی وجہ سے گردہ مردہ ہو چکا ہے' یہ اپریشن کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد ڈاکٹر فاروق رسول صاحب کے ہاں "لاہور الٹراساؤنڈ" جیل روڈ لاہور گیا اور ان سے الٹراساؤنڈ کرایا' اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ گردے کی نالی میں پتھری ہے اور گردے کا فنکشن بالکل ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کا علاج آپریشن میں ہے۔ البتہ ڈاکٹر فاروق رسول صاحب نے مجھے ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب کے بجائے گردہ سپیشلسٹ جنرل ہسپتال جناب ڈاکٹر فرخ صاحب سے رابطہ کے لئے کہا میں وہاں پہنچا تو انہوں نے بھی تمام رپوٹیں دیکھیں اور دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا کہ گردہ ختم ہو چکا ہے اس کی

نالی میں پتھری ہے اس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر رکی ہوئی ہے اس وقت تک زندگی کی گاڑی چلتی رہی گی اور اگر خدانخواستہ وہ اپنی جگہ سے کچھ ادھر ادھر ہو گئی تو زندگی کو سخت خطرہ ہے' البتہ ایک آخری رپوٹ اٹامک انرجی کی ہوتی ہے وہ رپوٹ لے لیں تاکہ شائید مزید کوئی صورت نکل آئے۔

میں اٹامک انرجی والوں کے ہاں پہنچا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ ایک گردہ ۱۰۰ فیصد کام کر رہا ہے جبکہ دوسرا گردہ صرف ۱۵ فیصد کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر فرخ صاحب کہنے لگے کہ ۱۵ فیصد کام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا' اس لئے یہ گردہ بے کار ہو چکا ہے آپ اس کا آپریشن کروائیں۔

بندہ سخت ذہنی پریشانی کا شکار ہو گیا "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" اسی فکر اور پریشانی میں دکان میں بیٹھا تھا کہ ایک دوست آگئے' حال احوال پوچھنے لگے میں نے مایوسی کا اظہار کیا اور تمام صورتحال بتائی تو وہ مجھے ایک اللہ والے کے پاس لے گئے اور تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا حمید صاحب اپریشن نہ کرائیں تکلیف ہوگی آپ ۲۱ روز نہار منہ مولی استعمال کریں اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ میں نے مولی کھانا شروع کردی' لیکن ۲۱ روز بعد بھی تکلیف ویسی کی ویسی ہی تھی۔ میں نے ان بزرگوں سے حقیقت حال بیان کی تو انہوں نے فرمایا بیٹا میں پھر کہتا ہوں کہ آپریشن نہ کرائیں اور ساتھ ہی مجھے ایک تعویز گلے میں ڈالنے کے لئے دیا اور ایک حکیم صاحب کا پتہ دیا اور فرمایا کہ وہ حکیم تمہارے لئے جو دوا تجویز کریں وہ کھاؤ انشاء اللہ آرام آجائے گا۔

مرتا کیا نہ کرتا ایک عجیب الجھن کا شکار حکیم صاحب کے ہاں پہنچا حکیم صاحب مکھن پورہ میں اویسیہ دواخانہ کے نام سے مطب چلاتے ہیں۔

انہوں نے جو دوا ارشاد فرمائی میں نے کھانا شروع کر دی اور پانچ ماہ دوا جاری رکھی۔ لیکن تکلیف کہتی تھی نہیں' چکی کے اڑھائی پاٹ ہی ہوتے ہیں۔ اس سے کم و بیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب بھی پریشان ہو گئے مجھے ساتھ لے خود بزرگوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ اللہ والو ! اب کیا کروں یہ شخص میرے ہاں سے بھی ہزاروں روپوں کی دوا استعمال کر چکا ہے اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اب تو میری بدنامی ہو رہی ہے' فرمایئے کیا کیا جائے؟ میں نے بھی سخت مایوسی کا اظہار کیا۔ تو فرمانے لگے آپریشن کا تو کبھی بھی مشورہ نہ دوں گا نہ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آپریشن سے مسئلہ خراب ہو جائے گا' لیکن میرے اصرار پر فرمانے لگے اچھا جاؤ اللہ فضل کرے گا۔

حلقہ احباب بھی مصر تھا کہ آپریشن کرا لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایک بات یہ تھی کہ میں اتنی جلدی اتنی بڑی رقم فراہم نہیں کر سکتا تھا' اگرچہ اللہ کا فضل ہے اور کاروبار بھی سیٹ ہے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ان دنوں میرے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ دس ہزار روپیہ یکمشت ڈاکٹر کو آپریشن فیس بھی دوں اور اوپر جو خرچہ ہو وہ بھی برداشت کروں۔ اس بات کی بھنک میرے عزیزوں کو مل گئی دوست احباب اور رشتہ داروں نے پیسوں کے ڈھیر لگا دیئے کہ صحت کی فکر کرو پیسوں کی فکر نہ کرو۔ لہٰذا اللہ کے نام پر میں نے دوستوں اور احباب کے اصرار پر اور اللہ کے سہارے پر آپریشن کا فیصلہ کر لیا اور ایک دو روز میں ڈاکٹر صاحب کے پاس رقم جمع کرانے جا رہا تھا اور آپریشن کے لئے ۱۴ جنوری ۱۹۸۸ء کا دن بھی مقرر ہو گیا کہ چشتی صاحب آپ سے ملاقات ہو گئی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا' میں آپ کے مشورے کے مطابق اس آخری سہارے کو بھی آزما لینے پر آمادہ ہو گیا کہ جہاں اتنے دھکے کھائے

اور وہاں یہ دروازہ بھی کھٹکھٹانے میں کیا حرج ہے؟ لہٰذا ٹھیک ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء ہی کو جو کہ آپریشن کا دن تھا آپ کے ساتھ حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار "پیرداکھارا" کے روحانی شفاخانے میں داخل ہو گیا۔

ہنگ لگے نہ پھٹکڑی، رنگ بھی چوکھا آئے۔ نہ پیٹ چاک ہوا اور نہ رقم خرچ ہوئی، نہ حلقہ احباب کا ممنون منت ہوا، نہ اہل خانہ کے لئے پریشانی کا سبب بنا اور شاید آپریشن کروالیتا تو ان بزرگوں کے خدشات کیا تھے۔ خبر نہیں کیا ہوتا اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا وہاں آپ کے ساتھ پانی نوش کیا اور گھر بھی لے آیا آستانے پر بیٹھے ہوئے شخص کی ہدایات کے مطابق نقش بھی استعمال کر رہا ہوں۔ چشتی صاحب اللہ رب العزت نے اپنا خاص کرم فرمایا ہے اور شاید انہی بزرگوں کے قدموں کے نیچے جو چشمہ بہہ رہا ہے اس سے اس بیمار کو شفا مل گئی ہے۔

ہوا یوں کہ میں نے ایک ہفتہ وہ پانی پیا جو گھر لے آیا تھا اس کے بعد میں نے اٹامک انرجی والوں سے تسلی خاطر کے لئے رابطہ قائم کیا۔ اٹامک انرجی والوں نے اینگ گراف کے ذریعے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سکڑا ہوا مردہ گردہ جو پہلے ۱۵ فیصد کام کر رہا تھا آج ۹۵ فیصد کام کر رہا ہے۔ البتہ جب اس کی تین تصویریں لی گئیں تو اس میں اس کی وہی کیفیت ہے۔ لیکن اینگ گراف کہتا ہے کہ گردے نے ۹۵ فیصد کام شروع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان حیران تھے اور معلوم کر رہے تھے کہ یہ علاج کہاں سے کرایا ہے اور کونسی دوا استعمال کی ہے۔ تو میں نے بتایا کہ حضرت پیر کرم شاہ ولی کھارا پیر کے چشمے سے پانی پیا ہے۔ اس سے فائدہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر حضرات نے کہا اب آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں آپ گھر میں آرام کریں پتھری کا مسئلہ بھی شاید جلد حل ہو جائے گا۔

چشتی صاحب اب صحت کافی حد تک درست ہے گاہے گاہے ہلکا سا درد محسوس ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جائے گا۔

چشتی صاحب جنوری ۱۹۸۸ء اگرچہ میرے لئے بہت ہی نیک شگون اور خیروبرکت کا مہینہ ثابت ہوا ہے لیکن اس دوران جو چند اصحاب نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے یہ تکلیف بھی نہیں بھول سکوں گا۔ کوئی کہتا ہے کہ اب پانیوں پر گزارا ہونے لگا ہے' کوئی آوازہ کستا اب درباروں پر جانے لگے ہو' وہاں کیا ملے گا' کوئی ہانکتا پیسوں کی جھنڈی ہوگئی ہے' غرض بھانت بھانت کی بولیاں تھیں جو دکان پر راہ چلتے اور گھر پر اکثر سننی پڑتیں لیکن یقین کامل ہو تو یہ رکاوٹیں آیا ہی کرتی ہیں۔ اگر نہ آئیں تو ایمان کی پختگی کا یقین کیسے ہو۔ دراصل میرا دل یہ کہتا تھا کہ جس خالق و مالک نے ان ادویات میں شفاء رکھی ہے اسی بے نیاز رب نے ان بزرگوں کے چشمے میں بھی شفا رکھی ہے جب لاکھوں کروڑوں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس دروازے سے مایوس نہیں لوٹائے گا انشاء اللہ یقیناً اللہ نے میرے یقین کی لاج رکھی اور مجھے بھی شفا عطا فرما کر کرم فرمایا۔

ع ۔ اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

## تعارف

# محبوب احمد خان

" پیرا کھارا " حضرت پیر کرم شاہ ولی للا ٹاؤن تحصیل پنڈدادن خاں ضلع جہلم کے پانی پر جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیقات میں میرا ہاتھ بٹا کے یقین محکم کو ایک نیا رنگ بخشنے والے محبوب احمد خان بن نور الحسن لودھی صاحب خوش مزاج و خوش وضع ہیں اور خوش عقیدہ بھی۔ چالیس کے پیٹے میں ہیں۔

مکان نمبر 15، گلی نمبر 22 بیرون چوبچہ، مصطفےٰ آباد لاہور میں مقیم ہیں بی۔ ایس۔ سی ( آنرز ) اور ایم۔ ایس۔ سی کیمسٹری ہیں اور پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا لاہور میں ریسرچ افسر ہیں۔ ان کے تین بہت ہی پیارے پیارے چھوٹے بچے میرے ہاں مدرسہ چشتیہ فیض القرآن چشتیہ منزل مصطفےٰ آباد لاہور میں زیر تعلیم ہیں۔

موصوف خود بھی " پیرا دا کھارا " پر حاضری دے چکے ہیں۔ جن دنوں آپ پرپیریشن ڈویژن جوہر آباد میں ریسرچ آفیسر تھے۔ ان دنوں فارغ اوقات میں اللہ والوں کے آستانوں پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور لاہور ٹرانسفر کے لئے درخواست گزار ہوئے کہ حضرت بوڑھے والدین ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال بوڑھے والدین نہیں کر سکتے۔ مہربانی فرمایئے کہ کسی نہ کسی طرح لاہور ٹرانسفر ہو جائے۔ درخواست منظور ہو گئی۔ لاہور میں ایک نئی پوسٹ نکلی اور محبوب احمد خان صاحب کو لاہور بلا لیا گیا۔ لوگ

حیران تھے کہ یہ پوسٹ اچانک کیسے نکل آئی۔ کسی کو کیا خبر کہ خدا والے سائل کو مایوس نہیں کرتے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

خان صاحب پہلے واٹر کوالٹی لیبارٹری سکارپس مونیٹرنگ واپڈا کینال پارک مصطفے آباد لاہور میں تھے اور آج کل پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا آفس لاہور میں ہیں۔ "پیرا دا کھارا" سے لائے ہوئے۔ ہر دو پانیوں کا تجزیہ انہوں نے اسی لیبارٹری سے کرایا ہے۔ **و کان سعیکم مشکورا**

# سائنسی تجزیہ اور معجزات قدرت

روحانی شفاخانوں سے متعلق معلومات کے حصول کے دوران " پیرا کھارا " کا تذکرہ اس کثرت سے ہوا کہ اشتیاق دید سے بیقرار ہو کر طویل مسافت کی کوفت برداشت کر کے خود وہاں پہنچا اور حالات کا جائزہ لیا جو گذشتہ صفحات کی زینت بن چکا ہے۔ میرے ایک مہربان محبوب احمد خان صاحب جو پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا لاہور میں ریسرچ آفیسر ہیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے " پیرا کھارا " کے متعلق گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بھی وہاں جانے اور حضرت پیر کرم شاہ المعروف ٹوپی والی سرکار کی ایک کرامت کا ذکر کیا جس کا تذکرہ ان کے تعارف میں ہو چکا ہے۔ دوران گفتگو ان کے شعبہ ملازمت کے متعلق معلوم ہونے پر دل کی گہرائیوں میں تجسس کا ایک دوسرا انداز بیدار ہوتا ہوا محسوس کیا میں نے محبوب احمد خان صاحب سے کہا کہ خان صاحب یہ تسلیم کہ اس پانی میں حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں کے تصدق میں شفا موجود ہے۔ لیکن اگر آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور اس پانی پر تحقیق کر کے تجزیہ کیا جائے کہ اس میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں جو شفاء کے حامل ہیں۔ تو ہو سکتا ہے لیبارٹریز کے اس تجزیہ کے بعد ایک نیا نسخہ سامنے آ جائے اور دنیائے طب اس نسخہ سے فائدہ اٹھا کر دکھ اور کرب سے تڑپتی مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا جا سکے۔ یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوا کہ کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو روحانی شفاخانوں کی عظمت۔ تقدس اور انکے فیضان کو تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ضرور اس پانی میں کچھ ایسے اجزاء شامل ہوں گے جو شفا کا باعث بنتے ہیں

ورنہ ان مردوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ اگر واقعی یہی بات ہو اور ثابت بھی ہو جائے کہ اس مائع میں یہ اجزا شامل ہیں جن سے شفا ملتی ہے تو ہم اور ہماری طرح دوسری مخلوق خدا بھی اس عقیدے سے توبہ کرلے۔ اور حکیموں ' طبیبوں اور ڈاکٹروں سے التجا کی جائے کہ اللہ کے بندو! دنیا کو گمراہی سے بچاؤ۔ اس قسم کے مائع تیار کرو ' شفا بھی ملے ' دکان بھی چلے۔ اور دنیا غلط عقیدے سے توبہ بھی کرے۔

ان خیالات کے پس منظر میں میں نے محبوب احمد خان صاحب سے درخواست کی جو انہوں نے بطیب خاطر قبول فرما لی۔ بلکہ حتی الامکان مدد فرمانے کا وعدہ بھی کیا۔ اللہ انہیں سلامت رکھے )

انہی دنوں میرے ایک مہربان محمد ثقلین ولد محمد امین صاحب جو اندرون گمٹی بازار لاہور میں مقیم ہیں۔ وہ اپنے پیٹ کے درد کے سلسلہ میں میرے کہنے پر وہاں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ بندہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے ان کے ساتھ نہ جاسکا وہ اپنے ایک عزیز نوجوان کو ساتھ لے کر جانے والے تھے۔ میں نے ان سے پانی لانے کی درخواست کی۔ جو انہوں نے قبول کرلی۔ جب "پیرا کھارا" پہنچے اور وہاں سے پانی لانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ کون سا پانی لے جانا چاہتے ہیں میٹھا یا کھارا۔ یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نہ جانے چشتی صاحب نے کون سا پانی طلب کیا تھا؟ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ جلد ہی فیصلہ پر پہنچے اور دونوں پانی لے آئے۔

دراصل دو پانیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ اوپر پہاڑ پر پانی کا چشمہ ایک ہی ہے پانی بہنے کے بعد دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک پہاڑ کے بالائی حصہ سے سفر کرتا ہوا نیچے وادی میں آ جاتا ہے۔ یہ پانی میٹھا ہے اور وہاں کی آبادی عام طور پر یہی پانی استعمال کرتی ہے۔ جبکہ چشمے کے پانی کا دوسرا حصہ پھر پہاڑ

کے اندر سے راستہ بناتا ہوا۔ ٹھیک اس مقام سے باہر نکلتا ہے۔ جہاں حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ یہ پانی اپنے تیز بہاؤ کے ساتھ دربار کے مشرقی حصہ سے قریباً" دس پندرہ گز کے فاصلے سے گزرتا ہے۔ یہ پانی کھارا ہے۔ اور پتھری یا گردے کے مریض یہی پانی نوش جاں کرتے ہیں اور پیٹ کے کئی امراض سے شفا پاتے ہیں۔

یہ دونوں قسم کے پانی میں نے محبوب احمد خاں صاحب کو دیئے جو " واٹر کوالٹی لیبارٹری سکارپس مونیٹرنگ واپڈا کینال بنک مصطفٰے آباد لاہور میں لے گئے۔ چند روز کے بعد جب رپورٹ لے کر تشریف لائے تو کئی ایک سائنسی ٹرمز ایسی تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں کہ یہ خاکسار سائنس کا طالب علم نہیں ہے۔ میری درخواست پر اسے اردو زبان میں آسان کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ یہ ایک علیحدہ داستان ہے کہ زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم (کہ میرے یار کی زبان ترکی ہے اور ترکی مجھے آتی نہیں انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ سائنسی ٹرمز کو اردو میں آسان ترجمہ کرنے کے لئے بڑے بڑے آفیسرز نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ہمارے ماہرین نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔ اور اگر فرمائی ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ دقیق ہے دراصل ہمارے ملک میں سائنسی تعلیم کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ ہم سائنس اپنے طالبعلموں کو آسان زبان میں سمجھا نہیں سکتے۔ اس لئے بچے انگریزی ناموں اور ان کی تعریفوں کو رٹنے کے تکلیف دہ طویل عمل سے گھبرا جاتے ہیں اور آرٹس کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

بڑھ گئی بات، بات کچھ بھی نہ تھی۔ محبوب احمد صاحب کی چند روز کی محنت شاقہ کے بعد نہ جانے کس طرح اس کو کچھ نہ کچھ اردو زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک کامیاب کوشش

تھی۔ ان کی بیان کردہ تفصیل اصل رپورٹ کی وضاحت صفحات ذیل کی زینت ہے۔ اس رپورٹ کی فوٹو کاپی ملاحظہ فرمائیے تاکہ اس منزل کے راہی کو ترجمے کا سہارا لئے بغیر جائزہ لینے میں آسانی رہے۔ جو حضرات اس شعبہ سے ناواقف ہیں وہ اس طویل تفصیل کو سمجھے بغیر کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے، اس لئے محبوب احمد خان صاحب کی وضاحت یوں ہے۔

## ٹیسٹ رپورٹ کی سائنسی ٹرمز کا اردو ترجمہ

انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں پانی کے تجزیہ کے لئے دو معیار مقرر ہیں۔ ایک امریکی ہے جسے U.S.A سٹینڈرڈ کہتے ہیں اور دوسرے سٹینڈرڈ کو واپڈا سٹینڈرڈ کہا جاتا ہے۔ ہر دو سٹینڈرڈز پانی کی قسم کا تعین کرنے کے لئے تین قیمتیں مقرر کرتے ہیں۔ اگرچہ یو ایس اے سٹینڈرڈ کا معیار اور ہے اور واپڈا کا معیار اور ہے۔ تاہم تینوں معیاروں کے نام ہر دو سٹینڈرڈز میں ایک ہی جیسے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

یو ایس اے سٹینڈرڈ U.S.A . standard

نمبر 1 EC یعنی Electrical conductivity

جسے ہم اردو میں الیکٹریکل کنڈکٹوٹی لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

نمبر 2 SAR یعنی Sodium Adsorption Ratio

جسے ہم اردو میں سوڈیم ایڈز ارپشن ریشو لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

نمبر 3 RSC یعنی Residual Sodium Carbonate

جسے ہم اردو میں ریزیڈیول سوڈیم کاربونیٹ لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

اب ان تینوں کی تعریف ملاحظہ فرمالیجئے۔

نمبر 1 EC کی تعریف یہ ہے کہ محلل کی وہ طاقت جو محلول میں سے بجلی گزرنے کے لئے رکاوٹ بنے ای سی کہلاتی ہے۔ اس کی مقدار کا تعین 25

ڈگری سینٹی گریڈ پر مائکروموس پر سینٹی میٹر میں کیا جاتا ہے۔ جسے انگریزی میں یوں لکھا جاتا ہے۔

" Micromhos/Cm at 25°C "

نمبر 2 SAR سوڈیم کے سطحی جذب ہونے کے تناسب کو ایس اے آر SAR یعنی سوڈیم ایڈرارپشن ریشو کہا جاتا ہے۔

نمبر 3 RSC پانی میں موجود کیلشم + میگنیشیم سے زائد کاربونیٹ یا بائی کاربونیٹ کو آر ایس سی کہتے ہیں۔ جبکہ ان کی مقدار کا تعین ملی ایکولنٹ پریشر میں کیا جاتا ہے۔

$HCO_3^{1}$ -3    $CO_3$ 2    $Ca^{2+} + Mg^{++}$ -1

Mill equivalent / liter -4

ان تینوں معیاروں ، ان کی قیمت اور ان کی حیثیت ایک جدول کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔

یو ایس اے سٹینڈرڈ ایک خاکے کی صورت میں ،

| RSC | SAR | Ec | کیفیت و حیثیت |
|---|---|---|---|
| 0 -1.25<br>صفر سے ایک عشاریہ پچیس تک | 0-6<br>صفر سے چھ تک | 0 -750 صفر سے 750 تک<br>micro nhos/Cm at 2 5C | یوزایبل Usable<br>ہم اس کو اعلیٰ ترین پانی قابل استعمال برائے صحت و فصل کہہ سکتے ہیں |
| 1.25 -2.5 | 6-10 | 750 -1500 | مارجنل Marginal |

| RSC | SAR | EC | |
|---|---|---|---|
| ایک عشاریہ پچیس سے دو عشاریہ پانچ تک | چھ سے دس تک | سات سو پچاس سے پندرہ سو تک | یعنی درمیانہ پانی برائے صحت و فصل |
| > 2.5 | > 10 | > 1500 | Hazardous |
| یعنی دو عشاریہ سے پانچ تک | یعنی دس سے زیادہ | یعنی پندرہ سو سے زیادہ | ہزار ڈس اس کو صحت و فصل کے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہیں۔ |

> یہ نشان greater than گریٹر دین یعنی زیادہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

**اصول :** اگر قسم نمبر ا کا تعین معیاروں کے عین مطابق ہو تو اعلیٰ قابل استعمال پانی برائے صحت و فصل شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر بالفرض تینوں معیاروں میں سے کوئی ایک ویلیو بھی گر جائے تو فائنل وہی ویلیو تصور کی جائے گی جو گری ہوئی ہوگی جیسے EC اور SAR 750 اور 6 کے درمیان ہو۔ لیکن RSC 2.5 سے زیادہ ہو۔ تو پانی کا معیار مضر صحت و فصل تصور کیا جائے گا۔ اور اس کے پہلے دو معیار EC اور SAR بالکل کالعدم تصور کئے جائیں گے۔ اور اس کی ویلیو RSC کے مطابق Hazardous ہزار ڈس یعنی مضر صحت و فصل ہوگی۔

اس U.S.A یو ایس اے یعنی امریکہ سٹینڈرڈ کے مطابق پیر دا کھارا سے لائے گئے۔ ہر دو پانی کے نمونوں کا تجزیہ درج ذیل ہے۔

نمبر 1 - پانی کا نمونہ نمبر 1 Hazardous یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے

میں آئے گا کیوں کہ اس کی EC 30,000 ہے SAR 61 ہے اور RSC
37.80 ہے جو مضر صحت و فصل کے معیار سے کہیں زیادہ ہے جبکہ
Hazardous ہزار ڈس کا امریکہ سٹینڈرڈ 1500EC ہے SAR 10 ہے اور
RSC 2.5 ہے اور اس نمونہ میں EC پندرہ سو کی بجائے تیس ہزار ہے
SAR دس کی بجائے اکسٹھ ہے۔ اور RSC دو اعشاریہ پانچ کی بجائے
سینتیس اعشاریہ اسی ہے۔

گویا امریکہ سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous کے معیار میں اس
نمونے کا EC بیس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ SAR چھ گنا زیادہ نقصان دہ ہے
اور RSC اٹھارہ انیس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔

نمبر2 - پانی کا نمونہ نمبر2 کا EC 1200 SAR 2.6 اور RSC 0.90 ہے جو
SAR اور RSC کے مطابق ہو تو USEABLE یعنی اعلیٰ قابل استعمال پانی
برائے صحت و فصل ہے لیکن اس کا marginal EC مارجنل یعنی درمیانے
زمرے میں آتا ہے۔ اس کی مجموعی قیمت اور ویلیو marginal مارجنل یعنی
درمیانی ہی تصور کی جائے گی اور اس کی SAR اور RSC کالعدم تصور ہوں
گے۔ اب قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ وہ پانی جو دنیا کی سب سے بڑی مملکت
امریکہ کے تجربہ گاہی معیار امریکی سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous ہزار
ڈس یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے سے چھ سے بیس گنا زیادہ تک نقصان
دہ ہے۔ وہی پانی لاکھوں اور کروڑوں انسان پیتے ہیں۔ پی کر بیمار ہو جانا چاہئے
تھا۔ لیکن یہ بیمار نہیں ہوتے۔ بلکہ بیماری سے شفا پاتے ہیں اور بیماریاں بھی
وہ جن کے لئے چیر پھاڑ کر کے جسم انسانی کو ناکارہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں ہینگ
لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھا آئے والی بات صادق آ رہی ہے۔ دکھی
اور مجبور انسانیت، ڈاکٹروں کے ہوش ربا مہنگے نسخوں کے ستم رسیدہ اور چیر

پھاڑ کے کربناک عمل سے خوف زدہ لوگ اس چشمہ فیض پر تشریف لائیں۔ نہ آپریشن کا خوف نہ ٹیکے کی تکلیف صرف پانی پیو کہ یہ نعمت رب جلیل ہے اور اس نعمت ابیہ غیر مترقبہ بصدقہ اولیاء اللہ حاصل کیجئے اور زندگی بھر آرام پایئے اور بیماری کے وہ جرثوے جو ٹیکوں اور آپریشنوں کے بعد پھر زندہ ہو کر وبال جان بن جاتے ہیں۔ صرف پانی پیجئے اور ان جرثوموں کی موت کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیجئے۔

اب ہم واپڈا سٹینڈرڈ کے مطابق ہر دو نمونوں کے تجزیہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ پاکستان بھر میں پانی کو صحت اور فصلوں کے لئے قابل استعمال یا ناقابل

استعمال USEABLE یا HAZARDOUS پانی کے تجزیہ کے لئے ایک جال بچھایا جا چکا ہے۔ حتی کہ زمینوں کی کیفیات بھی معلوم کی جاتی ہیں کہ کونسی زمین میں کیا خوبی ہے اور کیا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح پانی پر بھی تحقیقات ہوئی ہیں اور اگر کسی علاقہ کا پانی کسی ایک سٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو تو اس کو کس طرح قابل استعمال بنایا جا سکتا ہے اس تگ و دو اور سعی و کاوش کو پاکستان میں " واپڈا اسٹینڈرڈ " کہا جاتا ہے اور پورے پاکستان میں ہر جگہ اور ہر سطح پر واپڈا سٹینڈرڈ کی راہنمائی میں پانی اور زمین پر تحقیقات و تجزیہ کا سفر کیا جاتا ہے۔ بلکہ دیگر اداروں کی نسبت واپڈا سٹینڈرڈ کی تحقیقات کو ترجیح دی جاتی ہے " پیرا کھارا " کے پانی کا تجزیہ واپڈا سٹینڈرڈ کے مطابق ایک نقشے اور جدول کی شکل میں پیش خدمت ہے۔

# واپڈا اسٹینڈرڈ

| RSC | SAR | EC | کیفیت و حیثیت |
|---|---|---|---|
| 0-2.5<br>صفر سے دو عشاریہ پانچ تک | 0-10<br>صفر سے دس تک | 0-1500<br>صفر سے پندرہ سو تک<br>micromhos/cm at 25C | یوزایبل usable<br>ہم اس کو اعلیٰ قابل استعمال برائے صحت و فصل کہہ سکتے ہیں۔ |
| 2.5-5.0<br>دو عشاریہ پانچ سے پانچ تک | 10-18<br>دس سے اٹھارہ تک | 1500-2700<br>پندرہ سو سے دو ہزار سات سو تک | مارجنل Marginal<br>اس کو درمیانہ پانی پانی برائے ــــ صحت و فصل کہہ سکتے ہیں۔ |
| >5.0 | >18 | >2700<br>دو ہزار سات سو سے زیادہ | ہزارڈس Hazardous<br>اس کو صحت و فصل کے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہیں۔ |

> یہ نشان greater than یعنی زیادہ کے لئے مخفف کی علامت ہے۔ گزشتہ صفحات میں EC کی تعریف کرتے ہوئے چند اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ جن کی وضاحت بھی عام قاری کے لئے بہت ضروری ہے۔

1 - محلول : جب دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا آمیزہ یک فیزی Homogencous ہو تو اسے محلول کہتے ہیں۔

2 - منحل : جو محلول دو اجزاء سے بنتا ہے۔ اس میں جس جزو کی مقدار

مقابلتاً" کم ہو۔ اس کو منحل کہا جاتا ہے۔ اور جس چیز کی مقدار زیادہ ہو اس کو محلل (Solvent) کہا جاتا ہے۔

مثلاً: 10 گرام چینی 100 ملی لیٹر پانی میں حل کرنے سے جو محلول تیار ہوتا ہے۔اس میں چینی منحل اور پانی محلل کہلاتا ہے۔

PH :- ہائیڈروجن آئن کی مولر مقدار کو اگر 10 کی طاقت والے لاگ رتھم کی صورت میں ظاہر کیا جائے تو یہ مقدار PH کہلاتی ہے۔

**ریڈیکل :** کسی ایٹم پر الیکٹرون کے اخراج یا جذب کرنے سے جب کوئی مثبت یا منفی بار آجائے تو ایٹم ریڈیکل کہلاتا ہے۔

واپڈا سٹینڈرڈ کے مطابق پانی کا نمونہ نمبر1 مکمل طور پر Hazardous یعنی مضر صحت و فصل ہے کیونکہ اس میں SAR-EC اور RSC تینوں hazardous یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے برعکس نمونہ نمبر2 کی تینوں ویلیوز اور قیمتیں 2.6 SAR 1200 EC اور RSC 0.90ہے جو پانی کی USEABLE یعنی اعلیٰ قابل استعمال برائے صحت و فصل کے زمرے میں آتا ہے - لہذا اس کی کوالٹی اور قسم قابل استعمال یعنی USEABLE ہے۔

## ایمان افروز حقائق و نتائج

اگر پانی کو امریکن سٹینڈرڈ کی طرح واپڈا اسٹینڈرڈ کی تحقیق کے مطابق دیکھیں تو چند ایک حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔

1- کہ خدائے بزرگ و برتر علی کل شی قدیر ہے۔ جو ہر اس چیز کو جس کو دنیا کی تمام تجربہ گاہیں انتہائی تکلیف اور نقصان دہ ثابت کرتی ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ صحت کے لئے اس قدر مفید بنا سکتا ہے کہ مضر صحت اجزاء بھی موجود

رہیں اور دنیا صحت و تندرستی کی دولت سے بھی مالا مال ہو رہی ہو

2- جو کج فہم لوگ اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کرتے ہیں وہ قدرت کے اس کرشمے کے آئینے میں اپنے عقیدے کے چہرے کی جھریوں کو صاف پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد بھی گن سکتے ہیں۔ ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اللہ والوں کے شفاخانوں میں تشریف لائیں اور اپنے عقیدے کے چہروں کی جھریوں کو یقین محکم کے میک اَپ سے صاف کر لیں۔

3- دنیا میں جہاں کہیں ایسے چشمے، مٹی یا پتھر شفا کے موجب ملتے ہیں۔ اب ان کی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیق و تجزیہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اس مذکورہ تحقیق سے عیاں ہوا کہ ان شفاخانوں کی اشیاء میں کوئی ایسا نسخہ یا دوا گھول نہیں دی گئی جن سے شفا ملتی ہے۔ بلکہ رب قدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے ان اشیاء میں مضر صحت و فضل اجزاء و اشیاء کی دھول خصوصاً محفوظ رکھی ہے۔ تاکہ منکرین خدا کو بھی یقین ہو جائے کہ کوئی ذات ایسی ضرور ہے جو مضر چیز کو مصلح بنانے پر قادر ہے۔ وہ ذات کونسی ہے۔ وہ وہی ذات ہے جسے اہل اسلام "اللہ" کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں۔

4- بھولی بھٹکی مخلوق خدا کو فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کی عملی تفسیر کے معجزے دکھانا مقصود ہیں۔ اَنّٰی تُبْصِرُوْنَ کدھر دیکھ رہے ہو۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے ادویات اور ڈاکٹروں کی تشہیر سے اپنے اذہان میں یہ بات بٹھا لینے والو! کہ بس اب اسی دوا یا اسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے ہی شفا مل سکتی ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ شفا ڈاکٹروں حکیموں طبیبوں کی جھولی میں نہیں۔ شفا تو خدائے قدوس کی پناہ میں ہے۔ لوٹ آؤ۔ واپس لوٹ آؤ۔ اگر قادر مطلق مہربان ہو گیا۔ تو دوا میں شفا کے اثرات بھی ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اگر اس سے منہ موڑ لیا اور ادویات یا سپیشلسٹوں پر انحصار کر لیا تو یاد رکھو، مرض بڑھتا جائے گا۔ جوں

جوں دوا کرتے چلے جاؤ گے۔

5- اور ہاں دیکھو جو لوگ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے زمرے میں آ گئے اور پھر اسی کی یاد میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ حیات دوام بخشتے ہیں۔ پھر ان کے قدموں کے صدقے مضر اشیاء بھی مصلح بن جاتی ہیں۔ ان کی یاد محفوظ رکھنے کے لئے اس کے انوکھے انداز ہیں۔ انکے مقابر و مزارات مہبط انوار الٰہیہ بن جاتے ہیں۔ وہ جہاں رہتے ہیں۔ ان کا قرب و جوار باعث رحمت ہوتا ہے۔ دکھی انسانیت ان کے قدموں میں آکر دولت سکون سے جھولیاں بھرتی ہے۔ تم بھی آؤ اور فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ کی تفسیر کے مزے لوٹو۔

6- جن لوگوں نے اللہ والوں اور انبیاء کرام کو مر کر مٹی میں مل جانا ثابت کرنے کے لئے اپنے دل کی سیاہی سے لاکھوں صفحات کتب سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ان کے لئے یہ حقائق اپنے عقائد باطلہ سے توبہ و استغفار کا باعث بننے چاہئیں - کہ اے دیدہ کورو۔ یہ لوگ مر کر مٹی میں نہیں مل گئے۔ بلکہ ان کے قدموں کی دھول بھی حیات افروز ہے۔ اصحاب کہف صدیوں لیٹے رہے۔ زمانہ اپنی پوری رفتار سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ سینکڑوں شب و روز نے دم توڑے۔ لیکن یہ کروٹیں بدلتے رہے۔ یہ نہ صرف خود زندہ رہے - بلکہ ان کے ساتھ رہنے والی ایک نجس مخلوق کتا بھی حیاتِ جاوداں پا گیا۔

7- عقل و خرد کے پیمانے ٹوٹ گئے۔ ان کی بنیاد پر منصہ شہود پر آنے والی تمام تجربہ گاہیں اور لیبارٹریز خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی ہیں اور زبان حال سے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ اے دیوانو! ٹھہرو آگے نہ بڑھنا۔ یہ پیرِ دا کھارا شفاخانہ نہیں موت کا کنواں ہے۔ اس کا پانی شفاء کا حامل نہیں۔ مہلک بیماریوں کی

پٹاری ہے۔ سینکڑوں تکالیف اور دکھوں کے اژدھے منہ کھولے تمہارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ اس پانی کو آب حیات نہ کہنا۔ یہ جام! جام خانہ خراب ہے۔ سائنس کی رسائی جہاں تک تھی۔ اس نے اپنی انتہا کو پہنچ کر آواز دی۔

ایتھوں تیک غلام دی حد آہی
جانا اساں دا نہیں مقدور اگے

یعنی میری رسائی یہ ہے کہ پانی آب حیات نہیں آب ممات ہے۔ یہ پانی ہزار ڈس کے معیار سے بھی بیس گنا زیادہ خطرناک ہے۔ بچو بچو۔ لوگو بچو۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اے اہل خرد۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اے خم خانہ عقل و خرد کے مدہوشو! اے تجربہ گاہوں کی اندھی دلدل میں پھنسنے والو! اے جدید ٹیکنالوجی اور میڈیکل تھیوری رٹنے والو! ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں۔ ان روحانی شفاخانوں کے پانی۔ ان کی مٹی۔ یہاں کے پتھر تمہارے سامنے رکھتے ہیں۔ بخدا ان میں موت نہیں حیات ہے۔ بیماری نہیں شفاء ہے۔ تذبذب نہیں یقین محکم ہے۔ ان میں درد نہیں بلکہ یہ خود دارو ہیں۔

البتہ اس معمہ کو یوں حل کر لو کہ اصل شفا اور ضرر کسی چیز میں نہیں اگر ہوتی تو ہر گولی جس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے وہ مقصد ہر ایک کے لئے ہر جگہ اور ہر وقت پورا ہونا چاہئے تھا۔ صحت کی گولی سے صحت ملتی اور موت کی گولی سے موت آتی۔ لیکن دنیا شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ تو اس کا حل موجود ہے۔ آج سے نو سو سال پہلے عارف رومی حضرت

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ نے ان اشیاء کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ سنا دیا فرماتے ہیں ۔

از محبت تلخ شیریں می شود　　از محبت مس ہازریں می شود
از محبت نار نورے می شود　　از محبت دیو حورے می شود
از محبت خار گلشن می شود

یعنی چیز کی ماہیت نہیں بدلتی۔ بلکہ اس کے استعمال کرنے والے کے دل کی آواز اور دھڑکنیں اسے یکسر بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ اگر اس کے نہاں خانہ دل میں محبت و الفت کی شیرنی رچ بس جائے، یقین محکم راسخ ہو جائے تو ہر کڑوی چیز بھی میٹھی معلوم دینے لگتی ہے۔ مس خام تانبا سونے کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہی محبت آگ کی تابشوں کو نور عرفان سے بدل دیتی ہے۔ اس محبت کی نگاہ سے دیکھنے والے کو دیو نظر نہیں آتا۔ بلکہ دیو حور کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں۔ محبت کے لئے محبوب کی راہ کے خار گلستان بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کچھ یوں بھی ہوتا ہے۔

مطمئن ہو دل تو ویرانوں کے سناٹے بھی گیت
دل اجڑ جائے تو شہروں میں بھی تنہائی بہت

اگر تیرا دل دولت عشق و محبت سے خالی اور حرمان نصیب ہے تو پھول کی نزاکت و نکہت اور بھینی بھینی مہک تیرے لئے بے کار ہے۔ حقیقی ماں کے لئے اس کا لخت جگر کیسا بھی ہو۔ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ دل میں اس کے چہرے کی سیاہی یا بھینگا پن یا بدصورتی نفرتیں پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ محبت کے زمزمے بہاتی ہے۔ اس کی توتلی زبان سے نکلا ہوا لفظ " اماں " حقیقی ماں کے جذبات محبت میں ایک طوفان بپا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ننھے کالے کلوٹے نونہال کو بھی میرا لال کہہ کر اٹھا لیتی ہے اور سینے سے چمٹا کر گھنٹوں محبت و

الفت کے مزے لیتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک سوتیلی ماں کے سامنے حسن و جمال کا شاہکار بچہ لا کر کھڑا کر دیں۔ اس کے پیکر جمال کو اعلیٰ سیرت و کردار کے زیور سے مزین کر دیں اس کی ننھی سی زبان کو فصاحت و بلاغت کی مٹھاس سے بھر دیں پھر اس بچے سے کہئے کہ اب اپنی اس سوتیلی ماں کو بڑی ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ میری پیاری والدہ ماجدہ بزرگوار کہہ کر پکارے پھر دیکھیں اس سوتیلی ماں کے جذبات میں وہ ہیجان پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ کہ وہ فوراً" اٹھے۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جائیں۔ وہ لپک کر میرا لال کہہ کر اسے سینے سے چمٹا لیتی ہے یا نہیں۔ کیا اس کا دودھ اس لاڈلے کے لئے چھاتی سے جوش مارتا ہے یا نہیں۔ نہیں دوستو، ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اس چھاتی میں دودھ بھی ہوگا۔ جذبات محبت بھی ہوں گے۔ تڑپ بھی ہوگی لیکن کس کے لئے؟ اس سوتیلے بچے کے لئے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ کسی اور بچے کے لئے۔

گویا محبت نار کو گلزار دیو کو حور تلخ کو شیریں اور مس خام کو سونا بنا دیتی ہے۔ اگر یہی محبت ذات خداوندی کے لئے دل کے کسی نہاں خانے میں موجود ہو تو اس دل کی دھڑکنیں صدائے بے آواز میں فریاد کرتی ہیں کہ اے میرے مالک! شہد کو دولت شفاء سے مالا مال کرنے والے۔ اے آگ کو حدتیں بخشنے والے۔ اے سورج کی شعاعوں کو تپش بخشنے والے۔ پھر اسی تپش سے پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے والے۔ آج میں تیرے اس نیک بندے کے آستانے پر حاضر ہوا ہوں۔ سنا ہے۔ اس نے زندگی بھر تجھے ناراض نہیں کیا۔ جو زندگی بھر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا پیکر جمال بنا رہا۔ جس نے تیری رضا کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کیا۔ آج تو اپنے اس برگزیدہ بندے کے قدموں کی خاک کو خاک شفا بنا دے اس کے ہاں بننے والے

کھارے پانی کے چشمے کو دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دینے والی شیرینی عطا فرما دے۔ پھر تو خود اس کے اثرات دیکھ سکتا ہے۔

گفتگو یکساں نہ باشد غافل و ہوشیار را
در نفس باشد تفاوت خفتہ و بیدار را

غرض یہ روحانی شفاخانے کفر و شرک میں مبتلا نہیں کرتے۔ بلکہ خدائے بزرگ و برتر کے وجود کے اقرار کا سبق دیتے ہیں۔ اس کی قدرتوں پر ایمان مستحکم کا سبب بنتے ہیں۔ ان اللہ علی کل شی قدیر کی جھلک ہر جگہ نظر آنے لگتی ہے۔ جن لوگوں کے ایمانوں کی دیواروں میں شکوک و شبہات کی دراڑیں پڑی ہوئی ہوں ان کے ایمان کی دیواروں کو استحکام بخشنے کے بہترین ذرائع ہیں۔

مجھے یاد آیا دور حاضر کے عظیم انشاء پرداز، صحاح ستہ کے مترجم اور بے شمار ضخیم کتابوں کے مصنف حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ بہت دیر پہلے کی بات ہے کہ ہیرا سنگھ سوڈیوال جو کنگن پور اور بصیر پور شریف ضلع قصور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن ہے وہاں ایک فقیر سائیں چانن تشریف رکھتے تھے۔ وہ ہر دکھ درد کے مریض کو اپنے نل کے پانی سے سکھ اور آرام کا چانا بانٹتے تھے۔

ملک ماہی دا وسے
کوئی رووے تے کوئی ہسے

میرے ماہی کے ملک کی دکھیا سنسار وہاں آتی۔ اور سائیں چانن اپنے نلکے سے ایک بوتل پانی بھر کر دے دیتے اور کہتے جاؤ پیو آرام آ جائے گا۔ یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ حکیموں طبیبوں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ اطباء اور ڈاکٹروں نے سائیں چانن کے خلاف گورنمنٹ کو درخواستیں دیں، کئی بار نلکا

اکھڑوایا گیا کہ اس میں کیا دبا رکھا ہے۔ اس کی تہہ میں کونسی دوا محفوظ کر دی گئی ہے۔ یا اس کے پانی میں کونسی ادویات گھول دی گئی ہیں۔ لیکن وہاں سے نہ دوا نکلی نہ دارو وہاں تو بس مخلوق خدا کو آرام و سکون بانٹنے والا درد محفوظ کر دیا گیا تھا جو وہ مفت بانٹتے تھے۔ لوگ آتے درد کی اس دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے اور ہر قسم کے درد سے نجات پاتے۔ کبھی کبھی سائیں چانن صاحب کسی کو دو دو بوتل بھی پانی بھر دیتے۔ گویا جاؤ خوب جی بھر کر دوا استعمال کرو۔

مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری فرماتے ہیں چونکہ عرصہ سے بیمار رہتا ہوں۔

دیکھا جو ان کو بانٹتے میں نے بھی بڑھ کر شوق سے
دست عطا کے سامنے دست طلب بڑھا دیا

میں درد کا مارا بھی وہاں جا پہنچا۔ بندہ کو پانی کی ایک بوتل بھر کر دے دی پانی پیا۔ پھر گیا۔ پھر پانی لے آیا۔ لیکن آرام آنا تھا نہ آیا۔ ایک روز میں نے عرض کی کہ ایک دنیا آرام پا رہی ہے۔ لیکن میرے نصیب میں آرام نہیں ؟ فرمانے لگے ، مولانا تشریف رکھیں۔ بعد میں آرام سے گفتگو کریں گے۔ جب لوگ چلے گئے تو مجھے اپنے قریب بٹھا لیا اور فرمایا۔ آپ جب پہلے روز تشریف لائے تھے۔ مجھے اسی روز سے علم تھا کہ ابھی آپ کو آرام نہیں آئے گا۔ لیکن سوچا نیک آدمی ہے۔ اسی بہانے آتا رہے گا۔ زیارت ہوتی رہے گی۔ خوب ملاقات رہے گی۔ اب جبکہ شکوہ آپ کی زبان پر آ ہی گیا ہے تو میں بھی خاموش نہیں رہ سکتا آپ کے نصیب اور قسمت میں ابھی آرام نہیں۔ یہ بھی بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ آپ کو آرام کب آئے گا۔ البتہ موت سے پہلے آپ اس دکھ سے نجات ضرور پائیں گے۔

میں ان کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا۔ اور واقعی ابھی تک میری وہی حالت ہے کہ آپ جیسے دوست ( راقم الحروف کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے ) مجھے مریض الامت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن میرا یقین ہے کہ ایک مرد قلندر سائیں چانن کے فرمان کے مطابق مجھے شفا ملے گی اور ضرور ملے گی۔ اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

نہ جانے اب سائیں چانن حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں جب سے کھڈیاں شہر چھوٹا ہے۔ اس طرف جا ہی نہیں سکا۔

اختر شاہجہان پوری کی گفتگو سے بھی زیادہ حیران کن بات اور بھی ہے وہ یہ کہ سائیں چانن تو صرف ایک نلکے سے ہر بیماری کے لئے پانی دیتے تھے۔ راقم الحروف نے خود اس سے بھی عجیب تر واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔ حضرت قبلہ سید اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالے رحمتہ اللہ علیہ آخری عمر میں اکثر بیمار رہتے تھے۔ چارپائی پر لیٹے رہتے۔ بندگان خدا آپ کی محفل میں یوں خاموش دوزانو بیٹھے ہوتے جیسے سکتے کا عالم ہو۔ ایسا ادب و احترام بہت کم محفلوں میں دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ آپ کی عادت کریمہ تھی۔ جب کوئی ملنے حاضر ہوتا تو اس سے اپنے مرض کے متعلق پوچھتے۔ " بیلیا تینوں کوئی ایس بیماری دا نسخہ اوندا اے " ( دوست تمہیں اس بیماری کا کوئی نسخہ آتا ہے ) ہم پنجابی لوگوں میں تو ہر ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ ہر مرض کے لئے دو چار نسخے تو ہم ضرور یاد رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی مرض میں مبتلا دیکھا۔ فوراً" نسخہ بتا دیا۔ یہاں مسئلہ الٹا تھا خود میر محفل نسخہ پوچھ رہا تھا۔ جس سے پوچھتے کوئی نہ کوئی نسخہ بتا دیتا۔ جناب اب یہ نسخہ حضرت صاحب

کے ہاتھ آ جاتا تو اس نسخہ کی خیر نہیں۔ اب کوئی مرید آ کر اپنی تکلیف کا رونا روتا۔ تو آپ اس کو وہی نسخہ بتا دیتے۔ پیٹ کا درد' یا کان کا' سر میں تکلیف ہو یا ٹانگ میں۔ ہر ایک کو یہی نسخہ بتایا جا رہا ہے۔ لوگ استعمال کر رہے ہیں اور شفا پا رہے ہیں۔ لوگ حیران بھی ہوتے تھے کہ اس دوا کا اس مرض سے کیا تعلق۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اصل شفا دوا میں نہیں۔ اثر تو زبان فرید میں ہے۔ زبان فرید سے جو نکلا وہی ہو گا۔ لہٰذا ہوتا تھا۔ ایک دنیا گواہ ہے۔

## ہیضے سے بچاؤ کا چشمہ

پانی کے اثرات کے تذکروں میں ایک پانی اور بھی معلوم ہوا۔ میرے رفیق کار جناب مہر دین بھٹی صاحب معلم فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید پرائمری اسکول آر۔ اے بازار لاہور چھاؤنی نے ایک بار بتایا بلکہ بارہا اپنے شہر کھڈیاں آنے کی دعوت دی۔ لیکن خاکسار تادم تحریر وہاں نہ جا سکا۔

کہ ہمارے ہاں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔ اس کے پاس ہی ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کا پانی ہیضے کے مریضوں کے لئے تیر بہدف ہے۔ بلکہ جو کوئی شخص اس کنویں کا پانی پی لے۔ اس کو ساری عمر ہیضہ نہیں ہوتا۔ کھڈیاں شہر کی آبادی کا اکثر حصہ وہابی حضرات پر مشتمل ہے۔ لیکن جادو تو وہی ہوتا ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ دنیا اس پانی کو نوش جاں کرتی ہے اور شفا پاتی ہے۔ غرض بزبان اقبال:

"یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گمان تو ہے"۔

جب تیری سوچ کا رخ خدائے بزرگ و برتر کی طرف ہو گیا۔ جب تجھے یہ یقین کی نعمت مل گئی کہ اصل شفا کا حامل خالق کائنات ہے تو پھر ایک

راکھ کی مٹی بھی تیرے لئے شفا کا پیغام ہوگی۔

8- ڈاکٹر عبدالحمید حامد صاحب نے میری توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو صحت و فصل کے لئے مضر اور نقصان دہ ہو۔ وہ ہر وقت اور ہر ایک کے لئے نقصان دینے والی ہو۔ بلکہ بعض اوقات وہ چیز جو سب کے لئے تکلیف دہ ہے وہی چیز کسی اور کے لئے پیغام شفا بھی ہے۔ کینسر کا انجکشن عام حالات میں صحت مند شخص کے لئے سم قاتل ہے۔ لیکن کینسر کے مریض کے لئے وہ شفا کا باعث بھی ہے۔

دودھ اور خالص گھی ہر ایک کے لئے مفید ہے اور مقوی دماغ و اعضائے انسانی ہے۔ لیکن ایک شخص کا معدہ درست نہیں تو یہی دودھ اور گھی اس کے لئے جان لیوا بن جاتے ہیں۔ زہر ہر ایک کے لئے زہر تو نہیں کسی نہ کسی کے لئے تریاق بھی تو ہوتا ہے۔

بعینہ "پیرا کھارا" کے کھاری پانی کا مسئلہ ہے کہ خواہ وہ جدید ٹیکنالوجی میں صحت و فصل کے لئے بہت نقصان دہ ہو۔ لیکن ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے اجزاء جن کی تشخیص کا تذکرہ اس رپورٹ کے دوسرے خانوں میں موجود ہے کی وجہ سے بعض حالات میں بعض مریضوں کے لئے کسی مرض میں فائدہ بھی دے ڈالے۔ اگر طب جدید کا کوئی ماہر اس رپورٹ پر بنظر عمیق مطالعہ کے بعد ان کے خصائص سے مطلع فرمائے تو راقم الحروف کی عزت افزائی ہوگی۔

# "پیردا کھارا" کے پانی کی ٹیسٹ رپورٹ پر تبصرہ

"جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" کے پہلے ایڈیشن ستمبر1988ء میں پیردا کھارا کے پانی کا سائنسی تجزیہ اس کی ٹیسٹ رپورٹ واپڈا سٹینڈرڈ اور یو ایس اے یعنی امریکن سٹینڈرڈ پیش کر کے اس پر گفتگو کی گئی تھی، جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ پانی جو گردے اور پتھری یا دیگر امراض شکم کے لئے بہت مفید تصور کیا جاتا ہے۔ یہ پانی واپڈا سٹینڈرڈ اور یو ایس اے سٹینڈرڈ کی ٹیسٹ رپورٹ کے مطابق بہت ہی زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے راقم الحروف نے آخر میں لکھا تھا کہ پانی کا یہ تجزیہ پانی کی تین ویلیو SAR'EC اور SER کے مطابق ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کے دوسرے اجزاء جن کی تشخیص کا تذکرہ اس رپورٹ کے دوسرے خانوں میں موجود ہے کی وجہ سے بعض حالات میں بعض مریضوں کے لئے کسی مرض میں اللہ تعالی فائدہ بھی دے ڈالے۔ اگر طب جدید کا کوئی ماہر اس رپورٹ پر بنظر عمیق مطالعہ کے بعد ان کے خصائص سے مطلع فرمائے تو راقم الحروف کی عزت افزائی ہوگی۔

لیکن جب پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہونے کو آیا اور مختلف رسائل میں تبصرہ کے دوران کسی مبصر نے اس بحث کو ہاتھ نہ لگایا اور نہ ہی کسی طب جدید کے ماہر کی طرف سے کوئی رائے موصول ہوئی۔ تو راقم الحروف کو فکر

دامن گیر ہوئی کہ یہ فریضہ بھی مجھے ہی ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ میں نے پھر جناب محبوب احمد خان صاحب کے دروازے پر دستک دی۔ انہوں نے مزید تعاون کا وعدہ فرمایا۔ چند روز میں اس رپورٹ کے مکمل تفصیلات لکھ کر لے آئے۔ جسے میں انگریزی سے آسان اردو میں ڈھال کر اہل کرم کی افادیت کے لئے حوالہ قلم کر رہا ہوں۔

پہلی ٹیسٹ رپورٹ کے خانہ جات جو پہلی رپورٹ میں زیر بحث نہیں آئے تھے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

Ca Mg Na Ci SO Fe TDS PH

اس کے علاوہ پانی کی دو اور ویلیوز جن کا تذکرہ اس رپورٹ میں نہیں ہے۔ لیکن پانی کے ٹیسٹ میں ان کو شامل کیا جاتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ MN اور ZN اب ان کی تفصیلات ایک سائنس کے طالب کے لئے مفید ہوں گی۔

Ca Calcium کیلشیم: پینے کے پانی کی کیلشیم ویلیو 75 سے 200 ملی گرام پر لیٹر تک ہے یعنی پینے کے پانی کی کیلشیم ویلیو 75 یا اس سے کم ہو تو پانی اعلی کوالٹی تصور کیا جائے گا اور 200 سے زائد ہوگی تو پانی نقصان دہ تصور ہوگا۔ اس رپورٹ میں مطلوبہ سیمپل نمبر ا میں اس کی کیلشیم ویلیو 29.00 ہے اس لئے یہ پانی بہت ہی اعلی کوالٹی کا تصور کیا جاتا ہے۔ اگر پینے کے پانی میں کیلشیم ویلیو 200 ملی گرام پر لیٹر سے بڑھ جائے تو اس کی پہچان یہ ہے کہ برتن کی تہہ میں کیلشیم کے سفید ذرات بیٹھ جائیں گے۔ جن کو انگریزی میں Excessive Scale formation کہا جاتا ہے۔

Mg Megnessium میگنیشیم :- پینے کے پانی میں میگنیشیم کی ویلیو 30 سے 150 ملی گرام پر لیٹر ہے۔ یعنی اگر 3.0 یا اس سے کم ہو تو پانی کا معیار اعلیٰ ترین تصور ہوگا۔ 150 تک بامر مجبوری استعمال کیا جا سکتا ہے جوں جوں میگنیشیم کی ویلیو بڑھتی جائے گی پانی کا معیار پینے کے لحاظ سے گرتا جائے گا۔ اس کی پہچان یہ ہوگی کہ اس پانی کے پینے سے آنتوں میں جلن پیدا ہوگی اور کئی ایک بیماریوں کا پیش خیمہ بنے گی۔ اس کو انگریزی میں Gestratestinal irritation کہتے ہیں۔ سیمپل نمبر1 میں میگنیشیم 12.00 ملی گرام پر لیٹر ہے اور سیمپل 2 میں 3.70 ہے یعنی میگنیشیم ویلیو کے اعتبار سے دونوں پانی انتہائی اعلیٰ معیار کے گنے جائیں گے۔

Na Sodium سوڈیم :- پینے کے پانی کی سوڈیم ویلیو 600 ملی گرام پر لیٹر ہے۔ یعنی اگر 50 یا اس سے کم سوڈیم والا پانی ہو تو پانی اعلیٰ ترین کوالٹی شمار ہوگا اور 600 ملی گرام پر لیٹر تک بامر مجبوری استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے جیسے سوڈیم کی مقدار بڑھتی جائے گی پانی کا معیار گرتا جائے گا۔ سیمپل نمبر1 میں سوڈیم ویلیو 278.00 ہے اور سیمپل نمبر2 میں 5.10 ہے۔ سیمپل نمبر1 کا پانی اس اعتبار سے درمیانہ پانی ہے یعنی بامر مجبوری استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ سیمپل نمبر2 کا پانی سوڈیم کی مقدار کے لحاظ سے بہت ہی اعلیٰ معیار ہوگا۔

CL Chloride کلورائیڈ :- پینے کے پانی کی کلورائیڈ ویلیو 200 سے 600 تک ملی گرام پر لیٹر ہے۔ یعنی اگر کلورائیڈ ویلیو 200 سے کم ہو تو پانی اعلیٰ ترین کوالٹی میں شمار ہوگا اور اگر 600 تک ہو تو درمیانہ پانی تصور ہوگا اور بامر مجبوری استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ اگر پانی میں کلورائیڈ کی مقدار 600 ملی گرام پر لیٹر سے زیادہ ہو تو پانی پینے کے قابل نہیں بلکہ نقصان دہ ثابت

ہوگا۔ سیمپل نمبر1 میں پانی کی کلورائیڈ ویلیو 314.00 ملی گرام فی لیٹر ہے۔ اس لئے یہ پانی کلورائیڈ کی مقدار کے لحاظ سے درمیانہ پانی ہے جو مجبوراً استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

So Sulphate سلفیٹ:- پینے کے پانی میں سلفیٹ کی مقدار 200 سے 400 ملی گرام فی لیٹر ہے۔ یعنی اگر پینے کے پانی کی سلفیٹ ویلیو 200 یا اس سے کم ہو تو پانی اعلیٰ کوالٹی کا تصور ہوگا اور اگر 400 ملی گرام تک ہو تو درمیانے درجے کا پانی ہوگا جو کسی مجبوری کی بناء پر قابل استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن جوں جوں سلفیٹ ویلیو بڑھتی جائے گی، پانی کا معیار گرتا جائے گا۔ حتیٰ کہ 400 ملی گرام فی لیٹر سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔ نمونہ نمبر1 میں پانی کی سلفیٹ ویلیو 4.80 ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ پانی بہت ہی مفید تصور کیا جاتا ہے۔

Fe iron آئرن:- پینے کے پانی میں لوہے کی مقدار فی لیٹر 100 ملی گرام ہے اگر پینے کے پانی میں لوہا ۱۰۰ ہو یا اس سے کم ہو تو پانی اعلیٰ معیار کا ہوگا۔ اور اگر 100 تک ہو، درمیانہ ہوگا۔ بوقت مجبوری استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ چونکہ سیمپل نمبر1 میں آئرن سرے سے موجود ہی نہیں، اس لئے یہ پانی اس اعتبار سے بھی بہت ہی اعلیٰ معیار کا پانی سمجھا جائے گا۔

PH: پینے کے پانی کی PH ویلیو 7 سے 9.2 تک ہے۔ اگر پینے کے پانی میں پی ایچ 7 ہو یا اس سے کم ہو تو پانی بہت اعلیٰ تصور ہوگا اور 9.2 تک بامر مجبوری قابل استعمال ہوگا۔ سیمپل نمبر1 میں پانی کی مقدار PH 7.90 ہے۔ اس لئے یہ پانی درمیانہ خیال کیا جائے گا جسے بامر مجبوری استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔

MN Manganese مینگا نیز سالٹ :- پینے کے پانی کی ایک ویلیو ایم این بھی ہوتی ہے۔ جس کا اس رپورٹ میں تذکرہ نہیں ہے۔ یہ ویلیو 0.05 سے 0.5 ملی گرام فی لیٹر ہے۔ اگر پانی میں ایم این سالٹ 0.08 ہو یا اس سے کم ہو تو پانی اعلیٰ معیار کا ہوگا۔ اگر 0.5 تک ہو تو درمیانہ خیال کیا جائے گا۔ اس طرح جوں جوں ویلیو بڑھتی جائے گی پانی کا معیار کم ہوتا جائے گا۔

Zn Zinc زنک :- پینے کے پانی میں زنک بھی پایا جاتا ہے۔ اس مقدار کا ذکر بھی اس رپورٹ میں موجود نہیں۔ یہ زیڈ این ویلیو 5 سے 15 ملی گرام فی لٹر ہے۔ اگر پانی میں زیڈ این 5 یا اس سے کم ہو تو اعلیٰ معیار کا پانی سمجھا جائے گا۔ پندرہ تک گوارا ہے۔ اگر 15 زیڈ این مقدار 15 ملی گرام فی لٹر سے بڑھ جائے تو پانی بہت نقصان دہ خیال کیا جائے گا۔

TDS : ٹوٹل ڈلوالوڈ سالٹ جس کو رپورٹ میں (T.D.S)(by Evap) ظاہر کیا گیا ہے۔ by evaporation یہ معیار صرف پینے کے پانی کے تجزیہ کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کی قیمت (ویلیو) 500 سے 1500 ملی گرام پر لیٹر ہے۔ پانی میں ٹی ڈی ایس ویلیو 500 ملی گرام پر لیٹر ہے۔ اس سے کم ہو تو پانی بہترین خیال کیا جائے گا جیسے جیسے اس کی ٹی ڈی ایس ویلیو بڑھتی جائے گی پانی کا معیار گرتا جائے گا حتیٰ کہ 1500 ملی گرام فی لیٹر گوارا ہے۔ اگر 1500 سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہوگا۔ لیکن پیرا کھارا کے سیمپل نمبر ا میں ٹی ڈی ایس ویلیو 19600 ہے اور سیمپل نمبر 2 میں ٹی۔ ڈی۔ ایس ویلیو 756 ہے۔ سیمپل نمبر ا میں پینے کے اعلیٰ معیار سے قریباً" 500 گنا زیادہ ٹی ڈی ایس پائی جاتی ہے۔ ٹی ڈی ایس کے اعتبار سے یہ پانی اس قدر خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ جس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے ذائقے کے اعتبار سے اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر ٹی ڈی ایس اپنے درمیانے معیار یعنی 1500 سے بڑھ

جائے گی تو اس کا ذائقہ گلے کی خراش اور چبھن پیدا کرے گا۔ جس کو انگریزی میں gestratestinal irritation کہا جاتا ہے۔

رپورٹ کے اس دوسرے تفصیلی تجزیہ کے بعد آیئے آپ کو اس کتاب روحانی شفاخانے کے صفحہ پر لے چلتے ہیں۔ جس پر ایک اصول درج کیا گیا ہے ہم اس اصول کو ایک بار پھر تحریر کرتے ہیں۔ تاکہ اس تجزیہ کے بعد اس اصول کے مطابق گفتگو کی جا سکے۔

اصول :۔ اگر کسی قسم کا تعین تینوں معیاروں کے عین مطابق ہو تو پانی اعلیٰ قابل استعمال برائے صحت و فصل شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر بالفرض تینوں معیاروں میں سے کوئی ایک ویلیو بھی گر جائے تو فائنل ویلیو وہی تصور کی جائے گی جو گری ہوئی ہوگی۔

اس اصول کو سمجھنے کے لئے دو ایک مثالیں سیدھی سادھی سامنے رکھ لینی چاہیں۔ کوئی چیز کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو۔ اگر اس میں زہر ملا دیا جائے تو اس چیز کی ہر قسم کی افادیت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر پانی صاف شفاف طاہر اور مطہر ہو لیکن اس پانی میں چند قطرے پیشاب کے ڈال دیئے جائیں تو وہ سارا پانی ناپاک ہو جائے گا جس کا استعمال کرنا مسلمان کے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسی طرح پیرداکھارا سے لائے ہوئے پانی کے سیمپل نمبر 1 جو گردے اور پتھری یا دیگر امراض شکم سے شفا کے لئے پیا جاتا ہے۔ اس میں پانی کی کیلشیم، میگنیشیم، سوڈیم، کلورائیڈ، سلفیٹ، آئرن، پی ایچ اور میگانیز سالٹ ویلیوز میں سے کئی ایک میں اعلیٰ ترین معیار کا پانی ہے اور دو ایک ویلیوز کے اعتبار سے درمیانہ ہے یعنی بوقت ضرورت اور بامر مجبوری استعمال کر لیا جائے تو گوارا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پینے کے پانی کی سب سے آخری ٹی ڈی ایس ویلیو کے اعتبار سے یہ پانی اپنی اصل ویلیو سے 500 گنا زیادہ نقصان

دہ ہے۔ لہٰذا اس لئے یہ پانی ای۔ سی۔ آر، ای۔ ایس اور ایس اے۔ آر کی طرح بہت ہی نقصان دہ ہے۔ اس لئے اس پانی کی سابقہ تمام ویلیوز کالعدم تصور ہوں گی اور آخری ٹی ڈی ایس ویلیو ہی اس پانی کی اصلی ویلیو تصور کرتے ہوئے فیصلہ دیں گے کہ یہ پانی کسی مقصد کے لئے استعمال کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ صحت اور فصل کے لئے ہو یا عام انسانوں کے پینے کے لئے۔

لیکن ان جملہ حقائق جو جدید ٹیکنالوجی بیان کرتی ہے، کے مطابق یہ پانی قابل استعمال نہیں ہے۔ بلکہ زہر ہے۔ اس کے باوصف اس پانی میں پتھری گردے اور دیگر امراض شکم کے لئے شفا کا باعث ہے تو سوچئے وہ کون ہے جو مضر اجزاء موجود رکھتے ہوئے اس کی شفا کا باعث بنائے ہوئے ہے اور اس پر بھی غور کیجئے کہ آخر ایسا کیوں ہوا۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ اللہ والے حضرت پیر کرم شاہ ولی جس مقام سے اس چشمہ سے وضو فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کی اس نسبت سے اس میں شفا رکھ دی ہے۔ جس طرح آب زمزم میں شفا رکھ دی ہے۔ وہ بھی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کا صدقہ ہے اور اس میں شفا پر احادیث مقدسہ دلالت کرتی ہیں۔ یا جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے قدموں کے مارنے سے جو پانی کے چشمے پھوٹے اور ان میں جسمانی اور روحانی امراض کی شفا رکھ دی گئی تھی جس کا تذکرہ قرآن پاک کے 23 ویں پارہ، سورہ ص 42/23 آیہ مبارک میں موجود ہے۔ اس طرح اس پانی میں بھی جسمانی امراض کے لئے شفا رکھ دی گئی ہے۔

دولت دارین گر درکار ہو
دست بستہ حاضر دربار ہو

# گھر کی شہادت

## جناب طارق پیرزادہ صاحب، مجسٹریٹ درجہ اول، چکوال

جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے میں حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے "پیرا کھارا" کا تذکرہ برائے درد گردہ پتھری بہت کثرت سے ہوا۔ بلکہ پورا ایک باب انہی کے ذکر سے مزین ہے۔ لیکن آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل ہونے کے باوجود حالات و سوانح کا صحیح علم نہ ہوسکا۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من جلوجد جو کوشش کرتا ہے۔ پالیتا ہے۔ اس لئے کوشش جاری رکھی۔ اور کچھ پالیا۔ اگرچہ تشنگی اب بھی باقی ہے۔ تاہم مشتے از خور وارے کے مطابق جو کچھ میسر آیا۔ دوسرے ایڈیشن میں ہدیہ قارئین ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر کرم شاہ جسٹس وفاقی شرعی عدالت سجادہ نشین بھیرہ شریف آپ کے خاندان میں سے ہیں۔ انکے بڑے صاجزادے جناب حفیظ البرکات صاحب کی وساطت سے معلوم ہوا کہ مجھے جناب طارق پیرزادہ صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ڈی۔ سی آفس چکوال سے یہ حالات مل سکتے ہیں۔ راقم الحروف نے انہیں خط لکھا۔ انہوں نے کمال شفقت فرماتے

ہوئے 26 جون 1989ء کو ایک نوازش نامہ جواباً" ارسال فرمایا۔ اس طویل خط سے اختصار کے ساتھ خلاصہ سپرد قرطاس ہے۔

آپ کی تحریر کے مطابق حضرت پیر کرم شاہ المعروف ٹوپی والی سرکار رحمتہ اللہ بھیرہ شریف میں 1178ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد آپ کے حقیقی چچا جناب حضرت جمال شاہ نوری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو دینی و روحانی علوم سے مکمل طور پر آراستہ فرمایا۔ حضرت جمال شاہ نوری رحمتہ اللہ علیہ اکثر تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ پیر کرم شاہ کو اس کے فرائض تبلیغ سونپ دیئے جائیں۔ آپ کے حکم سے پیر کرم شاہ صاحب ایک بستی کھارا میں قیام پذیر ہوئے۔ یہی کھارا بستی اب پیردا کھارا کے نام سے موسوم ہے۔ آپ قرب و جوار میں جا جا کر لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ آپ کے ساتھ اہل خاندان ' درویش اور مریدین بھی مقیم رہے - قریب ہی ایک تالاب ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ روایت ہے کہ اس میں پینے کا پانی آپ کے ارشاد سے جنات بھرتے تھے۔ اس لئے کہ اس تالاب کے 6/5 کلو میٹر اریا میں میٹھے پانی کا کوئی ذخیرہ نہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں آمد پر حلقہ احباب اور مریدین نے پینے کے پانی کی قلت کی شکایت کی تو آپ نے تین بار اپنا عصا مارا۔ جہاں سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ جس کے اردگرد پتھر چن دیئے گئے۔ جو آج بھی چھوٹے سے کنویں کی شکل میں موجود ہے۔

آپ صائم الدہر تھے۔ یعنی ہمیشہ روزہ رکھتے۔ روزانہ ایک قرآن پاک تلاوت میں ختم فرماتے۔ دیگر اوراد و وظائف اور نوافل کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ طلوع آفتاب کے بعد آپ پرندوں کو دانہ اور روٹی کے ٹکڑے خود

اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرتے۔ اور مختلف ملنے والے مخلصین کے دینی و دنیوی مسائل حل فرماتے۔ عمر بھر یاد الٰہی میں مصروف رہے لیکن تمام زندگی کسی سے بیعت نہیں لی اور نہ آپ کا کوئی خلیفہ تھا۔

بارہویں صدی ہجری کی اس نابغہ روزگار شخصیت کا علوم عصریہ پر مکمل عبور ہوتے ہوئے بھی زیادہ رجحان تصوف کی طرف رہا اور عمر بھر یاد الٰہی میں مصروف رہے اور غافل دنیا کو یاد محبوب کا سبق دیتے رہے۔ آپ کی اولاد نرینہ میں سے صرف ایک بچہ ہوا۔ جن کا نام پیر ولایت شاہ تھا وہ صغر سنی ہی میں وصال فرما گئے۔ ان کا مزار آپ کے روضۂ اقدس کے مغربی جانب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک صاحبزادی تھیں۔ جن کا اسم گرامی بخت بی بی تھا۔ ان نیک بخت خاتون کا عقد حضرت کرم شاہ ولی کے حقیقی بھتیجے جناب پیر صدیق شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ہوا، اور انہی سے آپ کی نسل آگے چلتی ہے۔ اس بیٹی اور داماد صاحبان کے مزارات بھی آپ کے مزار مقدس میں موجود ہیں۔

محترم طارق پیرزادہ صاحب کا انکشاف ہے کہ 1970ء سے قبل آپ کے قدموں میں بہنے والا چشمہ کبھی بھی درد گردہ و پتھری کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی کرامات میں یہ بات شامل ہے کہ درد گردہ اور پتھری کا مریض گھر بیٹھے اڑھائی قدم چل کر حاضری کی منت مان لے۔ فاتحہ پڑھ کر دعا مانگے اور سلام کی نیت کرے تو اسے گھر بیٹھے بھی آرام آجاتا ہے، یا سفر میں آرام آجاتا ہے، آپ اپنی حیات طیبہ میں اس مرض کے لئے ایک نقش کمر پر باندھنے کے لئے اور نو نقش ہر جمعتہ المبارک کو گھی کے ساتھ کھانے کے لئے دیتے جس سے شفا ہو جاتی۔ یہی نقش آج بھی حضرت پیر محمد کرم شاہ جسٹس وفاقی شرعی عدالت سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا دیتے ہیں۔

پیر زادہ صاحب کا کہنا ہے کہ پانی کا مسئلہ محکمہ اوقاف اور وہاں کے دکانداروں کا پیدا کردہ ہے جو اپنی دکانداری چلانے اور پانی کے کین بیچنے کے لئے مشہور کرتے ہیں۔ البتہ یہ پانی اس سے پہلے جسمانی امراض خصوصاً خارش کے مریضوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ وہ ایک مخصوص جگہ جو مزار اقدس سے قریباً پون کلومیٹر جنوب مشرق میں ہے متعین ہے۔

درد گردہ اور پتھری کے اس بے مثل علاج کے علاوہ خارش اور پاگل پن کے مریض کثیر تعداد میں آپ کے سرچشمہ فیض سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ پیر زادہ صاحب کا کہنا ہے کہ میرے ذاتی مشاہدے میں متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں کہ رسیوں اور سنگلوں سے جکڑے ہوئے لوگ یہاں لائے گئے اور چشم زدن میں تندرست ہو کر واپس گھروں کو لوٹ گئے۔ واللہ اعلم و رسولہ بالصواب

# دیوانے کتے کے کاٹے کا روحانی نسخہ

جس شخص کو دیوانہ کتا کاٹ کھائے۔ اور اس شخص کے دیوانے ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو درج ذیل آیہ مبارک کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھے اور مریض کو ہر روز ایک ٹکڑا کھلائے۔ بزرگ فرماتے ہیں ایک ٹکڑا گڑ میں لپیٹ کر کھلائے کتے کے زہر کا اثر دور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

آیہ مبارک یہ ہے " **انهم يكيدون كيدا" واكيد كيدا فمهل الكفرين امهلهم رويدا○**

**دوسرا روحانی نسخہ:-** اعلی حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اہل سنت کے مجموعہ ہائے اعمال کا لاجواب انتخاب "شمع شبستان رضا" حصہ اول کے صفحہ 88 میں درج ہے کہ

"سید امیر حیدری گوری میاں رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کمہار کے چاک کی مٹی حاصل کی جائے۔ اگر نہ مل سکے تو چکنی مٹی کو گوندھ کر دو عدد غلولے بنائے جائیں اور جس جگہ کتے نے کاٹا ہو۔ اس کے گرد گھمائے جائیں، اگر کتا زہردار ہے تو اس کتے کے رنگ جیسے بال مٹی میں نمایاں ہوں گے۔ تین روز اسی طرح کرے۔ یہاں تک کہ بال ظاہر نہ ہوں، تو جان لیجئے کہ اب کتے کا زہر ختم ہو گیا، اور غلولے گھماتے وقت یہ الفاظ پڑھے:

"بندر ناچے ریچھ بجاوے، کتے کا کاٹا
زہر نہ آوے۔ دہائی حضرت مخدوم اخی جمشید کی"

اگر گیدڑ کاٹے تو بھی یہی منتر پڑھے، مگر کتے کے لفظ کی جگہ شغال یا گیدڑ کہا جائے۔ یہ افسوں تین یا سات بار پڑھے۔

یہ عمل مجرب ہے۔ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں بار کا تجربہ شدہ ہے۔

# چنبل

اور

# جلدی امراض

کے

# روحانی شفاخانے

## جلدی امراض اور چنبل کے شفاخانے

1- آستانہ عالیہ حضرت منگو پیر رحمتہ اللہ علیہ کراچی۔

2- "حبیب داگڑھا" نزد سرائے عالمگیر۔ ضلع جہلم۔

3- بمقام چنبل ، بڑا سرکاری کھوہ۔ فاروق آباد سے آگے۔ سرگودھا روڈ ضلع شیخوپورہ۔

4- سید ابرار حسین شاہ سجادہ نشین۔ بمقام حضرت شاہ سفیر المعروف میانا موہڑہ تحصیل سوہادہ ضلع جہلم۔

5- آستانہ پیر جمن شاہ شہید بخاری رحمتہ اللہ علیہ۔ شہید ملت روڈ۔ کراچی۔

6- تمیر شریف ٹھنڈا پانی شاپ سے چھ میل شمال مشرق میں ، کہوٹہ روڈ ، ضلع راولپنڈی۔

سجادہ نشین سید مزمل حسین شاہ مشہدی ، از خاندان بری امام رحمتہ اللہ علیہ

# تعارف

## حضرت علامہ مولٰنا عبدالعلیم سیالوی صاحب

بہت بچپن سے دیکھ رہا ہوں یہ شخص خدمت دین میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ گذشتہ کوئی بیس سال تک ملک کی معروف دینی درسگاہ الجامعۃ النعیمیۃ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے اور فتوی نویسی کی دقیق ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آج کل مفتی غلام سرور صاحب قادری کے ہاں جامعہ محمدیہ غوثیہ گلبرک مین مارکیٹ لاہور میں اس عہدہ پر متمکن ہیں۔ ایک خوبصورت اور وسیع جامع مسجد نصرت الاسلام عابد مجید روڈ لاہور چھاؤنی میں ایک عرصہ سے خطیب ہیں۔ قرب و جوار کے اکثر علماء حضرات آپ سے مسائل دریافت کرتے ہیں۔ ماہنامہ رموز جو لندن سے شائع ہوتا ہے اور پاکستان میں بھی کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کے فقہی کالم کے انچارج ہیں۔ خوش طبع بھی ہیں۔ خوش مزاج بھی۔ علم و فن کی دنیا کے دھنی ہر فن مولا ہیں۔ حکمت بھی جانتے ہیں اور انجینئر بھی ہیں۔ موٹر سائیکل کے مکینک بھی ہیں۔ تقریباً یہ سارے بکھیڑے انہیں آتے ہیں۔

انٹرویو

# چنبل کا علاج

ایک نشست میں علامہ سیالوی صاحب فرمانے لگے کہ مولانا میرے بائیں ہاتھ کی چھنگلی پر چنبل کی تکلیف ہوگئی۔ بڑا علاج معالجہ کیا۔ لیکن نہ جانے کیوں ادویات میں اثر نہ رہا۔ محسوس ہوتا تھا' قادر مطلق ؒ چاہے تو ایک راکھ کی چٹکی میں شفا بھر دے اور چاہے تو ہزارہا ادویات استعمال کرلی جائیں۔ ہسپتال کے چکر لگا لئے جائیں' سپیشلسٹ سر پھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ حکماء کی حکمت دم توڑ دے لیکن آرام نہ آئے۔ اسی قادر مطلق نے میرے لئے بھی دنیا کی ہر دوا کو آرڈر جاری کر دیا کہ عبدالعلیم کی قسمت میں ہم نے کسی اور جگہ کی مٹی میں شفا رکھی ہے تم ہرگز اثر نہ کرنا۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ سے جلن سلب کرنے والے اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے گلے پر پھرنے والی چھری کی کاٹ چھین لینے والے مالک نے میرے لئے بھی ہر دوا سے اثر چھین لیا۔

مجھے ایک دوست نے بتایا کہ سرائے عالمگیر کے قریب ایک بستی ہے' حبیب داگڑھا" وہاں ایک اللہ والے آرام فرما ہیں۔ ان کے آستانے پر جاؤ خاک ملو' چنبل کا جوبن اور اس کی جڑیں خاک میں نہ مل جائیں تو کہنا۔

چشتی صاحب یہ بندہ وہاں چل دیا۔ سرائے عالمگیر لاہور سے جہلم جاتے ہوئے دریائے جہلم کے اس طرف ایک بہت بڑا اور قدیم قصبہ ہے اور بڑا مردم خیز قصبہ ہے۔ چوہدری فضل الٰہی جو ایک عرصہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں۔ اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے۔ میں سرائے عالمگیر سے "حبیب داگڑھا" کا راستہ لیا۔ اس راستے پر چلتے ہی مجھے تکلیف کی کمی کا احساس ہونے لگا۔ بہرصورت وہاں پہنچا۔ خاک ملی تو چنبل کی شان

خاک ہوگئی۔ اس کے بعد سے آج تک کبھی کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لئے کہ چنبل کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے اور شاید کچھ عرصہ بعد یہ بھی ذہن سے محو ہو جائے کہ چنبل تھی کہاں؟

مولانا میں نے وہاں مجاورین سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے بتایا کہ اس دربار شریف کی حدود میں کبھی کسی شخص کو چنبل، جزام اور اس قسم کی دیگر امراض چھو بھی نہیں سکتیں بلکہ جزام اور کوڑھ کے بڑے بڑے خطرناک مریض شفایاب ہو کر گئے ہیں۔ اور متوسلین کو حکم ہے کہ مریض کتنی خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہو، مریض سے نفرت نہ کریں جس روز نفرت کرو گے اسی روز سے اثر بھی زائل ہو جائے گا۔ واقعی مولانا گناہ گار سے نفرت تو نہیں کرنی چاہئے ناں، نفرت تو گناہ سے کرنی چاہئے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم سیالوی صاحب اپنا ذاتی واقعہ بہت ہی حیرت اور یقین محکم سے بیان کر رہے تھے کہ چند سال پہلے مجھے مفتی محمد رحیم سکندری مہتمم جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیر پور سندھ کا واقعہ یاد آگیا۔ مفتی محمد رحیم سکندری قادری صاحب کے دونوں پاؤں پر چنبل تھی۔ ایک خاص موسم میں دونوں قدموں پر تکلیف شدت اختیار کر جاتی۔ پنجاب میں ضلع شیخوپورہ کا ایک قصبہ چوہڑ کانہ ہے۔ جسے آج کل فاروق آباد کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے مضافات میں ایک گاؤں چبل ہے۔ اس گاؤں کا نام بھی چنبل صرف اسی لئے ہے کہ وہاں سے چنبل کی شکایت کی شفا ملتی ہے۔

اسی گاؤں کے ایک نوجوان خضر نوشاہی ہیں۔ بڑی فاضل شخصیت ہیں یہ چند سال قبل سندھ میں خانہ فرہنگ ایران کی طرف سے مامور تھے اور لائبریریوں کے قلمی نسخوں پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے تھے۔ اسی تحقیقی دورہ میں ان کا تعارف مفتی محمد رحیم سکندری صاحب سے ہوگیا۔ مفتی صاحب سے جو

شخص ایک دفعہ مل لیتا ہے پھر وہ ہمیشہ ان کے گن گاتا ہے۔ ان کی پرہیز گاری، اخلاق، مروت، مہمان نوازی ہر دلعزیزی، اجنبی کو اپنا بنا لیتی ہے۔ علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے اہل علم کے دل میں بھی گھر رکھتے ہیں۔ خضر نوشاہی صاحب کے تعارف ہونے پر مفتی صاحب کو ان کے گاؤں سے چنبل کے شفاخانے کا علم ہوا تو اپنے مرض سے مجبور ہو کر پنجاب کا قصد کیا۔

خضر صاحب کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ خیر مفتی صاحب لاہور تشریف لائے اور مجھے ساتھ چلنے کا حکم ہوا۔ بندہ ناچیز شاداں و فرحاں ساتھ ہو لیا۔ ہم چنبل گاؤں پہنچے۔ خضر نوشاہی ہمارے میزبان ہمارے منتظر تھے۔ واقعتہً انہوں نے بہت تکلف کیا ہوا تھا۔

تکلف کی بات اگرچہ موضوع سے مختلف ہے لیکن دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس لئے عرض کئے دیتا ہوں ............ ہمیشہ سے ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ تکلف کرتے ہوئے بھی اس سے ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور ذوق مرحوم کے شعر کو خوب استعمال کیا جاتا ہے۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

یا کہتے ہیں کہ "تکلف علامت ہے بے گانگی کی، لیکن جب میں نے حسب عادت خضر نوشاہی صاحب سے اس تکلف کی شکایت کی تو انہوں نے تکلف کو جدید معانی عطا کئے۔ اور ہم سب نے خوب حظ اٹھایا، کہنے لگے چشتی صاحب!

تکلفات کی شمعیں جلائی جاتی ہیں
تعلقات کی دنیا میں روشنی کے لئے

خیر معلوم ہوا کہ ان کے گاؤں کے ایک نمبردار صاحب ہیں۔ بہت نیک آدمی

ہیں اور ان کے خاندان کو کسی بزرگ کی طرف سے دعا ہے۔ آج کل یہ ورثہ نمبردار صاحب کے حصہ میں ہے۔

چنبل کے مریض ہر اتوار کو ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حکم ہے کہ اس گاؤں کی حدود میں اس روز چنبل کا مریض کوئی چیز نہ کھائے۔ نمبردار صاحب اوپلوں کی راکھ اکٹھی کر رکھتے ہیں۔ بیسیوں مریض ہر اتوار کو آتے ہیں اور نمبردار صاحب خود اس راکھ کو مریض کے متاثرہ حصے پر ملتے ہیں۔ کچھ کلام بھی برکت کے لئے پڑھتے جاتے ہیں اور کچھ راکھ مریض کو ساتھ بھی دیتے ہیں۔ تاکہ گھر جا کر بھی استعمال کی جا سکے۔ اس طرح اللہ تعالی چنبل کے مریضوں کو شفا بخشتا ہے۔

مفتی صاحب اور ہم نے صبح ناشتہ نہ کیا، اور نمبردار صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے خوب استقبال کیا۔ اور مفتی صاحب کے دونوں پاؤں پر اوپلوں کی راکھ مل دی اور اللہ تعالی نے مفتی صاحب کو شفا عطا فرمائی۔ اللہ تعالی ان روحانی شفاخانوں کو آباد رکھے۔ آمین

○ باؤلے کتے کے کاٹے کے لئے شفاخانہ

○ ہر قسم کے درد کا علاج

○ آنکھوں کی تکلیف کا شفاخانہ

○ پیٹ کے جملہ امراض کا شفاخانہ

○ جزام اور دیگر جلدی امراض کا شفاخانہ

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد یوسف سیالوی مہتمم دارالعلوم جامعہ شمسیہ ضیاء القرآن کھوکھا شریف، ڈاک خانہ دینہ ضلع جہلم کے بھانجے مولانا حافظ قاری محمد طیب ولد مولانا غلام فرید صاحب بمقام توکل پور، ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع جہلم کئی ایک بار گھر تشریف لائے۔ روحانی شفاخانوں پر گفتگو کے دوران دینہ کے قرب و جوار میں چند ایک روحانی شفاخانوں کا انکشاف کیا۔

1- پیر شہاب رحمتہ اللہ علیہ کالا گجراں سے رانی گھی ملز جہلم سے ویگن مل جاتی ہے۔ ان کے آستانے پر ہر قسم کے درد کا شافی علاج ہوتا ہے۔

2- پیر شاہ وسن رحمتہ اللہ علیہ کھوکھے اور دینہ کے قریب ہیں۔ آنکھوں کی تکلیف سے نجات کے لئے لوگ رجوع کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

3- حضرت خواجہ محمد مقبول صاحب رحمتہ اللہ علیہ مفتیاں دینہ شہر کے بالکل قریب ہیں۔ یہاں باؤلے اور دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔

4- گراٹ۔ یہ جگہ بھی عجیب جگہ ہے۔ یہاں پانی کے چشمے سے آپ پانی نوش فرمائیں اور پیٹ کے جملہ امراض سے شفا پائیں۔

یہ انکشافات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ تھے۔ میں نے سوال کیا۔ کوئی ایسا شخص بتائیں جس کو ان روحانی شفاخانوں سے کسی نہ کسی طرح فیض ملا ہو۔ فرمانے لگے۔ آپ وہاں جائیں۔ پھر ایک نہیں بیسیوں بلکہ سینکڑوں لوگ مل جائیں گے۔

بندہ 10 ستمبر 1987ء کو پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول ایبٹ آباد کی سالانہ پریذیڈنٹ پریڈ میں مدعو تھا۔ 9 ستمبر کو ایبٹ آباد پہنچا۔ اپنے میزبان میجر خالد

الرحمن ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ فزکس پی ایم اے کاکول اکیڈمی تھے۔ 10 ستمبر 1987ء کو پریذیڈنٹ پریڈ اٹنڈ کی۔ واقعتہ میرے ملک کے کیڈٹ نوجوان جو میرے ملک کی آن اور شان ہیں۔ اعلی تربیت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کا نظم و ضبط صحت و صفائی، چستی و چالاکی جوش و ولولہ، سرفروشی اور جانبازی غرض ہر انداز قابل صد ستائش ہے۔ رب ذوالکرم والا حسان میرے پاکستان اور ان نوجوانوں کی سرپرستی اور حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ **بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم**

10 ستمبر 1987ء کو واپسی پر رات گئے دینہ ضلع جہلم پہنچا۔ صبح جب ان مذکورہ مقامات اور ان سے متعلقہ روایات کا جس کسی سے بھی تذکرہ ہوا ہر ایک نے مہر تصدیق ثبت کی۔ قصبہ مفتیاں تو بالکل دینہ شہر کے ساتھ متصل ہے۔ درمیان میں صرف ریلوے لائن ہے جو لاہور اور راولپنڈی پشاور کو ملاتی ہے۔ لائن عبور کریں۔ مفتیاں کو جانے والی سڑک کے ہر دو جانب قبرستان ہے۔ دائیں طرف حضرت علامہ شیخ الفقہ و الحدیث مفتی جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ پاک ہے جن کے نام سے بلکہ اعزاز سے یعنی مفتی سے یہ گاؤں مفتیاں بنا۔ وہاں ایک بزرگ حافظ محمد عادل ولد حافظ امام دین ساکن مفتیاں مل گئے۔ سفید ریش، ستر کے پیٹے میں، تاریخ کے طالب علم کے چہرے کی وجاہت یہ کہتی تھی کہ یہ شخص تقوی شعار بھی ہے۔

فرمانے لگے لوگوں کو جس دربار سے باؤلے کتے کے کاٹے کی شفا ملتی ہے ان کا اسم گرامی خواجہ محمد مقبول ہے۔ یہ خنسہ تھے اور دربار اکبر کے حرم سرا میں ان کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ جب اکبر کا یہاں سے گزر ہوا، غالبا قلعہ رہتاس پر قیام کیا ہوگا، تو محمد مقبول کا گزر مفتی صاحب کے حلقہ درس سے

ہوا۔ درس سنا تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ شاہی سہولتوں اور نعمتوں پر ٹھوکر ماری اور ایک درویش کے آستانے پر ڈیرے ڈال دیئے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

شاید ایک روز محمد مقبول نے مفتی صاحب سے عرض کیا ہوگا۔ حضور کیا آپ کے ساتھ لگ کر بھی بندہ بے نام و نشان رہے گا۔ تو آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے دعا فرمائی ہوگی۔ بعد از وصال نہ جانے کب اور کس طرح یہ مشہور ہو گیا کہ ان کے آستانے سے دیوانے کتے کے کاٹے سے شفا ملتی ہے ' صدیوں سے یہ شفا خانہ کھلا ہوا ہے اور ہم بھی یہیں آباد ہیں۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہونے کو ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جسے یہاں سے آرام نہ ملا ہو۔ دور دراز سے مخلوق خدا آتی ہے اور فیض پاتی ہے۔ مفتی صاحب نے خواجہ محمد مقبول کے اپنے ساتھ مل جانے کی لاج رکھی اور اس طرح عمر جاوداں عطا کر دی

لج پال پریت نوں توڑ دے نئیں
جیہدی بانہہ پھڑدے اوہنوں چھوڑ دے نئیں

میں یہ دلنواز ذکر سن کر دربار حضرت خواجہ محمد مقبول رحمتہ اللہ علیہ پر پہنچا تو چند اشخاص اور کچھ خواتین موجود تھیں۔ کوئی تلاوت کر رہا تھا۔ کوئی ایصال ثواب کے لئے دعا کر رہا تھا۔ کوئی چکر لگا رہا تھا۔ ایک دو کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لفافہ بھی دیکھا۔ جس میں سادہ یا نمکین "پھلیاں" تھیں اور انہیں تقسیم کرتے دیکھا۔

# باؤلے کتّے کے کاٹے کا علاج

## تعارف میاں خالد نسیم صاحب سجادہ نشین مفتیاں ضلع جہلم

ان اشخاص میں ایک صاحب میاں خالد نسیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مفتی شیخ جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان میں سے ہیں۔ بی۔ ایس۔ سی تعلیم رکھتے ہیں۔ کاروباری سلسلہ میں مشرق وسطی کا دورہ کر چکے ہیں۔

جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے سرگرم رکن ہیں۔ کالج کی زندگی میں جمعیت طلباء اسلام کے بڑے فعال ممبران میں سے تھے۔ مولانا ابوالاعلی مودودی صاحب کی کتب اور فلسفہ مودودیت سے بری طرح متاثر ہیں۔

انٹرویو

فرمانے لگے مولانا میں تو ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا جو لوگ یہاں آتے ہیں' کیوں آتے ہیں۔ بغداد میں رہتے ہوئے کئی ایک اولیاء کرام کے مزارات پر

گیا ہوں لیکن صرف دیکھنے کے لئے عقید تا" یا زیارت کے لئے نہیں گیا۔ ان کے ہاں کیا رکھا ہے۔ لیکن جب سے اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوئے اس مزار پر کچھ وقت گزرنے لگا ہے تو دل میں ایک احساس پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چیز عقل سے بالاتر بھی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اس بزرگ کے مزار کی مٹی سے ہی شفا کیوں ملتی ہے۔ ہر جگہ کی مٹی سے آرام کیوں نہیں آتا۔ جبکہ مٹی میں ایسے اثرات موجود ہیں۔ جو کتے کے لعاب کے جراثیم کو ختم کرتے ہیں جیساکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو مٹی سے پاک کیا جائے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے مریض کو ہر جگہ کی مٹی سے آرام آ جانا چاہیئے۔ لیکن نہیں آتا۔ کاش یہ بات سمجھ میں آ سکتی۔

جب سے یہ بات ذہن میں سمائی ہے دل سے ایک ہوک سی اٹھتی ہے اے کاش ! میں اللہ تعالی کے انبیاء کرام کے مقدس مزارات پر ایک تقدس آمیز عقیدت کے ساتھ گیا ہوتا۔ اگر ایک خواجہ محمد مقبول کو مفتی شیخ جلال

الدین رحمہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھنے سے یہ اعزاز مل سکتا ہے۔ کہ دکھی اور مجبور انسانیت کو چین اور آرام کی دولت ملتی ہے تو ان جلالت مآب شخصیات کے فیوض و برکات بھی ضرور ہوں گی۔ جن کا تعلق ڈائریکٹ منبع فیوض و برکات خدائے بزرگ و برتر سے ہے۔ ان کے مزارات و مقابر پر اتنی مخلوق خدا آخر کس وجہ سے جاتی ہے؟

اب دوبارہ مشرقِ وسطیٰ کے دورہ کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ کاروبار یا سیر و تفریح کے لئے نہیں بلکہ عقیدتاً" اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے آستانوں سے روحانی فیوض و برکات کی دولت سمیٹنے کے لئے

نہ تیغ و تیر میں ہے نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

فرمانے لگے میرے سامنے چھ اشخاص ایسے آئے۔ جنہیں دیوانے کتے نے بری طرح کاٹا ہوا تھا اور بعض کی پنڈلیوں سے گوشت اس طرح کاٹا ہوا تھا جیسے کسی ظالم قصاب نے گوشت کاٹ کر خود علیحدہ کیا ہو۔ خود ان لوگوں نے یہاں سے مٹی لے کر لگائی اور چلے گئے۔ زخم کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ کئی لوگوں نے ان سے یہ کہا بلکہ ضد کی کہ ڈاکٹر سے ٹیکے بھی لگوا لو اس میں کیا حرج ہے ان میں سے ایک نے پیٹ میں چودہ ٹیکے بھی لگوا لئے۔ ٹیکے لگوانے والا بھی بحمداللہ تندرست ہے اور جنہوں نے نہیں لگوائے انہوں نے کہا مر جانا منظور ہے لیکن ڈاکٹر کا علاج نہیں کروائیں گے۔ نتیجہ" ڈاکٹر سے علاج کروانے والا بھی حیات ہے اور خواجہ مقبول رحمتہ اللہ علیہؒ کے آستانے کی خاک شفا سے شفا پانے والے بھی موجود ہیں۔ سب کے سب صحت مند ہیں۔ کیا یہ بات بہت ہی حیران کن نہیں ہے؟

مزید کہنے لگے۔ خواجہ محمد مقبول رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کے ساتھ 6 بیگھ زمین وقف ہے۔ یہ مزار اوقاف کے زیر انتظام ہے۔ اس دربار سے خاندان مفتیاں کو بھی گہری عقیدت ہے۔ شاید اسی گہری عقیدت کا نتیجہ ہے کہ آج تک کسی نے بھی اس ملحقہ زمین کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ جبکہ محکمہ اوقاف بھی اس زمین کو استعمال نہیں کرتا۔

شہنشاہ اولیاء اور کاملوں کے راہنما داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک تھا۔ پائلٹ ہوٹل میں کراچی کے معروف تاجر۔ نعت گو اور نعت خواں صاحب کتاب صلو علیہ و الہ جناب قمر انجم کے پاس بیٹھا تھا اور روحانی شفاخانوں کا تذکرہ ہوا تو ایک بزرگ سفید ریش فرمانے لگے۔ میرا نام امام دین نوشاہی ہے۔ مشین محلہ نئی بستی متصل قبرستان جہلم شہر کا رہنے والا ہوں۔ مجھے باؤلے کتے نے کاٹا تھا اور میں مفتیاں ضلع جہلم پہنچا اور حضرت خواجہ مقبول احمد رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کی خاک شفا سے شفایاب ہوا۔ الحمدللہ

ان سے فراغت کے بعد بمقام کھوکھا پہنچا۔ یہ گاؤں اگرچہ بالکل چھوٹا سا ہے لیکن علم و عرفان کی دولت کا بحر بے کراں ہے۔ حضرت محترم قاری محمد یوسف صاحب سیالوی نے یہاں بلکہ اس پورے علاقے میں قرآن پاک پڑھانے حفظ کرانے اور تجوید قرات کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا ہوا ہے۔ تین مدرسے صرف گاؤں کھوکھا میں ہیں۔ ایک بہت ہی بڑی اور خوبصورت جامع مسجد زیر تعمیر ہے۔ جس پر کئی لاکھ روپیہ کی خطیر رقم خرچ ہو چکی ہے۔

گاؤں میں قاری صاحب موصوف سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو فرمانے لگے کہ گراٹ کا وہ فاصلہ جو پہلے چار پانچ میل کا تھا آج وہ فاصلہ تیس

چالیس میل کا ہو گیا ہے۔ دراصل وہاں حکومت نے اس علاقہ کے لئے ایک چھوٹا سا ڈیم تعمیر کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے قریبی راستہ بند ہو گیا ہے اور بہت دور سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ جمعتہ المبارک کی وجہ سے آج وہاں جانا ممکن نہیں ہے۔ دیگر مقامات بھی نہ دیکھ سکا۔ البتہ جس شخص سے بھی بات کی اس نے محیر العقول واقعات کی تصدیق کی۔ بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ گراٹ کا چشمہ کوئی بہت بڑا چشمہ نہیں ہے۔ البتہ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پانی رستا رہتا ہے۔ اگر اس چشمے پر کسی عورت کا گذر ہو جائے تو چشمہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مستورات کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی مریضہ وہاں جائے اور اپنے ساتھ کوئی مرد لے جائے' جو چشمے سے پانی لے آئے اسے پلائے اگر چشمہ بند ہو جائے تو کوئی مرد اس چشمے پر چادر ڈال کر تھوڑی دیر بیٹھا رہے پھر آہستہ آہستہ پانی دوبارہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس چشمے کا فیض یہ ہے کہ پیٹ کے جملہ امراض سے نجات مل جاتی ہے۔ پانی پیتے ہی اسہال یعنی دست شروع ہو جاتے ہیں۔ کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ البتہ ان اسہال سے کمزوری یا نقاہت نہیں ہوتی۔

قاری محمد یوسف صاحب سیالوی کے مہمانوں میں سے ایک بزرگ سید ابرار حسین شاہ صاحب بڑی خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کا صاجزادہ سید سفیر حسین شاہ صاحب قاری صاحب کے مدرسہ میں بالکل ابتدائی طالب علم ہیں۔ شاہ صاحب اس کے سلسلہ میں قاری صاحب سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ آپ حضرت شاہ سفیر رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشینوں میں سے ہیں۔

# جُذام اور جلدی امراض کا شفاخانہ

## حضرت بابا شاہ سفیر رحمتہ اللہ علیہ

بمقام شاہ سفیر المعروف میانا موہڑہ تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم دینہ یا سوہاوہ سے بذریعہ ویگن پہنچا جاسکتا ہے۔

سید ابرار حسین شاہ فرمانے لگے۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آپ کو قدرت کا ایک عظیم کرشمہ دکھائیں۔ جلدی امراض، ایگزیما، جذام، خارش، موہری غرض ہر قسم کے جلدی امراض سے مکمل نجات حاصل کریں۔

1971ء کی بات ہے حادثہ مشرقی پاکستان کے بعد ایک فوجی جنگلوں اور بیابانوں میں بھٹکتا رہا۔ نہ جانے کیسے کیسے مقامات سے گذرا۔ اس کی دونوں ٹانگیں زخمی ہوگئیں۔ پھر زخم بگڑتے چلے گئے حتی کہ گھٹنوں تک پنڈلیوں کا گوشت جھڑ گیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ سی۔ ایم۔ ایچ راولپنڈی میں داخلے کے دوران ڈاکٹرز حضرات نے فوراً دونوں ٹانگیں کاٹ دینے کا حکم دیا لیکن وہ فوجی رضا مند نہ ہوا۔ امید کی کرن دل میں لئے نہ جانے کس طرح ہسپتال سے دو ماہ کی چھٹیاں لے کر گھر آگیا۔ گھر والے اسے حضرت شاہ سفیر رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر لے آئے۔ بائیس روز یہاں قیام کیا۔ اسی قیام کے دوران ہڈیوں پر گوشت چڑھنا شروع ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ٹانگیں صحیح

علامت ہونا شروع ہو گئیں۔ دو ماہ کی تعطیل گزارنے کے بعد وہ دوبارہ پریڈ میں جا کھڑا ہوا۔ آفیسران اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اوہ، تم ؟ کہاں سے علاج کروایا، وہ کون سے ڈاکٹر صاحب ہیں۔ ہمیں پتہ دو۔ تاکہ تم جیسے دوسرے مریضوں کو وہاں ریفر کیا جائے۔ تو اس نے حضرت شاہ سفیر رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کے روحانی شفاخانے کا دلنواز ذکر چھیڑ دیا۔ کسی کو یقین آئے یا نہ آئے، لیکن وہ خود یا دیگر اشخاص جب بھی اس کی ٹانگوں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ حضرت شاہ سفیر رحمتہ اللہ علیہ کے لئے ہزارہا دعائیں ان کے دل سے نکلتی ہوں گی۔

شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ کے آستانے کے ساتھ ایک تالاب ہے بے اولاد عورتیں اس تالاب میں غسل کرتی ہیں اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے صاحب اولاد ہوتی ہیں۔

صاحب اولاد ہونے کی بات چلی، تو دس بارہ سال پیشتر کے ایک واقعہ کی پوری فلم میرے ذہن کے پردے پہ چلنے لگی۔

## ایک حیرت انگیز واقعہ

میرے ایک بہت ہی کرم فرما مہربان ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی محمد رحیم قادری سکندری صاحب۔ آپ عرصہ دراز سے پیر صاحب پاگارہ کے دارالعلوم جامعہ راشدیہ کے مہتمم اعلی ہیں۔ یہ درگاہ شریف خیرپور سندھ سے چند میل جنوب میں پیر گوٹھ میں ہے۔ صاحب علم و فضل ہیں۔ عربی، فارسی، سندھی، بلوچی اور اردو زبانوں میں تحریر و تقریر کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ کنز

الایمان کا سندھی زبان میں ترجمہ اور حاشیہ لکھ چکے ہیں جو شائع بھی ہو گیا ہے۔ کئی ایک بار زیارت حرمین شریفین سے باریاب ہو آئے ہیں۔ قرآن پاک صرف تین ماہ میں حفظ کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ یعنی حافظ غضب کا ہے۔

بہت دیر کی بات ہے۔ مفتی صاحب قبلہ مجھے اکثر خطوط لکھتے رہتے تھے کہ چشتی صاحب آپ میرے لئے داتا صاحب اور حضرت میاں میر صاحب کے آستانوں پر جا کر اولاد نرینہ کے لئے دعا کریں ایسے خطوط کئی بار آئے۔ سچ پوچھئے میں نے ان کے لئے ان آستانوں پر جا کر کبھی دعائیں نہیں مانگیں۔ اس کے پس منظر میں وہی عقیدے کی ناپختگی ہو گی کہ صاحبان مزار سے کیا مانگنا ہے۔ اللہ سے مانگیں گے وہی دے گا۔

ایک دن ایسا ہوا۔ میرے ایک بزرگ مہربان ہیں۔ جناب صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب پاکستان ایئر فورس سے چیف ٹیک ریٹائر ہیں۔ بہت ہی اللہ والے ہیں۔ مستنصر باللہ سٹریٹ، کوٹ خواجہ سعید لاہور میں اپنے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ "جہاد کی طرف ایک قدم" ایک ضخیم کتاب کے مصنف ہیں۔ میں ایک روز ان سے ملنے گیا۔ وہ مجھے ایک چائے کی دکان پر لے گئے۔ دکان کے باہر سڑک پر دو بینچ آمنے سامنے پڑے تھے۔ چند اشخاص اور بھی بیٹھے تھے۔ چائے نوشی کے دوران میں نے صوفی صاحب مذکور سے کہا کہ محترم! ہمارے ایک مفتی صاحب دوست ہیں وہ خیر پور سندھ میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاں تین چار لڑکیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اب اولاد نرینہ کی تمنا رکھتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالی انہیں ایک پیارا سا بیٹا عطا فرمائے۔ صوفی صاحب یکدم بول اٹھے۔ چشتی صاحب! آپ مفتی صاحب کو خط لکھیں کہ جو

وظائف آپ پڑھتے ہیں۔ ان میں میری طرف سے گیارہ گیارہ مرتبہ درود پاک کا اضافہ کر لیں۔ اپنے منہ اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے، اگر اس دفعہ اللہ تعالیٰ بیٹا نہ دے تو مجھے پکڑ لینا۔" صوفی صاحب نہ جانے کس ترنگ میں آ کر یہ لفظ کہہ گئے۔ میرے قدموں سے زمین نکل گئی۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" - یہ تو بالکل ایسے ہوا جیسے کسی سے کوئی چیز چھین کر دے دی گئی ہو۔

"قارئین! میں اسی حیرانی، پریشانی اور بے چینی میں وہاں سے اٹھا اور گھر آگیا۔ یہ خلش ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتی کہ صوفی صاحب نے کیا کہہ دیا۔

اسی ادھیڑ بن میں دو تین ماہ گزر گئے۔ زندگی کی بے پناہ مصروفیات میں بھی یہ خلش کسی لمحہ مجھ سے جدا نہ ہوتی۔ آخر ایک دن میرے دل میں آئی اے انسان! تو کون ہوتا ہے۔ پریشان ہونے والا۔ کہنے والا جانے یا ماننے والا جانے۔ تو ایک پیغام رساں ہے، پیغام بھیج دے۔ آگے وہ جانے اس کا کام یا صوفی صاحب۔

سنا ہے، شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دفعہ دوران سفر بوقت شام کسی گاؤں میں ٹھہرنے کے لئے ایک دروازے پر دستک دی اور رہنے کی جگہ مانگی صاحب خانہ نے ایک شرط پیش کی کہ میرے گھر میں میری اہلیہ کو تکلیف ہے۔ تولید کا وقت ہے۔ آپ کوئی ایسا تعویذ دیں جس سے بچی بچہ جلدی پیدا ہو جائے اور اہلیہ کو درد زہ کی تکلیف سے نجات مل جائے آپ نے حامی بھر لی۔ آپ نے اپنے گدھے کو کھونٹی سے باندھا، بستر پر بیٹھے اور ایک تعویذ لکھ دیا۔ خدا کی شان وہ تعویذ باندھتے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔ شیخ

صاحب تو صبح اٹھ کر اپنے سفر پر چل دیئے لیکن تعویذ کا بہت چرچا ہوا۔ جس گھر میں بھی تکلیف ہوتی وہ تعویذ مانگ کر لے جاتے اور فوراً" آرام آ جاتا۔ گاؤں کے مولوی صاحب نے وہ تعویذ منگوا بھیجا کہ دیکھیں کہ اس میں کون سی آیت لکھی ہے۔ تاکہ اس آیت سے مزید برکات حاصل کی جائیں۔ جب تعویذ کھولا تو لکھا تھا" یا اللہ مجھے اور میرے، گدھے کو جگہ مل گئی ہے۔ آگے تو جانے تیرا کام" مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ دراصل اس فقرہ میں ذات خداوندی پر اندھا اعتماد جھلکتا ہے۔

سپردیم تو مایہ خویش را
کہ دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالی نے شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی اس بے نیازی و یقین محکم کے عقیدے کی لاج رکھی اور جہاں بھی اس کو استعمال کیا۔ اللہ تعالی نے کرم فرمایا۔ گویا دنیا کو بتانا مقصود تھا کہ جو میرے بندوں کی خدمت کرتا ہے۔ ہم ان کو مایوس نہیں کرتے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

بالاخر میں نے مفتی محمد رحیم سکندری قادری صاحب کو صوفی صاحب مذکور کے حوالے سے خط لکھ دیا اور اس انتظار میں رہنے لگا کہ دیکھیں کب مبارک باد آتی ہے۔ سبحان اللہ واقعی صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب کی دیوانگی رنگ لائی اللہ تعالی نے صوفی صاحب کے منہ سے نکلی ہوئی بات کی لاج رکھی اور درود پاک کا صدقہ کرم ہوا، محمد اکرام بچے کے تولید کی تین ماہ بعد ہی مبارک باد مل گئی سبحان اللہ، ان اللہ علی کل شئی قدیر کے ساتھ ساتھ یہ

بات بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کرم نواز یقیناً اپنے نیک بندوں کی سنتا ہے پوری کرتا ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے۔

دولت دارین گر درکار ہو

دست بستہ حاضر دربار ہو

میں اس واقعہ کو اپنے ذہن کے کسی لاشعوری خاکے میں سے دیکھ رہا تھا کہ سید ابرار حسین شاہ نے مجھے چونکا دیا۔ فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں ہر جمعرات کو ایک میلہ سا لگا ہوتا ہے بے پناہ مخلوق خدا آتی ہے اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتی ہے۔ اتنے میں جمعتہ المبارک کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہم پر تکلف کھانا کھا رہے تھے اور گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کھانے سے فارغ ہوئے۔ ادھر کسی نے کعبے کی بٹی کے بلند مینار سے خدائے بزرگ و برتر کی بڑائی کا اعلان کیا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

## جلدی امراض کا علاج

# تعارف اور انٹرویو

**ملک الطاف حسین قادری پیر جمن شاہ شہید بخاری۔ شہید ملت روڈ۔ کراچی**

1977ء میں تحریک نظام مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زوروں پر تھی۔ عشق مصطفے صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی جو لہر اس دور میں دیکھی گئی شاید زندگی بھر دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔ 1965ء کی 17 روزہ پاک بھارت جنگ میں جو جذبہ پوری قوم کے انگ انگ سے شیرے کی طرح سے ٹپک رہا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ تحریک نظام مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں دیکھا گیا۔

سوشلزم کی پھلجڑی کی روشنی ماند پڑچکی تھی۔ اہل سنت و جماعت کے عظیم قائد حق و صداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ درد کو محسوس کیا۔ تکلیف کا جائزہ لیا۔ مرض کو پڑھا۔ اور نسخہ تجویز کیا کہ اس دکھ، درد اور مرض کا صرف ایک علاج ہے۔ مقام مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ اور نظام مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ۔

ہر دو عالم میں تجھے مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

یہ نورانی نسخہ شاہ احمد نورانی نے خود نہیں بنایا تھا بلکہ بیمار انسانیت کو ذات خداوندی کے تجویز کردہ نسخہ کی صرف نشاندہی کی تھی جیسے ایک حکیم

حاذق اسلاف کے نسخوں کے مطالعہ سے امراض کا علاج کرتا ہے۔ اسی طرح یہ نسخہ مسلم قوم کا ہر رہبر تجویز کرتا رہا۔ اقبال نے بھی یہی کہا تھا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بعض اوقات نسخہ بروقت تجویز ہو جاتا ہے اور تیر بہدف ثابت ہوتا ہے اس طرح یہ نسخہ بھی پوری قوم کا نعرہ بن گیا۔ اپنے بیگانے اچھے برے نیک و بد چھوٹے بڑے مرد و عورت تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ، سنی وہابی، دیو بندی، شیعہ غرض ہر شخص کی زبان پر بس ایک ہی کلمہ تھا۔ نظام مصطفےٰ کا نفاذ اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ ملک کی بڑی بڑی نو جماعتیں متحد ہو گئیں۔ سوشلزم کو پاکستان کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ملت اسلامیہ پاکستان ایک ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے۔ یہ تحریک واقعتہ" ایک تحریک تھی۔ شاہ احمد نورانی کی پارٹی جمعیت العلماء پاکستان کا مرکزی دفتر انٹرنیشنل ہوٹل شاہراہ قائداعظم کے عقب میں ایک کوٹھی میں تھا اور اب بھی ہے وہاں عشق مصطفےٰ سے سرشار دیوانوں کا جم غفیر ہوتا۔ کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے۔ خورد و نوش اور بود و باش کی کسے ہوش تھی۔ اس جم غفیر میں دو نوجوانوں نے بہت متاثر کیا۔ ایک صاحب تھے تسنیم الدین احمد جو 1971ء کے حادثہ مشرقی پاکستان کے متاثرہ تھے۔ ان کا کاروبار مشرقی پاکستان میں تھا اور خوب تھا۔ لیکن غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی نااہلیوں نے پاکستان کا ایک مضبوط مشرقی بازو کاٹ کر الگ کر دیا۔ اس جانکاہ حادثہ سے نہ جانے کیسے جان بچا کر پورے خاندان کے ساتھ اس ٹوٹے پھوٹے پاکستان کے

لاہور شہر میں حضرت میاں میر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں آ پناہ گزیں ہوئے۔ دوسرے نوجوان ملک الطاف حسین قادری تھے۔ بستی سیدن شاہ میں مقیم ہیں۔ سیکنڈری بورڈ لاہور میں سروس کرتے ہیں۔ سیاسی، سماجی، سوشل اور خصوصاً" دینی امور کے لئے آج بھی بڑے فعال کارکن ہیں۔ جب بھی تھے۔ انجمن شبان اہل سنت کے سرپرست اعلیٰ ہیں اور ہر نوجوان کے دل میں بستے ہیں۔ یہ دونوں نوجوان سر پہ نورانی پگڑیاں باندھے۔ چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری داڑھیاں رکھے نورانی پیشانیوں پر تقدس آمیز سجدوں کی نشانیاں سجائے شب و روز عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار مقام مصطفےٰ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا عزم لئے ہر وقت بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے ہیں جی چاہتا، ان مخلص اور مقدس نفوس کی پیشانیوں کو بوسہ دے لوں۔

ان کے جذبات ان کے دلوں کی دھڑکنیں آج بھی اسی طرح انکے دلوں سے سنائی دیتی ہیں۔ ذرا سینے سے لگا کر دیکھیے۔ دعوت اسلامی پاکستان کے سرگرم رکن ہیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ بستی بستی اس مشن کو لے کر جانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ تیری آواز مکے اور مدینے۔

ایک روز ملک الطاف حسین قادری غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمانے لگے، دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے اکتوبر 1987ء کے اواخر میں کراچی گیا۔ کراچی میں شہید ملت روڈ پر حضرت پیر جمن شاہ شہید بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ روایت مشہور ہے کہ حضرت پیر جمن شاہ رحمتہ اللہ علیہ فاتح اسلام، بانی پاکستان مجاہد اسلام اول جناب محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور یہیں شہید

ہو گئے تھے۔ ان کے آستانے پر ایک پانی کا چشمہ ہے۔ یہ پانی کا چشمہ نہیں فیض کا چشمہ ہے۔ میرے بھائی ملک مشتاق حسین قادری کے جسم پر خارش تھی۔ علاج کرا کرا کے تھک ہار چکے تھے۔ اس چشمہ فیض کا سن کر ہم بھی پہنچ گئے۔ دیکھا کہ مریض لوگ اس چشمہ پر غسل صحت کر رہے ہیں۔ میرے بھائی مشتاق حسین قادری بھی کود گئے۔ پورے جسم سے خارش کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ مجھے احباب نے کہا کہ میں بھی غسل کر لوں۔ لیکن اس طرح مجھے اچھا نہ لگا۔ اس لئے کہ میں پردہ میں نہانے کا عادی تھا اس لئے نہ نہا سکا۔ واپسی پر میرے جسم پر مختلف جگہ پر خارش ہونے لگی اور بعض جگہ پر چھالے پڑنے لگے۔ میں نے جلدی سے چشمے سے لیا ہوا پانی متاثرہ جگہ پر لگایا اور آرام پایا۔ دوستوں نے ازراہ تفنن طبع کہنا شروع کر دیا کہ پیر جمن شاہ صاحب نے آپ کو نہ نہانے کا مزہ چکھایا ہے۔ دراصل میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے مجھے بھی یہ تجربہ کرا دیا۔ بلکہ مجھے اس چشمے سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔

ہم اس چشمہ سے پانی بھر کر لے آئے اور محلے میں جس کسی کو ضرورت ہوئی دیا اور اس نے بھی جسمانی بیماری سے شفا پائی۔

چشتی صاحب میں نے سنا ہے کہ جسم پر کسی قسم کی تکلیف ہو۔ اس پانی کے استعمال سے آرام آ جاتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

# جذام اور جلدی امراض

## تمیر شریف، کھوٹہ روڈ، ٹھنڈا پانی سٹاپ
## ضلع راولپنڈی

### تعارف

سید نور حسین جعفری، صاحب نظر، عامل اور علم نجوم و جفر کے دھنی بزرگ ہیں۔ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "ونی کے تارڑ" میں رہائش پذیر ہیں آپ کا ڈیرہ مرجع خلائق ہے۔

حاجی عبدالحفیظ صاحب، نفیر آباد، شالا مار ٹاؤن لاہور کے رہنے والے ہیں اور راقم الحروف سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ داروغہ والا میں ٹرک باڈی میکر کی ورکشاپ کے مالک ہیں۔ انہی کی وساطت سے محترم شاہ صاحب سے متعارف ہوا۔ ان سے دو تین بار ملاقات ہوئی۔ زیر نظر کتاب سے متعلق گفتگو کا حاصل شامل کتاب ہے۔

---

نوٹ :۔ شاہ صاحب حال میں انتقال فرماگئے ہیں۔

## جذام کا علاج

حاجی عبدالحفیظ صاحب بہت فقیر اور سیدھے سادے آدمی ہیں۔ لیکن اپنے دل میں محبت کی ایک دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ جب کبھی انہیں کوئی اللہ والا مل جاتا ہے۔ بچھ بچھ جاتے ہیں مجھ جیسے ناکارہ انسان کے لئے بھی ان کے دل میں جگہ ہے۔ جب کبھی ملاقات ہوتی ہے۔ ان کی عقیدت اور محبت کا اظہار دیکھا چاہئے۔ بس ہم بھی اسی نشے میں کبھی کبھی ان سے ملنے چلے جاتے ہیں۔

ایک بار ان سے ان کی ورکشاپ داروغہ والا میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کے بڑے لڑکے پر کسی خبیث روح کا سایہ ہے۔ بے چاروں نے کئی جگہ چکر لگائے۔ آرام نہ ہوا۔ کہنے لگے ایک روز میری ورکشاب کے رفیق کار نے فرمایا۔ آؤ بچے کو ایک شاہ صاحب کے پاس لے چلتے ہیں۔ انشاء اللہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ مجھے حافظ آباد کے قریب ایک گاؤں ونی کے تارڑ ضلع گوجرانوالہ لے گئے۔ شاہ صاحب موصوف نے دیکھتے ہی فرمایا کہ بچے کو تو کچھ بھی نہیں آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ ان کی موجودگی میں بچے کو ایک دفعہ دورہ پڑا۔ اس کے بعد سے آج تک واقعی بچہ بہت حد تک تندرست ہے بلکہ مکمل طور پر صحت مند ہے۔

یہ واقعہ بھی راقم الحروف کے لئے دلچسپی سے خالی نہ تھا۔ میں نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ دسمبر 1987ء کی بات ہے انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ کی ملاقات کرا دی جائے گی۔

چند ہی روز میں شاہ صاحب کی آمد ہوئی۔ اطلاع ملنے پر میں بھی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب قبلہ پچاس پچپن کے لگ بھگ ہوں گے۔ صحت کافی حد تک ٹھیک ہے۔ سگریٹ اور چائے بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگوں کو اتنی شدت سے منع کرتے ہیں کہ جس کو ایک دفعہ منع کرنے پر تل جائیں اسے یقین آ جاتا ہے کہ یہ دونوں خباثتیں باعث ہلاکت ہیں۔ خود میرے بیٹے محمد عرفان چشتی کی یہ کیفیت تھی کہ چائے بہت پیتا تھا۔ نہ ملنے پر ماں مرحومہ سے لڑ پڑتا تھا۔ اکثر تازہ چائے بنوا کر پیتا تھا۔ لیکن ایک نشست میں اس کو شاہ صاحب نے اس کے شر سے آگاہ کرتے ہوئے سگریٹ اور چائے پینے سے منع کیا۔ بحمد اللہ وہ اس روز سے چائے سے ایسا متنفر ہوا کہ آج تک چائے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر ایک بار ان کے بیٹے سے ملاقات ہوئی جو ایف اے کے طالبعلم ہیں انہوں نے بھی بتایا کہ مجھے چائے اور سگریٹ کی مکمل طور پر ممانعت ہے۔

خیر اس پہلی ملاقات میں ملے تو تعارفی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میں نے پوچھا۔ شاہ صاحب یہ علم۔ جسے علم جفر کہا جاتا ہے کیا ہے ؟ شاہ صاحب تو گویا چمک اٹھے۔ جیسے میں نے ان کی کسی پسندیدہ چیز کا پوچھ لیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ پیسہ بولتا ہے۔ میں کہتا ہوں، علم بولتا ہے، خواہ کسی شعبے کا علم ہو بولتا ہے اور خوب خوب بولتا ہے۔ کہیں تقریر کی شکل میں اور کہیں تحریر کی شکل میں بس پھر کیا تھا شاہ صاحب نے علم جفر کی معلومات کے دھانے کھول دیئے یہ علم کیا ہے۔ اس کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوا۔ اس کے اثرات کیا ہیں۔ ؟ وغیرہ وغیرہ۔ اہل خانہ اور چند دیگر احباب تو بت بنے بیٹھے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کہ آج تک کسی

نے مجھ سے یہ سوال ہی نہیں کیا۔ جو کوئی آتا ہے اپنے رونے روتا ہے۔ کوئی بیماری کا۔ کوئی مالی تکلیف کا غرض یہ دنیا مجبور اور مضطر لوگوں کی دنیا ہے۔ آج آپ نے یہ بات پوچھ کر دل کو سکون بخش دیا ہے کہ دانائے راز نہ سہی، طالب راہ تو کوئی ملا۔

میں نے پوچھا۔ حفیظ صاحب کے بچے کے لئے آپ نے کوئی دوا بھی نہیں دی وظیفہ بھی شائد کوئی نہیں بتایا۔ اس کی تکلیف کا ازالہ کس طرح ہوا ہے تو صرف مسکرا دیئے۔ اگر وہ شاعر ہوتے تو موج میں آکر یہ شعر سنا دیتے۔

فقر دین تے دنی واقم ہوندا گل فقر دی اج تک مڑی کوئی نہیں
فقر نظر نال روگاں نوں کٹ دیندا بنھ کے وارودی پڑی کوئی نہیں
جنھوں آسرا فقر نے دے دتا اوہدی بیڑی دریا وچ رہڑی کوئی نہیں
آکے موج وچہ ٹٹیاں فقر جوڑے ٹٹی فقر دی اج تک جڑی کوئی نہیں

اسی طرح ایک اور نشست ہوئی مجھے کچھ عطیات اور وظائف بھی عطا فرمائے۔ اگرچہ میں وظائف و فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ کوتاہی کر جاتا ہوں نہ جانے بعض لوگ کیا ہوتے ہیں کہ کچھ کرنے پر آمادہ کر ہی لیتے ہیں۔

4 فروری 1988ء کو محترم مرزا لیاقت علی صاحب کے ہمراہ بندہ سید نور حسین جعفری صاحب کو ملنے کے لئے ان کے گاؤں ونی کے تارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ پہنچا ان کے صاحبزادہ صاحب نے پرتپاک استقبال کیا۔ میں نے اپنا نام بتایا تو کہنے لگے۔ جی ہاں والد صاحب اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ مغرب کی نماز پڑھی۔ بعد میں شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کھانا کھاتے ہوئے فرمانے لگے۔ دیکھئے چشتی

صاحب آپ بے شک ہمیں ولی نہ مانیں۔ لیکن ہم نے آپ کی آمد سے پہلے آپ کے کھانے کا خصوصی انتظام کر دیا تھا۔ مرغ مٹر پکائے ہیں۔ زردہ، سویٹ ڈش ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی باتوں سے محفل کشت زعفران بن گئی۔

مرزا لیاقت علی صاحب کے مالی حالات ایک عرصہ سے درست نہیں ہیں۔ چونکہ وہ میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ اس لئے ان کو ساتھ لے کر دعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ منشاء بیان کی تو شاہ صاحب نے انہیں ایک وظیفہ بتایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا فرمائی۔ خدائے مہربان ان کے حالات درست فرمائے اور مالی پریشانیوں سے نجات دلا کر دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

میں تو اپنے مقصد کے لئے گیا تھا۔ میں نے شاہ صاحب کی اپنی آپ بیتی پوچھنا چاہی کہ شاہ صاحب بتایئے۔ یہ علم اور فقر کی دولت آپ نے کیسے اور کہاں سے پائی۔

فرمانے لگے۔ 1969ء کی بات ہے میں لاہور یتیم خانہ کے قریب رضا آباد جہاں میرے نانا جان کا مزار ہے۔ وہاں رہتا تھا کہ مجھے جزام کی تکلیف ہو گئی۔ جزام (کوڑھ) کو کہتے ہیں یہ مرض بڑھتے بڑھتے پورے جسم پر پھیل گیا۔ میرے جسم پر بڑے بڑے چھالے پڑتے اور بڑے ہو کر خود ہی ٹوٹ جاتے۔ ان سے جو پیپ نکلتی۔ اس سے اتنی بدبو پھیلتی تھی کہ کوئی میرے پاس بیٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ میرے نانا جان کے عقیدت مندوں میں ایک رقاصہ تھی جو اپنے پیشے کے اعتبار سے تو رقاصہ ہوگی لیکن جو عقیدت اسے نانا جان سے تھی اس کا اظہار اس نے میرا علاج کرانے سے کیا۔ وہ مختلف ہسپتالوں میں داخل کروا کر علاج کراتی رہی۔ حتیٰ کہ اس نے جرمن سے ڈاکٹر منگوائے

ہزاروں روپیہ خرچ کیا۔

جرمن ڈاکٹر بھی جب میرے علاج سے مایوس ہو گئے۔ تو انہوں نے مجھے زہر کا ٹیکہ لگا کر ختم کر دینے کا عزم کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ لڑکا ٹھیک نہ ہوا تو اہل جرمن کی بدنامی ہوگی۔ اس کے مرنے کے بعد کم از کم یہ تو کہہ سکیں گے کہ علاج جاری تھا۔ اگر زندہ رہتا تو ٹھیک ہو جاتا۔

اس بات کی بھنک کسی طرح اس خدمت گزار عورت تک پہنچ گئی۔ کسی طرح پانچسو روپیہ دیکر مجھے چوری ہسپتال سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی اور مایوس ہو کر مجھے میرے گاؤں ونی کے تارڑ چھوڑ گئی۔ ساتھ ہی ایک ہزار روپیہ نقد بھی دے گئی اور کہہ گئی کہ اگر روپیہ ختم ہو جائے تو میں پھر حاضر ہوں۔ اطلاع دے کر بلوا لیجئے۔

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

وہ تو مجھے میرے گاؤں چھوڑ کر چلی گئی۔ والدین حیات نہیں تھے، بہن تھی یا اہل دیہہ تھے جو ہمیں انتہائی عزت و تکریم سے دیکھتے تھے۔ لیکن

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

کے مصداق، میری جسمانی حالت خطرے کا الارم تھی۔ سب سے پہلے میری آگ کو اسی پتے نے ہوا دی جو میرا سب سے اہم سہارا تھا۔ یعنی میری بہن اس نے میرے اس کمرے کی اندر سے کنڈی چڑھا دی، جس میں میری چارپائی تھی۔ نفرت کا اظہار اگر یہیں تک محدود رہتا تو شاید گوارا ہوتا۔ میرے جسم کی بو تو میری ذات تک محدود تھی یا زیادہ سے زیادہ قریب بیٹھنے والوں تک تھی۔ لیکن اس نے نفرت کی بو کو پورے گاؤں میں پھیلا دیا۔ کہ اگر یہ شخص گاؤں میں رہا تو پورا گاؤں اس نامراد مرض کا شکار ہو جائے گا۔

لہٰذا اس کی چارپائی اٹھا کر گاؤں سے باہر کسی جگہ پھینک آؤ کم از کم اہل دیہہ تو اس نامراد مرض سے محفوظ رہیں گے۔

دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ ایک میراثی عورت ان حالات میں بھی میری خدمت کرتی تھی۔ میرے بستر پر چولھے کی راکھ لا کر بچھا دیتی۔ پرانی راکھ نکالتی۔ نئی بچھاتی، مجھے دوا وغیرہ پلاتی اور اندر ہی اندر زمانے کی ستم ظریفی پر کڑھتی رہتی۔ ایک سقہ غلام محمد بھی میرے لئے اپنے دل میں محبت کے جذبات رکھتا تھا۔ جس روز میری چارپائی اٹھا کر باہر پھینکنے کا منصوبہ تیار ہو رہا تھا۔ اسی روز کسی نے مجھے آکر خبر دی۔ اپنی بہن اور بھائیوں کے کردار پر یاد آیا۔

آ رہی ہے چاہ یوسف سے صدا
دوست اس دنیا میں کم بھائی بہت

## منزل کی خبر

صبح غلام محمد سقہ خبر لینے آیا۔ تو میں نے اسے اپنی خبر کے بجائے دوسری خبر سنا دی۔ دل گرفتہ ہو کر کہنے لگا۔ شاہ صاحب اگر آپ میرے پیر کی کَس میں نہانے کی نذر مان لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو شفاء نصیب ہوگی۔ اندھا چاہے دو آنکھیں، بھوکا چاہئے دو روٹی۔ میں نے کہا۔ میں ابھی نذر مانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے رحمت سے شفا عطا فرما دے تو میں تمہارے پیر کی کس میں حاضر ہو کر غسل کروں گا۔ وعدہ وعید کے بعد وہ اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔

آج گاؤں والوں اور اہل کرم کو میرے اللہ الکریم نے میرے سامنے

عیاں ہونے سے بچا لیا۔ خدا نے ان کی میرے خاندان سے سابقہ عقیدت کے صدقہ یہ غلطی معاف کر دی۔ ورنہ وہ میرے اور زمانے کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جاتے۔ اللہ رب العزت نے کرم فرمایا۔ اس رات چھالے نہ نکلے۔ یہ خوشگوار تبدیلی اس نذر کا صلہ تھی۔ دوسرے روز غلام محمد آیا۔ حال احوال سے اسے آگاہ کیا اور خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے راولپنڈی اپنے پیر کے آستانے پر لے چلو تاکہ ان کی کس میں نہا سکوں۔ پیسے میرے پاس تھے۔ اہل کرم کا ممنون منت نہ ہونا پڑا۔ ہم دونوں نے ٹانگہ لیا۔ حافظ آباد پہنچے۔ حافظ آباد سے بس پر بیٹھ کر روالپنڈی پہنچ گئے۔

راولپنڈی سے کہوٹہ جاتے ہوئے ٹھنڈا پانی سٹاپ آتا ہے۔ وہاں سے شمال مشرق کی طرف قریباً" چھ میل کے فاصلے پر تمیر شریف جگہ ہے جو سید بادشاہوں کا ڈیرہ ہے۔ اور ہمارا ہی خاندان ہے۔ سید مزمل حسین شاہ مشہدی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین ہیں اور یہ بزرگ سید چن پیر بادشاہ کے مرید تھے۔ یہ چن پیر بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ پنڈوریاں شریف متصل راولپنڈی حضرت امام الاولیا۔ سرخیل واصلین حضرت امام بری رحمتہ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں اور خلیفہ بھی ہیں۔

تمیر شریف آستانے کے پاس سے ایک ندی بہتی ہے جسے اس علاقہ کے لوگ "کس" کہتے ہیں۔ میں نے اپنی نذر کے حوالے سے اس میں غسل کیا تو بحمد اللہ بالکل تندرست ہو گیا۔ حتی کہ جسم سے زخموں کے نشانات بھی مٹ گئے۔ الحمدللہ اللہ والے، اللہ تعالی کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے دکھی انسانیت کا دامن تھام لیتے ہیں اور اتنا نوازتے ہیں کہ ساری دنیا انتہائی مہربان ہوتے ہوئے بھی نہ نواز سکے۔ سید مزمل حسین شاہ صاحب مشہدی نے

مجھے اپنے دامن میں پناہ دی۔ یہ مزمل شاہ صاحب کا وہ کمبل تھا۔ جس نے عاصیوں اور گنہگاروں بلکہ بھولے بھٹکوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے کر سب غم بھلا دیئے تھے۔

یہ جسمانی تکالیف سے آرام اور صحت کا انقلاب ہی میرے اندر کے انقلاب کا باعث ہوا۔ میں تو اب اسی در کا ہو گیا۔

تیرے فضل و کرم کی دھوم ہے سارے زمانے میں
تیرے زہد و عمل کا ہر جگہ پرچار ہے بابا

قبلہ سید نور حسین جعفری صاحب نے ونی کے تار ڑ حافظ آباد میں بیٹھ کر اپنے اندر انقلاب اور روحانی ارتقاء کی منازل کا سفر اور پھر ان عظمتوں اور رفعتوں کو چومنے کا دلنواز ذکر جن تک عوام تو کیا کئی خواص اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کچھ اس انداز سے چھیڑا کہ وجد و کیف میں سبحان اللہ سبحان اللہ ورد زباں ہو گیا۔ یہ ایمان افروز داستان چونکہ میرے موضوع کا حصہ نہیں اس لئے اس کا ذکر کسی اور نشست کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

## یونانی مجرب نسخہ برائے چنبل

عروس البلاد لاہور شہر کے مشرق میں شالا مار باغ لاہور کے دامن میں شالا مار ٹاؤن ایک بستی ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا محلّہ ایک بزرگ شخصیت حضرت خواجہ علی احمد صابر چشتی المعروف نفیر عالم سے موسوم ہے اور نفیر آباد کہلاتا ہے۔ نفیر آباد میں راقم الحروف آٹھ سال سے مسجد کی خدمت کے حوالے سے عوام کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہے۔ اسی محلّہ میں بہت سے اہل کرم ایسے ہیں جن کو اس فقیر سے گہری عقیدت ہے۔ انہی میں جناب محمد شفیق سیالوی صاحب ہیں۔ جو منٹگمری روڈ شفیق آٹوز کے نام سے دکان کرتے ہیں۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ اگر وہ کسی گاہک یا کسی اور شخص کو جسمانی امراض کا شکار دیکھتے ہیں۔ بالخصوص کوئی چنبل کا شکار نظر آئے تو فورا" اسے یہ نسخہ بتا دیتے ہیں۔ کئی لوگ راوی ہیں کہ ان کے نسخے میں بڑی شفا ہے۔ خود راقم الحروف کے چچا زاد بھائی چودھری محمد اشرف صاحب مقیم فتووالہ شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ جن کو ایک عرصہ سے چنبل تھی۔ اس نسخہ سے شفایاب ہوئے۔ میں نے اس نسخہ کے حصول کے لئے ان سے رابطہ قائم کیا' تو خوش ہو کر بولے۔ سبحان اللہ چشتی صاحب ! ابھی لیجئے۔ اس نسخے سے جس کو بھی شفا ملے گی وہ دعا خیر سے یاد کرے گا۔ نسخہ اور ترکیب استعمال درج ذیل ہے۔

## چنبل کے لئے مجرب نسخہ

خالص سرسوں کا تیل، مہندی، نیلہ تھوتھا۔ گندھک اولے سار، مردہ سنگ، کومیلا اور سنگ مرمر۔ سب اشیاء دو، دو روپے کی لے لیں اور باریک پیس لیں۔ مہندی تین چمچ اور باقی اشیاء پسی ہوئی صرف ایک چمچ پیالی میں ڈال دیں اور اس میں سرسوں کا تیل اتنا ملایا جائے جس سے ایک مرہم کی شکل بن جائے۔ اگر تیز ہو جائے تو مہندی اور ڈال لی جائے۔ اگر تیز نہ ہو تو نیلا تھوتھا اور کومیلا تھوڑا اور ملا لیں۔ تاکہ درمیانہ ہو جائے۔ ایک بار لگا لیں۔ جب مرہم خشک ہو جائے پھر لگا لیں، یعنی دن میں دو تین بار لگا کر استعمال کریں انشاء اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ جب آرام آ جائے تو مسجد میں سوا روپے کا تیل ڈال دیں۔

(محمد شفیق سیالوی۔ نفیر آباد۔ لاہور)

# ہر قسم کے درد

# کھانسی اور دیوانے کتے

# کے کاٹے کا

# شفاخانہ

## تعارف

# راجا رشید محمود صاحب

موصوف ایم۔ اے اردو ہیں۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں سینئر ماہر مضمون ہیں سہ ماہی فروزاں، ماہنامہ آستانہ پاک اور ماہنامہ نعت کے ایڈیٹر ہیں مجلس سخن کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کے بانی ہیں اور سیکرٹری بھی۔ اٹھارہ معروف کتابوں کے مصنف ہیں۔ نعت گو شاعر ہیں تحت اللفظ پڑھتے ہیں۔ ان کے بچے ان سے تحفے کے طور پر بھی نعت ہی کی فرمائش کرتے ہیں۔ ان کے والد ماجد راجا غلام محمد مرحوم ادارہ ابطال باطل کے صدر تھے۔ اور معرکتہ الاراء کتاب "امتیاز حق" کے مصنف تھے۔

## درد سے نجات کا مرکز

آستانہ پاک، بابا میاں فیروز رحمتہ اللہ علیہ، چوک بسال المعروف چوک مٹھیال تحصیل پنڈی گھیپ، ضلع اٹک۔

## ہر قسم کی کھانسی کا شفاخانہ

آستانہ میاں فیض اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ مین بازار، صدر چھاؤنی شہر اٹک۔

## دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج

آستانہ حضرت بابا غلام بخش رحمتہ اللہ علیہ تمے شریف، تحصیل کہوٹہ، ضلع راولپنڈی

انٹرویو

# ہر درد سے نجات

میرے مخلص اور بے لوث ساتھیوں میں سے ایک صاحب تسنیم الدین احمد ہیں۔ ان کے دل میں اکثر یہ خواہش چٹکیاں لیتی رہتی ہے کہ مجھے وہ راجہ رشید محمود نامی شخصیت سے متعارف کرائیں اور کئی بار اس سلسلہ میں گفتگو بھی ہوئی۔ لیکن وہی میری روائتی عدم اعتمادی ' عدم دلچسپی اور سستی و کاہلی آڑے آئی۔ تسنیم الدین صاحب جس انداز سے ان کا تذکرہ کرتے۔ اس جیسے ہیولے کے لوگوں سے کئی بار اپنے دل کو کرچی کرچی کر چکا ہوں۔ اب چونکہ اس دل کا کوئی ایک ٹکڑا ایسا نہیں تھا۔ جس میں مزید شکست و ریخت کا عمل دہرایا جا سکے۔ اس لئے گریزاں گریزاں طرح دے جاتا۔

ایک دن میرے دل میں ایک درد سا اٹھا۔ نہ جانے لوگ اسے کیا نام دیں دراصل اس درد میں لذت بھی ہے بے چینی بھی سکون بھی ملتا ہے۔ اور ٹیسیں بھی اٹھتی ہیں۔ تڑپ بھی پیدا ہوتی ہے مزا بھی آتا ہے۔ یعنی فراق کے تکلیف دہ لمحات راحت جاں بھی بنتے ہیں اور آنسوؤں کی جھڑی بھی لگتی ہے اور چہرہ تبسم کناں بھی رہتا ہے۔ یہ درد یاد محبوب کا تھا جو کبھی کبھی دل میں چٹکی لے کر خوابیدہ تاروں کو چھیڑ چھاڑ یہ جا وہ جا۔ بس جی چاہتا ہے۔ ایسے میں کوئی درد آشنا ملے جو اس کو مزید جلا بخشے۔ اسی کیفیت جستجو میں تسنیم الدین صاحب کے ہاں اپرمال پہنچا۔ حسرت ناتمام کا اظہار کیا۔ اور وہ مجھے وہاں لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں لے جانے کے لئے ایک

عرصہ سے بے چین تھے۔ یعنی راجہ رشید محمود نامی شخصیت کے پاس۔

ہنستا چہرہ، شریں لہجہ، دل، دلنواز، آنکھیں عشق محبوب کی غماز یکے از حلقہ بگوشان احمد مختار اور میں غلام غلامان احمد مختار۔ وہ اس درد سے مالا مال اور میرے پاس دو اشکوں کی متاع حقیر، منزل شوق ان کی نظر میں اور میں بھٹکا ہوا راہی۔ وہ خواجہ کون و مکاں کا نعت گو اور نعت خوان اور یہ ناچیز حرماں نصیب۔ شاید یوں ہوا ہو کہ سگ غلام غلامان احمد مختار کو آوارگی سے بچانے کے لئے ایک رسی مل گئی۔ دو اشکوں کی متاع حقیر کی قیمت پڑنے کا وقت آگیا ہو۔ ایک بھٹکے ہوئے راہی کو منزل مقصود تک پہنچنے کی امید لگی۔ اس ناچیز حرماں نصیب کے شاید نصیب جاگے۔

وہ اپنی کتاب " نعتاں دی اٹی " لئے بارگاہ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ تسنیم الدین احمد بھی ساتھ ہو لئے۔ آنسوؤں کے سیلاب میں وہ لوگ " نعتوں کی اٹی " کے قدر آشناء، مجھے بھی ساتھ اس بہاؤ میں لے جانے میں مصروف وقت ٹھہر گیا۔ نبضیں چلتی رہیں۔ قلب حزیں۔ بحر لذت و سرور میں غوطہ زن اور رات کا ایک کثیر حصہ اسی کیف و مستی میں بسر ہو گیا۔

یہ پہلی ملاقات تھی اور دوران گفتگو " روحانی شفا خانے " کتاب کا تذکرہ ہوا تو گویا ہوئے کہ میرے والد ماجد راجہ غلام محمد صاحب کی ٹانگوں میں شدید درد رہنے لگا تھا - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں بھی ایک روحانی شفاخانے سے شفا ملی۔ میں دوبارہ ملاقات کا وعدہ لے کر گھر واپس ہوا۔

اگست 1987ء کو دوبارہ حاضر ہوا۔ تو راجہ رشید محمود صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب جناب راجہ غلام محمد صاحب ضعیف العمر ہیں۔ ضعیفی بذات خود ایک بہت بڑا عارضہ ہے۔ دونوں ٹانگوں میں درد کا شدید احساس رہنے

لگا۔ دوا دارو کرتے۔ لیکن شفا نہ ہوتی - فرمانے لگے۔ میرے ایک دوست چودھری محمد حنیف صاحب غریب وال سیمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی میں ملازم ہیں۔ ان کے بھائی چودھری محمد لطیف صاحب محکمہ اوقاف میں مینجر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ضلع اٹک میں ایک مزار ہے۔ اس مزار سے ایک " روڑا " یعنی پتھر لے آئیں درد کی جگہ پھیریں آرام آ جائے گا میں نے ان کی یہ بات ہنس کر ٹال دی۔ کہ

نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

انہوں نے میری بات کا برا نہ مانا اور چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ خود ہی وہاں سے ایک پتھر لے آئے۔ میں نے سوچا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں ہاتھ پہ سرسوں جما لیتا ہوں تو اس کو آزمانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے آگے ہاتھ پھیلا دو۔ اگر ہاتھ پر سرسوں جم جائے تو سچا ' ورنہ جھوٹا۔ لہذا اگر یہ پتھر آ ہی گیا ہے تو اس کے آزما لینے میں حرج ہی کیا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟

چشتی صاحب ! نہ جانے کیا ہوا۔ اس چھوٹے سے پتھر کے ٹکڑے کو والد صاحب کی ٹانگ کے ساتھ مس کرنا تھا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہو گیا عرصہ دراز کا شدید درد یکسر ختم ہو گیا اور والد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے۔

چند روز بعد کا ذکر ہے کہ میں کسی سفر سے واپس لوٹا۔ گھر پہنچا تو میری کمر میں شدید درد اٹھا۔ میں نے از راہ تفنن طبع بچوں سے کہا لاؤ وہ پتھر میری کمر پر مارو بچے ہنستے ہوئے گئے اور پتھر لے آئے۔ جائے درد پر لگایا تو جیسے کسی نے درد کو میرے جسم سے چھین کر نکال باہر کیا ہو۔ دل میں آئی اور آنی بھی چاہئے تھی کہ اس بزرگ کا کتنا تصرف ہے کہ برسوں سے محو خواب ہے۔ منوں مٹی کے نیچے دفن ہے۔ ہزاروں لوگ یہ پتھر اٹھا کر لے گئے ہوں گے

اور ہزاروں نئے پتھر اس جگہ رکھے گئے ہوں گے۔ اور میں یہاں سینکڑوں میل کی مسافت پر بیٹھا اس پتھر سے شفا پا رہا ہوں۔ واہ میرے خالق تو نے اپنے نیک بندوں کو کتنا نوازا ہے کہ بعد از وصال بھی دکھی اور مجبور انسانیت کو فیض یاب کر رہے ہیں اور جو شخص ان کے آستانہ پر آس لگا کر جاتا ہے۔ راحتیں سمیٹ کر لاتا ہے۔

مزید فرمانے لگے وہ پتھر ہمارے گھر میں موجود ہے جب بھی جسم کے کسی حصہ میں گھر کے کسی فرد کو درد کا احساس ہوتا ہے وہ پتھر جائے تکلیف پر لگاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

یہ حیران کن واقعہ مجھے کشاں کشاں چودھری محمد حنیف صاحب کے ہاں غریب وال سیمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی نزد گنگارام ہسپتال لے گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی صاحب آج کل عید الاضحیٰ کی تعطیلات منانے کے سلسلہ میں گھر آئے ہوئے ہیں۔ آپ خود ان سے ملاقات کرلیں۔

چودہری صاحب کے ذریعے ان سے وقت مقرر کیا۔ اور 12 اگست 1987ء کو ان کے ہاں جا پہنچا۔

## تعارف

چوہدری محمد لطیف صاحب
محکمہ اوقاف میں ہیں اور آج کل ننتھے شریف' تحصیل کوٹہ ضلع راولپنڈی میں مینجر ہیں۔ سیدھے سادے اور شریف انسان ہیں۔

رہائش گاہ:- مکان E / 317 گلی 8 مدینہ کالونی۔ والٹن روڈ لاہور۔ چھاؤنی۔

## انٹرویو

راجہ رشید محمود صاحب کے حوالے سے چودھری محمد لطیف صاحب سے

ملاقات ہوئی۔ اور پتھر کے ٹکڑے "روڑے" کا حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ ہوا ، تو گویا ہوئے چشتی صاحب ! یہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے ان بزرگوں کا اسم گرامی بابا میاں فیروز ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

آستانہ :- گاؤں مٹھیال تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک۔ یہ مقام کوہاٹ روڈ پر واقع ہے۔ یہ آستانہ چوک بسال المعروف مٹھیال چوک سے دو کلومیٹر ہے۔ راولپنڈی پیرودھائی سے کوہاٹ جانے کے لئے بسیں کثیر تعداد میں ملتی ہیں۔

میں دو سال اس دربار شریف پر مینجر رہا۔ ہر نئے چاند کے پہلے جمعہ کو میلہ سا لگا ہوتا ہے۔ بے شمار مخلوق خدا درد و کرب کا شکار وہاں آتی ہے۔ ہنستے مسکراتے واپس جاتے دیکھی ہے اور مسلسل دو سال دیکھی ہے۔ چارپائی پہ آتے پیدل جاتے دیکھے ہیں۔

آزمائے جس کا جی چاہے

چودھری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ زائرین سوا روپیہ یا تھوڑا سا نمک یا چینی لاتے ہیں۔ نمک اور چینی زائرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اور تھوڑی بہت رقم محکمہ اوقاف اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے استعمال میں لاتا ہے۔

## کھانسی کا علاج

چودھری صاحب نے مزید فرمایا کہ شہر اٹک مین بازار صدر چھاؤنی میں حضرت بابا میاں فیض اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ وہاں ہر قسم کی کھانسی کا شافی علاج ہوتا ہے۔ میری اپنی بچی کو عرصہ سے کھانسی تھی۔ جس کو وہاں سے آرام آیا۔ وہاں اللہ والے کے مزار پر آئیں اور صرف پانی نوش فرمائیں اور شفا پائیں۔

# دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج

اس کے علاوہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف کیا کہ آج کل بندہ جس علاقہ میں محکمہ اوقاف کی طرف سے مینجر ہے۔ وہ گاؤں نتھے شریف ہے۔ تحصیل کھوٹہ ضلع راولپنڈی میں حضرت بابا غلام بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے آستانے پر باؤلے اور دیوانے کتے کے کاٹے کا شافی علاج ہوتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ کے آستانے کی خاک اور پانی میں سوا لاکھ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ تاہم دیوانے کتے کے علاج کا آزمودہ مرکز شفا ہے۔

## طریقہ علاج

چار جمعرات مسلسل حاضری دینا ہوتی ہے۔ پھر تین جمعرات ہر نئے چاند کی پہلی جمعرات حاضری دینا پڑتی ہے۔ کل سات بار حاضری ہے۔ اس علاقہ میں اس مرض کے لئے کوئی بھی شخص ڈاکٹروں اور طبیبوں سے رجوع نہیں کرتا۔

تصرف :- اس بستی یا علاقہ میں باؤلے کتے کے کاٹے کے جانوروں کو دیوانگی کی تکلیف نہیں ہوتی - بلکہ گاؤں والے ایسے جانوروں کو حلال کر کے کھا جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ شادی بیاہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس گاؤں کی جو لڑکی کسی دوسرے گاؤں میں بیاہی جائے وہ ان متاثرہ جانوروں کا گوشت استعمال نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر کوئی لڑکی باہر سے بیاہ کر اس گاؤں میں آ

جائے وہ ان جانوروں کا گوشت کھا سکتی ہے۔

میں حیران کن واقعات سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کھلے ہوئے "روحانی شفا خانوں" پر غور کر رہا تھا۔ کہ اے میرے مالک وہ تکلیف جس کا کوئی آسان علاج آج کی جدید طب بھی تلاش نہ کر سکی۔ سوائے اس کے کہ متاثرہ شخص کی ناف میں انتہائی تکلیف دہ اور خوفناک ٹیکے لگائے جائیں لیکن اے خالق و مالک اور شافی مطلق تو نے اس کا علاج کتنا آسان کر دیا ہے۔

# بچوں کے

# سوکھے پن کے لیے

# روحانی شفاخانہ

آستانہ عالیہ بابا ملک شاہ ولی رحمتہ اللہ علیہ۔ قبرستان اگوکی۔ ضلع سیالکوٹ

## بچوں کے "سوکھے پن" کے لئے روحانی شفاخانہ

شہر سیالکوٹ کے قریبی قصبہ "آگوکی" کی ایک عظیم فقیر درویش اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، عالم و فاضل، واعظ و مقرر، شخصیت حضرت علامہ مولانا حکیم محمد عالم صاحب کے وصال پر ملال کی خبر 17 اپریل 1988ء کو سنی۔ راقم الحروف کی موصوف سے قرابتداری کے ساتھ ساتھ عقیدتمندی بھی ہے۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے
دیار دل میں بڑا احترام ہے تیرا

بندہ سیالکوٹ کے قصبہ آگوکی پہنچا۔ اہل قرابت اور عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر تھا۔ یہ سب اس مرد حق آگاہ کے آخری دیدار کو جمع تھے۔ بعد از غسل کفنانے کے فرائض و رسومات ادا ہو رہی تھیں کہ ایک اور محبت رسول کے پیکر مجسمہ تقویٰ و تقدس جناب الحاج عبدالکریم صاحب آف راولپنڈی نے جیب سے ایک پڑیا نکالی اور مرحوم کے بیٹے خالد صاحب سے کہا۔ اس پڑیا میں سے تھوڑی سے خاک آنکھوں پر لگا دو اور کچھ علم و دانش سے بھرپور اس سینے پر بکھیر دو۔ اس کے بعد مرحوم کی اہلیہ بھی چھوٹی سی پڑیا لائیں۔ اور اس میں سے بھی تھوڑی سی خاک آنکھوں پر لگا دی گئی اور کچھ سینے پر بکھیر دی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ خاک مقدس سرور کون و مکان، ہادی انس و جان،

مونس بے چارگاں حامی بے کساں، شفیع عاصیاں حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کے اندرونی حصہ کی خاک پاک ہے۔ یہ سن کر بے ساختہ ان کے مقدر پر رشک آیا کہ اے زندگی بھر درود و سلام کی لذتوں سے محظوظ ہونے والے تیری قسمت کو سلام۔ میرے نہاں خانہ دل میں کیف و سرور کچھ ایسا آن بسا کہ مشام جان ایمان تک معطر ہو گئے۔ مولانا ایک نعت کا شعر گنگنایا کرتے تھے۔

وقت آخر مدینے جے میں پہنچ جاں
روح میرے جسم توں جدوں ہووے جدا
تسی میرا جنازہ میرے ساتھیو
لے لنگنا مدینے دے بازار چوں

ٹبہ کے متعلق سنا تھا، جہاں سوکھے پن سے نجات کے لئے بچوں کو نہلایا جاتا ہے۔ اور شفا ملتی ہے۔ میں نے شاہ صاحب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ ہاں یہ وہی ٹبہ ہے۔ یہاں اوپر ایک بزرگ حضرت بابا ملک شاہ ولی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا آستانہ ہے جو اپنے آپ کو مورکھ شاہ کے نام سے معروف کرتے تھے۔ سیالکوٹ والے امام صاحب کے دور کے بزرگ ہیں اور یہ ان کا ذاتی کنواں ہے۔ اس ٹبہ کے ساتھ ہی سایہ کے لئے ایک بہت بڑا برھ کا درخت ہے۔ اس کنویں کے پانی سے مریض بچوں کو نہلایا جاتا ہے۔ اور ان کی مائیں بھی غسل کرتی ہیں۔ تین اتوار جو اس عمل کو دہرائے اللہ تعالی اس کے بچے کو اس بیماری سے شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

راقم الحروف نے حضرت ملک شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ ایصال ثواب کے بعد اس ٹیلے سے نیچے اترا تو

وقت آخر سران کی چوکھٹ پر دھرا ہوا ہونا تو بڑے مقدر کی بات ہے لیکن اس آخری وقت میں سرکار کی چوکھٹ کی خاک آنکھوں پہ ملنا نصیب ہونا بھی کچھ کم نہیں۔ کم از کم میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو یہ نعمت عظمیٰ پاتے نہیں دیکھا۔

ے خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را۔

نماز جنازہ اگوکی کی ایک عظیم شخصیت میر سید اعجاز حسین شاہ صاحب نے پڑھائی۔ بعد از نماز شاہ صاحب نے موصوف کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی اور ان تین اعمال کا تذکرہ فرمایا۔ جو مرنے کے بعد بھی نامہ اعمال میں رقم ہوتے رہتے ہیں۔ ایک صدقات جاریہ دوسرا وہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے ہوں اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔" حاضرین پر کیف طاری تھا۔ بعد از دعا قبرستان پہنچے۔ تو معاً مجھے یاد آیا کہ سیالکوٹ میں ایک دیکھا کہ کنویں کے ساتھ غسل خانے بنے ہیں۔ چند مستورات اور اشخاص اپنے ننھے معصوم بیمار بچوں کو غسل دے رہے ہیں اور ان کی دکھیا مائیں بھی اس آب شفاء سے غسل کر رہی ہیں۔ میں بھی دعا میں شریک ہو گیا کہ اے خالق و مالک تو اپنی مخلوق پر رحم فرما اور ان کو صحت کی دولت سے مالا مال فرما۔

کئی بار سوچا کہ بابا جی نے اس کنویں میں کونسی دوا گھول کر ملا رکھی ہے۔ جس سے صدیوں سے لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں اور اس دوا کا اثر ابھی تک زائل نہیں ہوا۔ تو دل میں آئی۔ اے سوچ و فکر کی اندھی دلدل میں پھنسنے والے تمہاری نظر دوا پہ ہے۔ کیا دوا واقعی ہر قیمت پر شفا کی حامل ہوتی ہے۔؟ نہیں بالکل نہیں، بلکہ دوا میں اثر بھی وہی ذات ڈالتی ہے جو خود

لازوال ہے۔ وہی لازوال ذات جس نے اپنے ایک نیک بندے کی بندگی کا دنیا میں یہ صلہ عطا فرمایا کہ اس کا آستانہ صدقہ جاریہ بن گیا۔ اس صدقہ جاریہ سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے جب تک وہ چاہے گا اس پانی میں تاثیر شفاء موجود رہے گی اور جب اس نے نہ چاہا یہ اثر زائل ہو جائے گا۔ **ان اللہ علی کل شئی قدیر**

# بواسیر اور

# جوڑوں کے

# درد کا

# شفاخانہ

## 1- بواسیر کا شفاخانہ

آستانہ عالیہ حضرت حافظ رحمت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمقام اگالی وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب

## 2- جوڑوں کے درد کا شفاخانہ

آستانہ حضرت سلطان ہفتم محمد ابراہیم المعروف ساڑھی والے رحمتہ اللہ علیہ بمقام اچھالی پہاڑی نالہ و نہال اور امب شریف کے درمیان ایک پتھر۔ وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب۔

## تعارف

# قاری محمد عطاء الرحمٰن چشتی صاحب

قبول صورت شخصیت ، گھنگریالے بال ، دراز قامت ، جلسہ عام میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متن مسلسل پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں بذات خود اثر انگیز ہیں لیکن جب زبان کی مٹھاس اور ایک ایک لفظ پر توجہ کا جادو ساتھ شامل ہو جائے تو حاضرین پر ایک کیف سا طاری ہو جاتا ہے۔ تقریر کا یہ انوکھا انداز بہت دلفریب لگا۔ ملنے کو جی چاہا۔ قریب ہوا۔ تو قریب ہوتا چلا گیا۔ مہمان نوازی ، خوش خلقی ، علم و فضل کی دولت کے ساتھ عجز و انکسار نے مزید متاثر کیا۔ یہ نوجوان ابھرتی ہوئی شخصیت حضرت محترم قاری محمد عطاء الرحمن چشتی ابن اولیاء خان چشتی ہیں۔ عرصہ سے ملاقات نے نقوش الفت اور گہرے کر دیئے ہیں۔ اور آج کل خطابت و امامت کے فرائض پی بلاک گلبرگ نمبر3 - لاہور میں ادا کر رہے ہیں۔ روحانی شفاخانوں کے تذکرے پر فرمانے لگے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو ہمارے علاقے میں چند روحانی شفاخانے ہیں۔ انکے متعلق معلومات لا کر پیش کردوں اس نعمت غیر مترقبہ سے بھلا کیسے انکار کر سکتا تھا۔ عیدالفطر کی تعطیلات پر گھر وادی سون سکیسر ضلع سرگودھا تشریف لے گئے۔ اور جو معلومات لے کر آئے ہیں میں نے ان کے حوالے سے صفحات قرطاس کی زینت بنا دیا ہے۔

واللہ اعلم و رسولہ بالصواب

## انٹرویو

جناب قاری محمد عطاء الرحمن چشتی گولڑوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علاقے وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب بمقام اگالی کے قریب ایک پہاڑ کے متصل ایک مزار مقدس ہے۔ اس مزار میں حافظ رحمت صاحب رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔ آپ کا مزار انوار الہیہ کا مرکز ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ انگہ شریف بھی قریب ہی واقع ہے۔ جہاں بیسویں صدی کی عظیم روحانی شخصیت خواجہ خواجگان پیر طریقت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنی ابتدائی عمر میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لائے تھے۔

قاری صاحب اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس مزار سے دیگر فیوض و برکات کے علاوہ بواسیر جیسے موذی مرض کے مریض شفاء کلی حاصل کرتے ہیں۔ خود ان کے والد ماجد کو بواسیر تھی۔ اور یہیں سے شفایاب ہوئے۔

طریقہ کار یہ ہے کہ زائر مریض اپنے ساتھ کالے دھاگے کے سات ریشے لاتا ہے۔ لوح مزار کے چوکھٹے کے ایک طرف چار ریشے رکھ دیتے ہیں اور تین ریشے ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ بعد از فاتحہ خوانی و ایصال ثواب زائر دھاگے اٹھا لیتے ہیں۔ اور اسے سات گرہیں دے لیتے ہیں اور بازو پر باندھ لیتے ہیں۔ اس طرح سے بواسیر سے مکمل شفا ہو جاتی ہے۔

قاری صاحب نے فرمایا۔ ہمارے ہاں ایک مقام امب شریف ہے اس کے شمال میں ایک پہاڑی نالہ و نہال کے شمال میں ایک گاؤں اچھالی اور

امب شریف کے درمیان میں ایک بہت بڑا پتھر پڑا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت سلطان زمان؍ سلطان ہفتم جناب سلطان محمد ابراہیم المعروف ساڑھی والے رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں یہاں سے گزرتے ہوئے کچھ پڑھ کر دم فرمایا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی جسمانی درد والے اپنے درد کی جگہ اس پتھر کے ساتھ لگائے گا۔ یا ہاتھ لگا کر اپنے جائے درد پر لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس جسمانی بیماری و تکلیف سے نجات پائے گا۔

قاری محمد عطاء الرحمن صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں سلطان ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک پر حاضری کے لئے حاضر ہوا۔ واپسی پر والد محترم نے اس پتھر کی نشاندہی فرمائی۔ کہتے ہیں کہ میری بائیں پسلی میں پیٹ کی طرف ایک گلٹی سی نکلی ہوئی تھی۔ جو سردیوں کے موسم میں شدت درد کی وجہ سے بہت پریشان رکھتی۔ میرے دل میں اس اللہ والے کے دم کردہ پتھر کے فیضان سے فیض لوٹنے کی حسرت پیدا ہوئی۔ میں نے پتھر کے ساتھ ہاتھ لگا کر اپنے درد کی جگہ پر لگایا۔ الحمدللہ جب سے اب تک اس درد سے مکمل نجات پا چکا ہوں۔

# شفاخانۂ دھدر

بابا طوطی گل۔ طارق کالونی، مقبول پارک، مصطفے آباد۔ لاہور 15

## تعارف

## بابا طوطی گل خاں صاحب

خان صاحب طارق کالونی مقبول پارک مصطفے آباد لاہور۔ 15 میں اپنے خاندان کے ساتھ عرصہ سے مقیم ہیں۔ ریلوے ورکشاپ سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی ہیں۔ بہت نیک نفس، متقی پرہیز گار اور سیدھے سادے آدمی ہیں۔ داڑھی مکمل طور پر سفید ہو چکی ہے۔ مخلص اتنے ہیں کہ اندھا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

## انٹرویو

موبلائی صاحب ! آؤ آؤ۔ آپ کو چائے پلاؤں۔ اچھا دودھ پی لو۔ کوئی بات نہیں۔ دیر تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہم آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ ہم سب آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔

جب بھی بابا طوطی گل راستے میں مل جاتے ہیں۔ ان کی وارفتگی دیکھا چاہئے۔ گلے ملتے ہیں اور خوب پیار سے ملتے ہیں۔ سادہ، بالکل سادہ شخصیت۔ علماء سے پیار و الفت رکھتے ہیں۔ حسب استطاعت سخاوت میں ید طولی رکھتے ہیں۔

ان کا بیٹا محمد منیر خان دیگر بچوں کی نسبت ان کے لئے اللہ تعالی کی خاص رحمت ہے " روحانی شفاخانے " کے تذکرے پر کہنے لگا۔ میرے ابا حضور کو اللہ تعالی نے ایک خاص نعمت عطا فرمائی ہے۔ بالکل ان پڑھ ہیں۔ اس کے باوجود کچھ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو چہروں کے دھدر دلدر ہو جاتے ہیں۔

اس شوق میں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں۔ میں نے بابا طولی گل کو بلا بھیجا۔ مہماں رب کی رحمت ہوتا ہے۔ میں نے بڑی محبت کے ساتھ چائے کا اہتمام کیا۔ لیکن وہ اپنی جھولی اپنے باغ کے اخروٹوں سے بھری ہوئی لئے بیٹھے تھے۔ مجھے پیش کرنے کے بعد قبول کرنے کے لئے منتیں کرنے لگے۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ میرے گاؤں سوات میں ایک مولوی صاحب نے سبق بتایا تھا۔ تین بار سوہ الم نشرح پڑھ کر سوئی کے باریک سرے پر دم کرتا ہوں۔ پھر وہی سوئی دھدر کے چاروں طرف پھیرتا ہوں۔ البتہ سوئی پھیرتے ہوئے سانس بالکل روک لیتا ہوں۔ اس عمل سے مریضوں کو اللہ تعالی شفاء عطا فرما دیتا ہے۔ آپ کو بھی اجازت ہے۔ آپ بھی دم کیا کریں۔ اللہ تعالی آپ کے ہاتھ سے بھی لوگوں کو فیض دے گا۔

# بلڈ پریشر اور کئی امراض کا

# شفاخانہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر تبوک میں پہلے قیام پر پانی کا ایک کنواں۔ مدینہ پاک سے 28 کلومیٹر دور۔

## تعارف

مختلف مقامات، مساجد، دفاتر اور بسوں وغیرہ میں درود پاک کے فضائل کے خوبصورت سٹیکر دیکھ کر خوشی بھی ہوتی اور حیرانی بھی کہ کون وہ گمنام شخصیت ہے جو اتنے قیمتی سٹیکر چھپوا کر تقسیم کرتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صرف سٹیکر ہی نہیں بلکہ چارٹ، کتابیں اور پمفلٹ بھی بڑی تعداد میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک روز چودھری بشیر احمد ناز صاحب کے ہمراہ جناب شیخ عبدالغفار صاحب سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ٹی اینڈ ٹی سے ملنے گیا جو میرے دیرینہ تلامذہ میں سے ہیں۔ دوران گفتگو انہوں نے انکشاف کیا کہ میرے آفیسر جناب منیر احمد غازی ڈائریکٹر جنرل پاکستان ٹی اینڈ ٹی درود پاک کے سٹیکر، پمفلٹ اور کتب مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ یہ قریبی تعارف میرے لئے بڑا سرمایہ تھا

کئی بار چاہا کہ اس عظیم انسان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ آخر کار 8 ستمبر 1988ء کو جناب راجا رشید محمود صاحب نے اچانک خوشخبری سنائی کہ غازی صاحب حج بیت اللہ کی سعادت سے واپس آئے ہیں۔ حج سے واپسی پر انہوں نے اپنے گھر میں 11 ستمبر 1988ء کو محفل میلاد کا انعقاد کیا ہے۔ اس میں آپ کو بھی شرکت کرنا ہے۔ اس مختصر باوقار اور پاکیزہ محفل میں کیف و سرور کی لذت کے علاوہ " روحانی شفاخانے " کے لئے بھی ایک تحفہ مل گیا۔

## انٹرویو

جناب منیر احمد غازی صاحب اپنے سفر حج کے ایمان افروز واقعات بیان کر رہے تھے - پاکستان کے ایک ذمہ دار شخص کا عشق و مستی سے زیارت حرمین شریفین میں غرق ہونے کے ساتھ ہوش و خرد کے پیمانوں کے ساتھ گرد و پیش کا جائزہ لینا کئی ایک سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا رہا تھا۔ انہوں نے سعودی عرب کی طرف سے 1988ء سے شائع شدہ ایک کتاب " علموا اولاد کم محبتہ رسول اللہ " یعنی اپنی اولاد کو محبت رسول اللہ کی تعلیم دو۔ راجا صاحب کو پیش کی جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کا تذکرہ احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔ راجا صاحب نے یہ کتاب ماہنامہ نعت کے میلاد نمبر میں شائع کرنے کے لئے وصول کر لی۔

دوران گفتگو غازی صاحب نے فرمایا کہ مدینہ پاک میں ایک دوست نے مشورہ دیا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک کے پہلے پڑاؤ پر ایک کنواں ہے۔ اس کا پانی بعض امراض کے لئے بہت مفید ہے۔

اس لئے وہاں جانا چاہئے۔ میری اہلیہ بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔ حتی کہ ان کی آنکھیں تک ابل آئی ہیں۔ وہ بھی ساتھ ہو لیں۔ یہ کنواں مدینہ پاک سے 28 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

ہم وہاں پہنچے اور پانی نوش کیا۔ ایمان تازہ ہو گیا۔ اس پانی کے پینے سے میری اہلیہ کو مکمل طور پر شفا مل چکی ہے اور اب ان کی تکلیف کا کوئی نشان بھی باقی نہیں۔

غازی صاحب نے فرمایا۔ مدنیہ پاک کے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ پانی پیتے ہیں۔ ساتھ بھی لے آتے ہیں اور کئی ایک بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے          غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

# بارى كے بخار كا شفاخانہ

## حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ راواں۔ اچھرہ۔ لاہور

### تعارف

کتاب ہذا کے صفحات پر کسی جگہ آپ راجا رشید محمود صاحب ایم اے کا تذکرہ اور انٹرویو دیکھیں گے۔ ان کے ہاں ایک روز بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے دو ایک روز ہوئے، جناب محمد فیاض چشتی نظامی اے ایس آئی خفیہ پولیس تشریف لائے اور کہنے لگے راجا صاحب چند روز آپ کے ہاں سے غیر حاضر رہنے کی وجہ یہ ہے کہ میری رفیقہ حیات بیمار تھی۔ میں انہیں ہسپتال لے گیا۔ ایک رات ہسپتال ہی میں گزارنا پڑی۔ اہلیہ تو اندر تھی اور میں باہر برآمدے میں تھا۔ لیکن مزہ آگیا اس روز بڑی کمائی کی، کمائی کا لفظ سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ کم بخت پولیس والوں کو ہسپتال میں جا کر بھی کمائی نہیں بھولتی اور اس شخص کی اپنی بیوی ہسپتال میں داخل ہے۔ وہ نہ جانے موت و حیات کی کشمکش میں تھی اور اسے کمائی کی پڑی ہوئی تھی۔ لیکن پھر دل نے کہا یار یہ ایسا آدمی تو نہیں - بلکہ اس کے متعلق تو میں زبردست حسن ظن رکھتا ہوں۔ عجیب ذہنی کشمکش میں تھا۔ میں نے پوچھ ہی لیا، کیسی کمائی ؟

کہنے لگے۔ یار وضو کر کے بیٹھ گیا۔ اور ساری رات درود پاک پڑھتے پڑھتے بسر ہو گئی۔ الحمد للہ۔ اس کمائی کے تذکرے نے میرے مشام جاں معطر کر دیئے۔ میں اپنی کمتری اور اس کی عظمت، اپنی سوچ اور اس کی فکر کا موازنہ کرتا رہا۔ میرا قد کتنا چھوٹا تھا اور وہ کتنا عظیم تھا۔ میں تصور ہی تصور میں اس پورے قد سے کھڑے عظیم انسان کے سر کی طرف دیکھنے لگا وہ اتنا بلند تھا کہ اس کے سر تک نظر پہنچے پہنچتے میری اپنی ٹوپی نیچے آ گری۔

راجا رشید محمود صاحب کا کرایا ہوا یہ تعارف راقم الحروف کے لئے انتہائی کیف آور تھا۔ ایسا شخص تو زیارت کے قابل ہے۔ محمد فیاض صاحب سے ملنا اور زیارت کرنا عبادت تصور کرنے لگا۔ لیکن کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے۔ اسی چاہت و حسرت دیدار میں دو ایک بار کوشش بھی کی، لیکن حرماں نصیبی آڑے آئی۔ لیکن جب منظور ہوتا ہے تو اسباب خود ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک روز راجا صاحب کے دفتر پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ بالمقابل ہاکی سٹیڈیم گلبرگ لاہور میں کسی کام سے گیا۔ وہاں ملک کے معروف خوشنویس جمیل رقم جناب جمیل قریشی صاحب اور کچھ احباب بھی تشریف رکھتے تھے اور ایک صاحب راجا صاحب کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھے راجا صاحب سے محو گفتگو تھے۔ غالباً" وہ جلدی میں تھے۔ بات جلدی میں مکمل کر کے جانے لگے تو اچانک راجا صاحب کو یاد آ گیا کہ وہ راحت جاں شخص جس کی تلاش میں کئی روز سے چشتی کوشاں تھا۔ آج وہ اتنی جلدی ہاتھ سے نکل چلا ہے اور چشتی سے تعارف بھی نہیں کرایا۔ انہیں روک کر تعارف کراتے ہوئے کہا یہی وہ فیاض صاحب ہیں۔ چشتی صاحب ان سے ملئے۔ میں نے ہاتھ بڑھایا کلین شیو اور سیدھا سادا شخص، مسکراتے ہوئے مجھ

سے متعارف ہوا کہنے لگا - چشتی صاحب ہر جمعرات کو بعد از نماز عشاء ہم سب اہل خانہ مل کر درود پاک کی محفل سجاتے ہیں آپ بھی بھی تشریف لائیں اور ضرور لائیں۔ میں نے وعدہ کر لیا۔

چند جمعرات مصروفیت میں بسر ہو گئیں۔ اور پھر تفصیلا" ملاقات نہ ہو سکی۔

ایک روز تھکا ماندہ گھر آیا اور سوچ رہا تھا کہ اب گھر میں آرام کروں گا اور کہیں نہیں جاؤں گا، کہ مغرب کے بعد راجہ صاحب گھر آ گئے۔ فرمانے لگے، گزر رہا تھا سوچا ملتا جاؤں۔ کہنے لگے چائے وائے نہیں چلے گی، میں جلدی میں ہوں۔ فیاض صاحب کو ساتھ لے کر کسی سے ملنا ہے۔ فیاض صاحب کا نام آیا۔ تھکاوٹ دور ہو گئی۔ میں نے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمانے لگے۔ آؤ چلیں۔ یہ 31 جنوری 1988ء کا خوش نصیب دن تھا۔ محمد فیاض چشتی نظامی صاحب کی طبع بھی فیاض ہے۔ اس قدر پیار و محبت سے ملے کہ لطف آ گیا۔ انتہائی پر تکلف کھانے کا اہتمام ہوا۔ دو پیارے پیارے بچے، انتہائی خوبصورت و معصوم سبحان اللہ! ذہن میں آئی۔ جب یہ ننھے ننھے گھر میں چھوٹی چھوٹی تسبیحیں لے کر بیٹھتے ہوں گے۔ قادر مطلق کی رحمت کی فراوانی کے جوش کا کون اندازہ کر سکے گا۔ ان کے قریب بیٹھ کر ایک نئی دنیا سے آشنائی ہوئی۔ کیسے کیسے عظیم لوگ ابھی اس دنیا میں موجود ہیں۔ بظاہر وہ دنیا دار ہیں۔ داڑھی مونچھ صاف ہے۔ سوٹڈ بوٹڈ ہیں۔ دنیاوی امور کی چکی کے دو پاٹوں کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے وہ گہرا تعلق کہ ان سے بالفعل فیض یاب ہو رہے ہیں اور بالفعل فیض یاب ہونے کی سینکڑوں مثالوں میں سے ایک مثال

یوں بیان فرمائی۔

محمد فیاض چشتی صاحب نے فرمایا کہ میرے ایک بھائی صاحب نے جو بذات خود صاحب بصیرت ہیں۔ ایک بار انہوں نے سب اہل خانہ کو ایک ایک سو روپیہ بانٹا۔ لیکن ہمشیرہ کو نہیں دیا۔ وہ دل برداشتہ ہو کر حضرت غریب نواز داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوئیں۔ اور چونکہ داتا صاحب نے میری ہمشیرہ کو اپنی بیٹی بنایا ہوا ہے۔ اس ناتے سے کہنے لگیں۔ نانا جان بھائی نے سب کو ایک ایک سو روپیہ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا۔ مجھے آپ عطا فرمائیں۔ یہ التجا کر رہی تھی کہ بالکل نیا ایک سو روپے کا نوٹ جھولی میں آگرا۔ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور کوئی نظر نہ آیا تو خوشی و مسرت سے جھومتی نوٹ اٹھا کر گھر آگئیں۔ اس کا نمبر نوٹ کیا اور محفوظ کر لیا۔ ایک روز گھر کی کسی شدید ضرورت سے وہ نوٹ خرچ کرنا پڑا۔ لیکن افسوس بہت ہوا کہ داتا صاحب کا دیا ہوا نوٹ گھر میں محفوظ نہ رکھ سکی۔

قریباً" دو ماہ بعد مغرب کی نماز کے بعد کہیں سے آ رہی تھیں۔ سڑک کے ایک کنارے چلتے چلتے ایک کاغذ پاؤں سے لگ کر کھڑکا۔ دیکھا اور اٹھا لیا۔ معلوم ہوا سو روپے کا نوٹ ہے۔ پرس میں ڈال لیا۔ جب گھر آئیں تو نوٹ کو دوبارہ دیکھا۔ اس کے نمبر پر نظر پڑتے ہی معلوم ہوا کہ یہ تو وہی داتا صاحب والا نوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد اس نوٹ کو ضائع نہ کیا۔

راقم الحروف نے وہ نوٹ دیکھا اور فرط جذبات سے راجا صاحب نے آنکھوں سے لگایا اور بوسے دیئے۔

1964ء میں ایک کتاب کا مطالعہ کیا تھا " چتر لیکھا " جو کسی ہندو کی لکھی ہوئی تھی - اس میں نیکی اور بدی کا تصور بڑے ہی حسین انداز میں پیش

کیا گیا تھا بڑے بڑے سادھو دھونی رمائے بیٹھے ہوئے کتنے پاپی ہیں اور کس کس انداز سے دولت کماتے ہیں۔ جبکہ دوسری اس بازار میں بیٹھنے والی رقاصہ اور فاحشہ کس قدر نیک اور پارسا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پاک پلیت نہ ہوندے ہرگز توڑے رہندے وچہ پلیتی ہو
وحدت دے دریا اچھلے ہک دل صحی نہ کیتی ہو
ہک بت خانے واصل ہوئے ہک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ہو
فاضل سٹ فضیلت بیٹھے باہو عشق نماز جاں نیتی ہو

اسی طرح کسی اور پنجابی دانشور نے کیا خوبصورت تجزیہ کیا ہے۔

سنیا مل کروڑ سی جاں ڈھاتے لکھ
کول گئے تے ہزار سی واہ پیاتے گکھ

خیر میرا یہ موضوع نہیں۔ میں نے اس گھر میں جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا وہ ایک انوکھا باب تھا۔

تصور میں کسی کے کھو گیا ہوں
کوئی قلب و نظر پہ چھا گیا ہے

انہوں نے روحانی شفاخانے کے حوالے سے بتایا۔ کہ حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے سے چھوٹے چھوٹے کنکر باری کے بخار کے مریض کو باندھنے سے آرام آ جاتا ہے۔ مجھے خود ہر تیسرے روز بخار ہو جایا کرتا تھا۔ والد صاحب مرحوم نے وہاں سے کنکر منگوا کر میرے گلے میں باندھا اور بخار دور ہو گیا۔ مجھے اصرار کے ساتھ ارشاد ہوا۔ کہ آپ وہاں ضرور جایئے گا۔ وعدہ کے ایفاء کا عہد کر کے رخصت ہوا۔

لیکن درود پاک کی محفل میں شمولیت کی چاہت دل میں چٹکیاں لیتی رہی۔ ایک روز 11 فروری 1988ء کو رات نو بجے صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت سلطان محمد باہو رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہونا تھا۔ میں نے سوچا آج جمعرات ہے۔ عشاء کی نماز فیاض صاحب کے ہاں پڑھتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر پیر صاحب کے ہاں چلے جائیں گے۔ عشاء کے بعد ان کے ہاں پہنچنا ہوا۔ دیکھا۔ دو نوجوان بچے نکلے پر وضو کر رہے ہیں۔ اوپر کمرے میں جا کر دیکھا تو عجیب کیف آور محفل دیکھی۔ زمین پر دری کے اوپر سفید چادریں بچھی ہوئی ہیں۔ انیس بیس سکول و کالجز کے نوجوان انتہائی خاموشی کے ساتھ ہاتھوں میں تسبیحاں لئے خاموش پڑھ رہے ہیں۔ درمیان میں تسبیحوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ جو آتا ہے تسبیح اٹھاتا ہے اور پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ ان کا بچہ چار پانچ سال کا اور ایک بچی تین سال کی ایک چھوٹی سی سفید تسبیح ہے۔ درود پاک پڑھنے میں مصروف تھی۔ یہ خاموش دورد پاک کی محفل بلا اکتاہٹ ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی۔ سبحان اللہ۔ آخر میں مجھے درود پاک کے فضائل پر گفتگو کے لئے کہا۔ میں نے دو تین منٹ میں فضائل درود پاک عرض کئے۔ پھر دعا کی گئی اور تبرک کی تقسیم کے بعد اجازت مل گئی۔ دل میں اس محفل کا نشہ و سرور برسوں رہے گا۔ صبح بسنت بہار تھی۔ اس وقت بھی باہر بو کاٹا بھئی بو کاٹا ہو رہی تھی اور یہ نوجوان کتنی خاموشی سے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اپنے آقا سے لو لگائے بیٹھے تھے۔ نہ مکر نہ فریب نہ ریا کاری نہ بیزاری۔ الھم زد فزد

پروردگار عالم ایسی محافل نصیب فرماتا رہے۔

# آستانہ عالیہ
# حضرت بابا شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ

4 فروری 1988ء کو بندہ جناب محمد فیاض چشتی نظامی کے ارشاد کے مطابق حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوا۔ حضرت شاہ کمال رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 1080 ہجری بمطابق 1669 عیسوی ہے۔ آپ قادری سہروردی ہیں۔ اچھرہ لاہور کی مضافاتی بستی " راواں " میں مزار ہے۔ اب یہ بستی حضرت شاہ کمال کے نام سے موسوم ہے۔ فاتحہ خوانی کا اعزاز حاصل ہوا۔ مزار محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہے۔ مزار بہت خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔ اس کی تعمیر 1985ء میں ہوئی ہے۔ تعویز

مبارک پر ہدیہ عقیدت خادم الفقراء حاجی عنایت علی اچھرہ لاہور لکھا ہے۔ گویا یہ تعویز یا مزار پاک حاجی صاحب نے بنوایا ہے۔

محکمہ اوقاف کی طرف سے ایک بزرگ حاجی صاحب مزار مبارک کی نگرانی کے لئے تشریف رکھتے ہیں۔ بندہ نے فاتحہ خوانی کے بعد ان سے اپنا مقصد بیان کیا تو انہوں نے فرمایا مزار کے سرہانے کی طرف سے جو پختہ سڑک گزرتی ہے۔ اس کے جنوب میں ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ اس ٹیلے پر کنکر پڑے ہیں۔ اس ڈھیری کے اوپر سے بخار وغیرہ کے لئے کنکر اٹھا کر لے جائیں مریض کے گلے میں باندھیئے' خدائے بزرگ و برتر شفاء کاملہ عطا فرمائے گا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ بعد از آرام وہ کنکر پھر اسی جگہ پر لا کر رکھنا ہوگا اور اگر کچھ میسر آئے تو شیرنی بچوں میں تقسیم کر دی جائے۔ ہم نے سینکڑوں کو شفاء ملتے دیکھی ہے۔

# کن پیڑے (گھنویں)
## آستانہ: مامے بھانجے کا کنواں گھمٹی بازار لاہور

**تعارف:** محمد ثقلین ولد محمد امین صاحب ایک خوب طینت آدمی ہیں۔ بی اے تک تعلیم یافتہ ہیں اور کوکا کولا مشروب کے دفتر میں اکاؤنٹنٹ ہیں۔ انتہا کے خوش خلق، ملنسار اور عقیدت مند ہیں۔ میرے ایک دوست و مہربان ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اور نذیر احمد صاحب نفیر آباد کے عزیز ہیں اور انہی کی وساطت سے متعارف ہوا۔ کتاب " روحانی شفاخانے " کے تذکرے پر فرمانے لگے ہمارے ہاں " کن پیڑے " مرض کا روحانی شفاخانہ ہے جہاں ہزاروں مریض شفا پاتے ہیں اور یہ شفاخانہ صدیوں سے جاری ہے۔ بندہ وقت لے کر شام کو ان کے ہاں پہنچا اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بھی تصدیق کی۔ آنکھوں دیکھا حال آئندہ کے صفحات میں درج کر دیا ہے۔ واللہ اعلم و رسولہٗ بالصواب۔

یہی وہ محمد ثقلین صاحب ہیں جو پیرودھا کھارا سے ٹیسٹ کے لئے پانی لائے تھے۔ کان پیڑوں کا مرض بھی ایک بہت ہی تکلیف دہ مرض ہے۔ بچوں، جوانوں، کو لاحق ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ وبائی مرض ہے ایک سے دوسرے کو لاحق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بخاری شریف میں ایک حدیث پاک موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرض وبائی یعنی ایک سے آگے دوسرے کو لگنے والا نہیں ہوتا۔ تو ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے اونٹوں میں کسی ایک کو خارش ہو جاتی ہے۔ تو اس سے دوسرے اونٹوں کو بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کہاں سے بیماری لگی تھی۔ اس سوال سے وہ شخص لاجواب ہو گیا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی مرض ایسا نہیں ہوتا۔ بس لوگوں کا وہم ہے۔ اس مرض کی شفاء کے لئے ہمارے خاندان "جاٹ مہار" کو خصوصاً" کسی اللہ والے کی دعا ہے۔ اگر کوئی مریض آئے اور ہمارے خاندان کا کوئی مرد بچہ جوان یا بوڑھا مریض کے کانوں اور متاثرہ جگہ کو ہاتھ لگائے تو اس مرض سے شفا مل جاتی ہے۔

### انٹرویو

6 فروری 1988ء بروز ہفتہ محترم محمد ثقلین ولد محمد امین دکان 230/c گمٹی بازار لاہور کے ہاں ساڑھے تین بجے بعد دوپہر حاضر ہوا۔ جذبات محبت کی شدت استقبال سے ظاہر تھی۔ پرتکلف دعوت سے صاف عیاں ہو رہا تھا کہ اس فقیر کی آمد پر ان محسنوں کو کتنی مسرت ہوتی ہے۔ میری درخواست پر محمد ثقلین صاحب اور ان کے والد محترم محمد امین صاحب دکان چھوڑ کر میرے ساتھ چل دیئے۔ پہلے معروف نعت خواں جناب عبدالمجید چشتی

صاحب کے چشتیہ دوا خانہ پر لے گئے۔ موصوف بڑے تپاک سے ملے۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد میں نے اپنا عندیہ بیان کیا تو فرمانے لگے۔ میری عمر اس وقت تقریباً" پچاس سال ہونے والی ہے۔ یہ ساری زندگی اسی بازار میں گزری ہے۔ ماے بھانجے کا کنواں مرکز شفا بنا ہوا ہے جن لوگوں کو کن پیڑے یا گھنوئیں نکل آتے ہیں۔ وہ یہاں آ کر مٹھائی والے پیڑے بچوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اس کنویں کی مٹی لے کر کان کے نیچے اس ابھری ہوئی جگہ پر لگاتے ہیں۔ تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ محمد امین صاحب سے درخواست کی کہ مجھے وہ کنواں دکھایا جائے۔ وہ مجھے وہاں لے گئے۔ راستے میں ایک دراز قد خوبصورت شخصیت مرزا سکندر بیگ صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ یہ صاحب ریلوے کے بہترین تیراک ہیں۔ وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کنواں تو بند ہو چکا ہے۔ البتہ سامنے ہودی سی بنی ہوئی ہے۔ جس میں پانی پڑا ہوا ہے، مرزا صاحب فرمانے لگے کہ ایک بورا مٹی کا باہر سے منگا کر اس میں ڈال دیتے ہیں۔ مریض لوگ آتے ہیں۔ اس ہودی سے مٹی لے کر لگاتے ہیں اور مریض شفا پاتے ہیں۔ یاد رہے یہ کنواں گمٹی بازار میں ہے۔

مرزا صاحب کہنے لگے چشتی صاحب کو حضرت سید مٹھا رحمتہ اللہ علیہ کا مزار دکھایا ہے۔ کہنے لگے نہیں۔ وہ مجھے ساتھ ہی دوسرے بازار میں لے گئے۔ جہاں دربار حضرت سید مٹھا رحمتہ اللہ علیہ زیر تعمیر تھا۔ بتانے لگے چند روز پہلے اس مزار کو از سر نو تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ جب اس کی کھدائی شروع کی گئی تو دنیا حیران رہ گئی کہ نیچے ایک تہہ خانہ میں حضرت صاحب کا مزار بالکل کچا ہے۔ قبر شریف کی مٹی اتنی تازہ ہے۔ کہ جیسے ابھی

تھوڑی دیر پہلے ڈالی گئی ہو۔ خوشبو کی مہک اس قدر اٹھی کہ پورا علاقہ معطر ہو گیا۔ لوگ سوئے ہوئے گھروں سے اٹھ کر آ گئے۔

حضرت سید سید مٹھا رحمتہ اللہ علیہ کا وصال سنگ مزار کے قطعہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے سات سو اکیس سال پیشتر سے آپ یہاں آرام فرما ہیں۔ سات صدیاں بیت جانے کے باوجود قبر کی مٹی تک ترو تازہ ہے اور اتنی خوشبو کہ زمانہ مہک اٹھے۔ واقعی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وفات پاتے ہیں وہ زندہ ہی ہوتے ہیں۔

**ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات' بل احیاء و لکن لا تشعرون (البقرہ)**

## عطر آں است کہ خود ببوید

# روحانی شفاخانے اہلِ دانش کی نظر میں

## "ماہنامہ" انوار لاثانی سیالکوٹ

اسلام کا اولین عقیدہ توحید ہے اور اس کے مطابق اللہ جل شانہ، ہی معبود، خالق، موثر حقیقی اور مسبب الاسباب ہے۔ زندگی و موت کو اسی نے پیدا فرمایا اور صحت و مرض بھی دراصل اسی کی تقدیر سے وابستہ ہیں۔ یعنی جسے جب چاہے پیدا کرے یا مار دے اور جسے جب چاہے بیمار یا تندرست کر دے۔ عام مخلوق میں جو تاثیرات ہمیں نظر آتی ہیں۔ ذاتی غیر محدود اور مستقل نہیں بلکہ خدا داد (عطائی) محدود اور غیر مستقل ہیں۔ مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں دوا نے فائدہ دیا تو مراد یہی ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے اس دوا کو مفید (یعنی فائدہ دینے والی) بنایا اور اس کا فائدہ اسی وقت تک ہے جب تک خدا چاہے۔ آگ میں جلانے کی طاقت ذاتی نہیں بلکہ خدا کے ارادے سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام محفوظ رہے۔ چھری کاٹتی ہے مگر خدا نہ چاہے تو بے بس جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ غرض رب کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور روکنا چاہے تو کوئی کر نہیں سکتا۔ چنانچہ یہ مفہوم ہے **لا حول ولا قوتہ الا باللہ** کا۔

**انسان مظہر صفات خدا ہے:** جس خدائے بزرگ و برتر نے دوا کو مفید پھول کو رنگین، کستوری کو خوشبودار اور چاند سورج کو روشن کر کے اپنی قدرتوں کا اظہار فرمایا۔ اگر وہ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے۔ اپنی صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ بنا دے تو اسے کون روک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے اور جوں جوں ترقی کرتا جائے گا، اس کے شاہکار

ہونے میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ خدا رحیم و کریم ہے۔ تو بندہ اس کے رحم و کرم کا مظہر بن کر رحیم و کریم ہی کہلائے گا (اگرچہ خدا کا رحیم و کریم ہونا ازلی " ابدی " قدیم ہے اور واجب ہے مگر انسان کا رحیم و کریم ہونا حادث اور ممکن ہے) ہم اسے شرک نہیں کہہ سکتے۔ یونہی خدا شافی " شفا دینے والا ) ہے تو بندہ بھی اس کے فضل سے شافی ہو سکتا ہے (جیسا کہ مدینہ منورہ کا ایک نام شافیہ ہے یعنی ایسی سرزمین جو خدا کے فضل سے شفا بخش ہے۔

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ رسالت :** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہوئے جو خطبہ دیا ' وہ توحید و رسالت کے مفہوم و رسالت کے مفہوم کی خوب وضاحت کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

**انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ و ابری الاکمہ والابرص و احی الموتی باذن اللہ و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایۃ لکم ان کنتم مومنین ○** (آل عمران)

ترجمہ :۔ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں۔ تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فورا" پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے ' اور میں شفا دیتا ہوں۔ مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو ' اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے ' اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔" دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت کے دلائل دیتے ہوئے اپنی خداداد طاقتوں کا اظہار فرما رہے ہیں۔ وہ مٹی کی مورت بنا

پھونکتے ہیں تو وہ خدا کے فضل سے زندہ بن کر اڑنے لگتی ہے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا کے فضل سے شفا دیتے اور مردوں کو خدا کے فضل سے زندہ کرتے ہیں بلکہ غیب دانی کا یہ حال ہے کہ لوگوں کے گھروں کے اندر کی چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ قوتیں ان کے رسول ہونے کے دلائل ہیں۔ تو جب وہ رسول ہیں، جس کوڑھی کو چاہیں شفا بخشیں، جس اندھے کو چاہیں انکھیارا اور جس مردے کو چاہیں زندہ کر دیں۔ خدا کا اذن ان کے شامل حال ہے اگر خدانخواستہ کسی مردے کو زندہ نہ کر سکیں تو ان کا دعوی رسالت بے دلیل ہو جائے گا۔ یاد رہے جس طرح یہ معجزات عیسی علیہ السلام کی رسالت کے دلائل ہیں یونہی اصل میں خدا کی توحید کے بھی دلائل ہیں۔

**اولیاء اللہ کی کرامات:** ولی نبی کا وارث ہے اور متبع ہوتا ہے اور اس وراثت و اتباع کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا اسے بھی بے مثال قوتوں سے نوازتا ہے۔ نبی کی خدا داد عظیم قوت کو معجزہ کہا جاتا ہے تو ولی کی اس حیران کن قوت کا نام کرامت ہے۔ نبی کا معجزہ اگر خدا کی توحید اور نبی کی نبوت کی دلیل ہے تو ولی کی کرامت، خدا کی توحید، نبی کی نبوت اور خود ولی کی ولایت کی دلیل ہے۔ یاد رہے ولایت قرب خداوندی کا دوسرا نام ہے اور کسی بھی مومن سے یہ حدیث مخفی نہیں رہ سکتی کہ قرب خداوندی ایسی عظیم طاقت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت نہیں کر سکتی۔ یہ اولیاء کرام **لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔** ترجمہ:- (ان پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم) کے مصداق ہیں۔ خدا کا مقرب ہر غیر مقرب سے زیادہ طاقتور ہے۔ لہٰذا اسے خدا کے سوا کسی کا خوف کیوں ہو۔ اور رب کریم کی رحمت اس کی غمگسار

ہے لہٰذا اسے کوئی غم کیوں ہو۔

سید نا مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ :- حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اولیاء کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرمائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشیں بدبخت نہیں اور ان سے انس رکھنے والا محروم نہیں اور ان سے تعلق رکھنے والا نامراد نہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ہمنشیں ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آ جاتا ہے اور جس نے پہچان لیا - اس نے خدا کو پالیا۔ ان کی نظر دواء کلام شفاء اور صحت ضیاء و رونق ہے۔ جس نے ان کے ظاہر ہی کو دیکھا۔ خائب و خاسر رہا اور جس نے باطن کو ملحوظ رکھا، نجات و فلاح پا گیا۔

(مکتوبات شریف دفتر نمبر2 مکتوب نمبر52)

**اسلام کی صداقت کے ثبوت :** انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرضوان وفات کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ اور جو قوتیں نبوت و ولایت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں وہ بھی مزارات میں بحال رہتی ہیں۔ پھر جس طرح یہ قوتیں ان کی ظاہری حیات میں توحید اور اسلام میں صداقت کی دلیلیں تھیں، یونہی مزار اقدس میں چھپ جانے کے بعد بھی ان کا فیضان خدا کی کبریائی اور حضور سرور عالم علیہ الصلوۃ و السلام کی سچائی کا اعلان کرتا رہتا ہے۔ بعض لوگ محض ان کی برکات و تصرفات دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حضور سیدنا داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پر انوار پر میں نے کئی سکھوں کو بھی حاضری دیتے ہوئے دیکھا اور انکی زبان سے یہ الفاظ خود سنے ہیں کہ جب بھی ہمیں کوئی مشکل پیش آتی ہم یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ سوچئے وہ مذہب جس کی کامل پیروی کر کے آپ گنج بخش بنے ہیں آخر کیوں نہ سچا

ہوگا۔ کتنے عظیم گنج بخش ہیں کہ دنیا میں بھی گنج بخش اور قبر میں بھی گنج بخش۔

آج بھارت میں ہزاروں مقامات پر مسلمانوں کا قتل عام ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی وہاں اسلام کی اشاعت روز افزوں ہے۔ تحقیق کریں تو اولیائے کرام کے مزارات کا فیض ہے جو آفات و مصائب کے شدید طوفان میں اسلام کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔

**میرے ذاتی تجربات:** میرا تعلق طریقت دربار شاہ لاثانی کے ساتھ ہے حضور پر نور شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کے نبیرہ مکرم اعلحضرت شہنشاہ ولایت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر مجھے شرف بیعت نصیب ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے عقیدے کی پختگی جس قدر بھی حاصل ہے۔ اس کا سبب قدرت باری نے میرے مرشد کامل علیہ الرحمہ کے تصرفات و کمالات کو بنایا۔ اگر اس تاج دار ولایت کے نیاز حاصل نہ ہوتے۔ تو شاید کفرو شرک کی کن کن پگڈنڈیوں پر پڑا ہوتا۔ یا کس کس وادی ضلالت و سفاہت میں گم رہتا۔ میرا ذہن ابتداء ہی سے اندیشہ ہائے دور دراز کا عادی تھا اور اس کا علاج مرشد کامل کی نظر عنایت کے بغیر ناممکن تھا۔ مجھے کئی سال تک درلاثانی چومنے کی سعادت ملی اور میں نے اپنی آنکھوں سے حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کی خداداد طاقتوں کا وہ مشاہدہ کیا جسے جلوہ قدرت یا کرامت ہی کہا جا سکتا ہے اور سائنس، فلسفے کے پاس اس کی کوئی توجیہہ نہیں۔ مثلاً میں نے ایک دفعہ شدید درد کی شکایت کی تو فرمایا "درد یا درداں"؟ اتنا فرمانا تھا کہ کوئی تکلیف نہ رہی۔ یہ الفاظ کوئی دوا ٹیکہ نہیں تھے مگر فوراً" آرام کیوں آگیا۔ اسی لئے کہ جس اللہ نے ٹیکے وغیرہ

میں شفا رکھی ہے، وہ اپنے پاک اور مخلص بندے کی زبان میں بھی شفا رکھ سکتا ہے۔ (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فرمان گزرا۔

**توحید کی واضح دلیل:** غور فرمایئے دوا یا ٹیکے سے کسی کو آرام آجائے تو خدا کا منکر (یعنی دہریہ) کہہ سکتا ہے کہ یہ سب اس علاج کی برکت ہے۔ مختلف چیزوں کی تاثیرات ان کی فطرت و طبیعت میں داخل ہیں لہٰذا خدا کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ اب اس سے لاکھ سرکھپائی کریں کہ یہ تاثیر یقینی نہیں کئی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماہر ڈاکٹروں کی متفقہ دوا بھی فائدہ نہیں دیتی۔ اسے کیا سمجھ آئے گی، لیکن جب کسی آیت سے، دعا سے یا کسی عامل کے الفاظ سے فوراً" شفا آجائے تو اس کا جواب اس کے پاس کیا ہوگا۔ خدا کے بارے میں شکوک و شبہات دور کرنے میں جو کردار اولیائے کرام کی سیرت، کرامت اور فیضان ادا کرتا ہے، کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ ان کی صحبت کے انوار دل کی ظلمتوں کو دور کرتے ہیں تو ان کی توجہات انسان کو عشق کے پر لگا کر اڑاتی ہے " وصال " کے ساتھ ان کی ولایت ختم نہیں ہو جاتی، اس لئے کمالات ولایت بھی موجود رہتے ہیں اور اپنے رحیم و کریم خدا کے یہ رحیم و کریم بندے قبروں میں بھی گنج بخش، غریب نوازی اور فریاد رسی کرتے رہتے ہیں۔

یہاں پھر مجھے اپنا واقعہ یاد آگیا میرے آقا و مولانا حضور نقش لاثانی یکم ذی الحجہ 1407ھ 27 جولائی 1987ء کو وصال فرما گئے۔ ایک دن پیر سید شوکت علی شاہ صاحب امام مسجد دربار لاثانی نے مجھ سے ایک بڑی پریشانی کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور قبلہ عالم نقش لاثانی قدس سرہ ظاہری حیات میں آپ سے بہت ہی پیار فرماتے اور آپ کی مراد پوری کرتے تھے۔

اب روضہ اقدس پر جا کر التجا کریں، ہماری گفتگو نماز عصر کے بعد ہوئی۔ شاہ صاحب مزار پر نور پر حاضر ہوئے۔ اور نماز مغرب تک ان کا کام بن گیا۔

**ایک عظیم کتاب:** اولیائے کرام علیہم الرحمہ کے مزارات دور حاضر میں کس کس انداز میں فیض دے رہے ہیں یہ نہایت وسیع مضمون ہے۔ اس فیض کا ایک پہلو ہے جسمانی بیماریوں کا دور کرنا۔ اس موضوع پر فاضل جلیل جناب عبدالحق ظفر چشتی مدظلہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے" (ہم نے اس مضمون کا نام بھی اسی سے لیا ہے) کرم پبلکیشنز مصطفے آباد لاہور نمبر 15 نے اسے شائع کیا ہے۔ عمدہ کتابت و طباعت، منفرد مضمون اور قابل قدر افادیت کے ساتھ اس کی قیمت مبلغ روپے زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ چشتی صاحب نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے جس کی گوناگوں افادیت کا انکار ممکن نہیں۔ مسئلہ توحید سمجھنے میں بھی یہ کتاب ممد ہے۔ اور خداوند کریم اپنے محبوب بندوں پر جو لطف و کرم کی بارش برساتا ہے۔ اس کی چند اہم جھلکیاں بھی اس میں آگئی ہیں۔ اس میں کئی ایسے لوگوں کے انٹرویو ہیں جنھوں نے خود اولیائے کرام کے آستانوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ اور ان کی برکت سے اپنی بگڑی بنوائی ہے۔ سائنسی تجربات کے برعکس یہ روحانی اور ایمانی تجربات ہیں مگر سائنسی تجربات سے زیادہ، نتیجہ خیز اور ایمان افروز زندگی بھر کی مشکلات کا حل اور انتہائی پریشان کن بیماریوں کا علاج کسی مرد خدا کے آستانے کا پھریا اس کے چشمے کا ایک گھونٹ دور کردے بظاہر کتنی حیران کن بات ہے۔ ہم یہاں نہایت اختصار سے جسمانی بیماریوں کے نام اور چند روحانی شفاخانوں کے پتے درج کئے دیتے

ہیں (اولیائے کرام کے حالات اور فیض پانے والوں کے تفصیلی انٹرویو کتاب مذکور میں ملاحظہ فرمائیں)

| نمبر شمار | بیماری | آستانہ (روحانی شفاخانہ) | جن کے انٹرویو لیئے گئے ہیں |
|---|---|---|---|
| ۱ | جادو بلکہ سب امراض۔ (حتیٰ کہ ٹی بی اور کینسر) | آستانہ حضرت شاہ یقیق علیہ الرحمۃ حیدرآباد سے ٹھٹھہ۔ وہاں سے جوہر جمالی کے راستے میں کراچی سے سپیشل بسیں وہاں ہر روز جاتی ہیں۔ | ا۔ حضرت علامہ بشیر احمد فیضی مرحوم (ان کی اہلیہ ۱۸ سال بیمار رہیں۔ حضرت کی طرف روانگی سے ہی رو بصحت ہوگئیں۔ وہاں جاکر مکمل صحت مل گئی۔<br>ب۔ مفتی محمد شفیع رضوی۔ |
| ۲ | گردے پتھری وغیرہ کے امراض۔ ریح کا درد۔ چنبل، خارش۔ | پیر واکھارا ضلع جہلم (پیر کرم شاہ ولی علیہ الرحمہ) پہاڑی سے چشمہ بہتا ہے مزار شریف کے قریب دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ کھاری پانی سے چند گھونٹ پئیں۔ | ۱۔ صابر جالندھری صاحب<br>۲۔ چوہدری رحمت علی صاحب اہلحدیث۔<br>۳۔ راجہ رشید محمود صاحب ایڈیٹر (ماہنامہ نعت) لاہور<br>۴۔ محترم عبدالحمید (لاہور) |

| نمبر شمار | بیماری | آستانہ (روحانی شفاخانہ) | جن کے انٹرویو لیے گئے ہیں |
|---|---|---|---|
| ۳ | جسم میں کسی قسم کا درد | حضرت بابا میاں فیروز رحمۃ اللہ علیہ موضع مٹھیال تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک۔ پتھر کا ٹکڑا درد کی جگہ پر لگائیں۔ | ۱۔ چودھری محمد لطیف منیجر محکمہ اوقاف۔<br>۲۔ راجہ رشید محمود صاحب دام اقبالہ۔ |
| ۴ | کھانسی | دربار حضرت بابا میاں فیض اللہ علیہ الرحمہ مین بازار صدر چھانی اٹک۔ مزار پر آکر پانی پئیں۔ | چودھری محمد لطیف صاحب (منیجر) |
| ۵ | دیوانے کتے کے کاٹے کا (علاج) | مزار حضرت بابا غلام بخش نکے شریف تحصیل کہوٹہ | 〃 〃 〃 〃<br>〃 |
| ۶ | چنبل بلکہ جزام۔ کوڑھ چنبل۔ | ۱۔ حبیب واگڑھا۔ براستہ سرائے عالمگیر۔<br>۲۔ موضع چیل متصل فاروق آباد ضلع شیخوپورہ۔ | حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی سیالوی (شیخ الحدیث) |

| نمبر شمار | بیماری | آستانہ (روحانی شفاخانہ) | انٹرویو |
|---|---|---|---|
| ۷ | ہر قسم کے درد | پیر شہاب رحمۃ اللہ علیہ کالا گجراں (رانی گھی مز جہلم سے ونگیں جاتی ہے) | مولانا حافظ قاری محمد طیب توکل پور ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم |
| ۸ | آنکھوں کی تکلیف | پیر شاہ وسن علیہ الرحمہ کھوکھا متصل دینہ ضلع جہلم۔ | ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” |
| ۹ | باؤلے اور دیوانے کتے (کا علاج) | حضرت خواجہ محمد مقبول علیہ الرحمہ مفتیاں براستہ دینہ ” | ” ” ” ” ” ” ” ” |
| ۱۰ | جلدی امراض (جزام، خارش وغیرہ۔ | بمقام شاہ سفید المعروف میانا مرہرہ تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم (باباشاہ سفید علیہ الرحمہ کا دربار | سید ابرار حسین شاہ صاحب سجادہ نشین۔ دربار شاہ سفید۔ |

کتاب میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے روحانی شفاخانوں کا ذکر ہے نیز اس مسئلے پر کتاب و سنت اور سائنس کے حوالے سے بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بہت سی آیات مبارکہ و احادیث شریفہ بھی درج کی گئی ہیں۔ جو مختلف بیماریوں کا روحانی علاج ہیں۔ کتاب کی افادیت میں تین اہم مقالوں نے زبردست اضافہ کر دیا ہے' پہلا مقالہ حکیم الامت جناب حکیم محمد موسی صاحب امرتسری مدظلہ کا رقم فرمودہ ہے جس میں شرعی اور تاریخی طور پر بزرگان دین کے مزارات کو فیض کا سرچشمہ ثابت کیا گیا ہے' اس مقالے کا نام مینار یقین ہے۔ دوسرا مقالہ "سائنسی افق پر" ڈاکٹر اظہر علی شاہ صاحب ایم۔ بی۔ بی ایس کی تحریر ہے۔ جس میں انہوں نے روحانی شفاخانوں پر سائنسی نقطہ نظر سے اظہار خیال کیا ہے۔ تیسرا مقالہ "اسلاف کی شہادت" پاکستان کے مایہ ناز محقق و ادیب حضرت علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی کا تحریر فرمودہ ہے۔ کسی کتاب یا مقالے پر قبلہ فاروقی صاحب کا نام معتبر و مفید ہونے کے لئے کافی ہے۔

میری دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کے طفیل مصنف کی یہ کاوش قبول فرمائے اور قوم کو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

## ماہنامہ ضیائے حرم۔ لاہور۔ فروری 1989ء

علمی حلقوں میں جناب عبدالحق ظفر چشتی کا نام محتاج تعارف نہیں "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے ملک کے چند روحانی مراکز کا تفصیلی تعارف کرایا ہے' جہاں سے مختلف جسمانی امراض 'گردے' پتھری' کوڑھ' چنبل' آنکھوں کے امراض' بواسیر' جوڑوں کا درد' بے اولادی' بچوں کے سوکھا پن اور باؤلے کتے کے کاٹے وغیرہ کا علاج روحانی طور پر ہوتا ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت منگو پیر کراچی' حضرت شاہ یقیق ٹھٹھہ' حضرت پیر کرم شاہ پیرداکھا ٹاؤن ضلع جہلم' حضرت بابا شاہ سفیر سوہاوہ' پیر جمن شاہ بخاری کراچی' آستانہ چبل ضلع شیخوپورہ' پیر شہاب کالا گجراں جہلم' پیر شاہ دسن دینہ جہلم' اور دیگر کئی آستانوں پر اپنی حاضری کی کیفیات اور ان آستانوں سے فیض یاب اور صحت یاب ہونے والے مریضوں اور ان کے عزیزوں کے انٹرویوز بھی شامل کتاب کئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں " مینار یقین " کے عنوان سے حکیم الامت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کا پر مغز پیش لفظ اور ڈاکٹر سید اظہر علی شاہ ایم بی بی ایس نے سائنسی نقطہ نظر سے روحانی علاج کا جو جائزہ لیا ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ اہل قبور اور اللہ والوں سے فیض کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کو عصر حاضر میں جس طرح مغرب میں بھی تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اس پر "

اسلاف کی شہادت" کے عنوان سے علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی کا مبسوط مقالہ قابل ستائش ہے۔

"روحانی شفاخانے" میں فاضل مولف نے آستانوں کے فیض بخش پانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت پیردا کھارا للہ شریف ضلع جہلم کے پانی کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس پانی کا لاہور کی ایک معیاری لیبارٹری میں تجزیہ کرایا تو یہ حیران کن نتیجہ سامنے آیا کہ یہ پانی تو صحت مند افراد کے لئے بھی مہلک ہے۔ لیکن یہ کم ایمان افروز بات نہیں ہے کہ میڈیکل کے جدید تجزیہ میں جس پانی کو انسانی زندگی کے لئے مہلک قرار دیا ہے۔ عملی دنیا میں ایک مرد حق آگاہ کے فیض سے وہی پانی انسانوں کے لئے شفا ثابت ہو رہا ہے۔

چشتی صاحب نے پانی کے تجزیہ کی مکمل رپورٹ بھی شامل کتاب کر دی ہے۔ جسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں مادی وسائل دم توڑ دیتے ہیں وہاں اللہ کی رحمت اولیاء کرام کے روپ میں بندگان خدا کی مدد کے لئے آ جاتی ہے اور انہیں مصائب سے نجات اور بیماریوں سے شفایاب کرتی ہے۔ بہرحال جناب ظفر چشتی صاحب کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔ اس کا مطالعہ ہم سب کے لئے دعوت فکر ہے۔

## سیارہ ڈائجسٹ لاہور فروری 1989ء

آج کل ہمارے ہاں جسمانی امراض کے علاوہ جس قسم کے روحانی، نفسیاتی، اعصابی اور ذہنی امراض جنم لے رہے ہیں۔ اس میں یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ جسمانی معالجوں کے علاوہ روحانی طریقہ علاج سے بھی

استفادہ کیا جائے لیکن بد قسمتی سے کچھ لوگوں کے نزدیک روحانی سے مراد یہ ہے کہ جعلی پیروں کے تعویز گنڈوں اور بھنگیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے واہیات عملیات سے استفادہ کیا جائے حالانکہ یہ عناصر سادہ لوح عوام کی نفسیاتی کمزوریوں سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھا کر انہیں مالی اور جسمانی طور پر تباہ کر رہے ہیں۔ معاشرے میں پائے جانے والے انہی غلط رجحانات کی حوصلہ شکنی کے لئے عبدالحق ظفر چشتی صاحب نے " جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے " مرتب کی ہے جس میں عقیدہ اہل سنت کی صحیح راہنمائی کرتے ہوئے مختلف جسمانی بیماریوں اور لا علاج امراض کے احادیث نبوی کی روشنی میں قابل عمل حل بتائے گئے ہیں۔

## وفاقی حکومت محکمہ تعلیم کا

**ماہنامہ کتاب۔** لاہور مئی 1989ء

زیر نظر کتاب میں مصنف نے اولیاء کرام کے روحانی اور جسمانی فیوض پر روشنی ڈالی ہے اور ملک میں موجود بعض اولیاء کرام کے مزارات سے متعلق مخصوص بیماریوں کی شفا کے لئے جو روحانی فیض جاری ہیں۔ ان کے بارے میں اپنے ذاتی مشاہدات اور اپنے ملنے والوں کے بیانات شامل کتاب ہیں۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کی بالکل نئی اور انوکھی ہے۔ کیونکہ اس سے قبل اس طریقہ سے مزارات مقدسہ کے صرف فیض شفا کو یکجا پیش نہیں کیا گیا۔ بعض لوگوں کو کتاب میں پیش کئے گئے۔ واقعات سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے

، لیکن مصنف کے چند ایک اکابر امت کے اقوال و اعمال ، اصحاب قبور سے استفاضہ اور استعانت کے سلسلے میں شکوک و شبہات اور اوہام باطلہ کو دور کرنے کے لئے کافی مددگار ہو سکتے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں "سائنسی افق پر" کے عنوان سے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ ان روحانی فیوض کو آج کی سائنس بھی تسلیم کرتی ہے۔ اور اب سائنسدان ماہرین نفسیات ڈاکٹر حضرات اور روحانی پہلوؤں کو بھی اہمیت دینے لگے ہیں۔

قدرت نے بعض لوگوں کے اندر ایسی صلاحیتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ جو صرف ہاتھ لگاتے ہیں۔ یا کوئی آیہ مبارکہ دم کرتے ہیں۔ تو مریضوں کو نہ صرف یہ کہ آرام آ جاتا ہے بلکہ انہیں ایک ذہنی سکون بھی ملتا ہے۔ حضور نبی رحمت کا طبیب قلبی و جسمانی اور روحانی ہونا اور رحمت و کرم کو کون نہیں جانتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر ادویات کے جسمانی امراض سے نجات دلانا کئی لاعلاج مریضوں کو خواب میں حضور رحمت للعلمین سے شفا حاصل کرنا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے صدقے سے جاری ہونے والے کنویں سے آب زمزم کے پینے سے کئی ایک امراض کے دور ہو جانے کو کسی نے اب تک نہیں جھٹلایا۔

کتاب میں مصنف نے مختلف قسم کے درد ، باؤلے کتے کے کاٹے کا علاج چنبل جزام ، جلدی امراض ، بواسیر ، جوڑوں کا درد اور بچوں کے سوکھے پن کی بیماری کے روحانی علاج بھی بتائے ہیں اور یہ چونکہ علاج آزمودہ ہیں اس لئے ان پر شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین
________ چیئرمین قومی کونسل برائے ہومیوپیتھی گورنمنٹ آف پاکستان

کتاب روحانی شفا خانے کو سرسری نظر دیکھنے کا موقع ملا یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل انوکھی اور نرالی ہے اس کتاب میں فاضل مؤلف نے بزرگان دین کے آستانوں سے روحانی فیض کے بارے میں تذکرہ کیا ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روحانی فیض آج بھی بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے دم سے ان کے قدموں کے طفیل جاری و ساری ہے اور تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ عوام الناس ان سے مستفیض ہوتے رہیں گے چونکہ جو مقام یا کسی جگہ کی مٹی، کوئی چشمہ یا کوئی پانی جب کسی فنافی اللہ شخصیت کے ساتھ لگ جاتا ہے تو اس میں خداوند کریم اپنے بندوں کے لئے شفائیہ تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ بیماریوں کے لئے آب حیات بن جاتا ہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں جبکہ سائنس اپنے عروج و کمال کو پہنچ رہی ہے انسان کے لیے بے شمار آرام و آسائش کی اشیاء ایجاد ہو چکی ہیں۔ وہاں بنی نوع انسان کے لیے بے شمار جسمانی بیماریوں کے علاوہ دینی، روحانی، اعصابی امراض بھی وارد ہو چکے ہیں۔ جسمانی اور ذہنی بیماریوں کا تو کسی حد تک علاج موجود ہے۔ اعصابی اور نفسیاتی بیماریوں کا علاج بھی حکماء و ڈاکٹر صاحب اور ہومیو پیتھس کرتے ہیں۔ لیکن روحانی امراض میں ابھی تک کسی بھی طریقہ کو دسترس حاصل نہیں ہوئی۔ لہٰذا ایسی بیماریوں کیلئے روحانی طبیبوں کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ جس کے لیے اللہ کے ولیوں اور نیک بندوں کے دروازوں پر دستک دینا پڑتی ہے۔ اور اگر کوئی رسائی ہو جائے تو تاحیات نہ صرف روحانی بیماریوں سے بلکہ ذہنی بیماریوں سے جو جسمانی بیماریوں کا موجب بنتی ہیں نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے جو جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب نے پیش کی ہے میں جسمانی بیماریوں اور لا علاج امراض کے لئے مختلف احادیث مبارکہ کی روشنی میں علاج بھی درج کیا گیا ہے۔ ان کی یہ کاوش انتہائی قابل ستائش ہے۔

دوران ملاقات چشتی صاحب نے فرمایا کہ آپ ایک ہومیوپیتھک معالج ہیں لہٰذا ہومیوپیتھی کے بارے میں اگر آپ کچھ بتانا چاہئیں تو لکھ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بندہ قارئین کی خدمت میں یہ گذارش کرتا ہے کہ ہومیوپیتھک طریقہ علاج کا موجد اگرچہ ایک عیسائی مرد تھا لیکن اس کی تعلیمات کا جب احاطہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک پکا سچا مسلمان تھا۔ جس نے اپنا عقیدہ عین اسلامی اصولوں کے مطابق بیان کیا بہر حال ہومیوپیتھک طریقہ علاج میں جسمانی 'ذہنی' نفسیاتی امراض (یعنی علامات) کو یکجا کر کے علاج کیا جاتا ہے چونکہ شفا من جانب اللہ ہے تو مریض شفایاب ہو جاتا ہے ہومیوپیتھک دوا سازی میں مادیت کا عنصر باقی نہیں رہتا۔ جوں جوں دوا قلیل مقدار میں ہوتی جاتی ہے اس کے اندر شفائیہ طاقت بڑھتی جاتی ہے یہ ایک لمبی بحث ہے اس کو سمیٹتے ہوئے میں کہوں گا۔ کہ جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب نے جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے میں ان مقدس مقامات کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے جہاں کسی ولی اللہ کے قدم پڑے اور انسانیت کے لیے آب حیات بن گئے۔ نسبت بڑی چیز ہے جس مٹی 'جس پانی یا جس مقام پر کسی بھی اللہ والے نے قیام کیا' وہیں اپنے فیوض و برکات کسی نہ کسی شکل میں تاقیامت چھوڑ دیئے۔ تاکہ انسانیت تاقیامت فیض یاب ہوتی رہے۔

میری دعا ہے کہ جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب کی اس کاوش کو رب العزت اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مئولف کے قلم

میں اور زیادہ زور عطا فرمائے تاکہ وہ حتی المقدور انسانیت کی خدمت کرتے رہیں

## ڈاکٹر سید طالب بخاری صاحب کا تبصرہ

جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب کی افلا کی تخلیق جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے کا بغور مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ میرے خیال میں یہ ادبی دنیا میں ایک پہلی کتاب ہے۔ جس میں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ بغیر حکماء اور ڈاکٹر صاحبان کے علاج کے اگر کسی اہل اللہ کے مزار پر دعائے شفا مانگی جائے تو موذی سے موذی تر بیماری سے شفا کامل مل جاتی ہے۔ ممکن ہے یہاں عقیدے کی بحث چھڑ جائے لیکن عقیدہ بھی تو کسی حقیقت کی معرفت حاصل ہونے پر قائم ہوتا ہے۔ آپ نمک یا سوڈے پر اگر یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ کھانڈ ہے تو وہ ہرگز کھانڈ ثابت نہیں ہوں گے کیونکہ وہ دونوں اشیاء فطرتاً میٹھی نہیں ہیں۔ لہٰذا عقیدہ حق بات پر ہی ہونا چاہئے۔ اب رہا مسئلہ یہ کہ حق اور باطل میں تمیز کیسے ہو تو اس کے لیے بھی اہل اللہ اور صوفیائے کرام نے کسی روحانی بزرگ کے ساتھ ارادت رکھنے پر زور دیا ہے اگر ہر انسان اپنے قلب کی صفائی خود کر سکتا ہو تو پھر مرشد کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ لیکن قلب کی صفائی اس وقت ہی ہو گی جب آپ کسی اہل نظر اور اہل دل کے ساتھ پیوستگی رکھیں گے کیونکہ بقول کسے

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

چشتی صاحب کا یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے پوری پوری تحقیق کے بعد ایسے بزرگوں کی تلاش کی جن کی دعا کی برکت سے مریض شفایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی بزرگ مادی زندگی میں دعا کرے۔ کیونکہ وہ بزرگ جو اس دنیائے فانی سے دنیائے بقاء میں تشریف فرما ہیں۔ ان کی قبور پر سچے دل سے حاضری دینے سے مادی اور روحانی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

میں آپ کو اپنی ایک آپ بیتی سناتا ہوں۔ میں جب نوجوان تھا۔ تو ایک روز اہل خانہ نے میری مسلسل بیماری کی وجہ سے مجھے بے جان دیکھ کر سمجھا۔ کہ مر گیا ہوں۔ لطف یہ کہ میں اپنے بزرگوں اور بھائیوں کو روتے پیٹتے سن رہا تھا۔ اور حیران تھا کہ آخر یہ کیوں رو رہے ہیں۔ رات کو جب میں ہوش میں آیا۔ اور سو گیا تو میرے دادا مرشد باوا فیض علی صاحب جو ننگ دھڑنگ ملنگ تھے۔ وہ میرے پاؤں کی طرف آکر پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضور عرصہ سے بیمار ہوں ۔ آپ نے اپنی سوئی میرے داہنے پاؤں کے انگوٹھے پر آہستہ سے تین مرتبہ چھوئی اور چلے گئے اور میں صبح یوں تھا کہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔ حالانکہ دادا مرشد صاحب کو میں نے آنکھوں سے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ کیونکہ وہ میرے مرید ہونے سے کہیں پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

چشتی صاحب کا عوام پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ایسے بزرگوں کے مزارات کی ٹوہ لگائی۔ جہاں دعا مانگنے سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ تجربہ شرط ہے بقول کسے۔

"ہینگ لگے نہ پھٹکڑی رنگ بھی چوکھا آوے"

ہم اپنی بیماریوں کے لیے حکماء اور ڈاکٹروں کے پاس جاتے رہتے ہیں۔ اور ضروری نہیں کہ شفایاب بھی ہوں۔ ڈاکٹر تو آج تک زکام اور کینسر کا علاج نہیں کر پائے۔ پھر اگر کسی بزرگ کی قبر پر صرف دعا سے شفا حاصل ہو تو اس میں حرج والی بات ہی کیا ہے۔ چشتی صاحب نے خدا جانے کیا کیا تگ و دو کر کے کتاب مذکورہ میں دیئے گئے بزرگوں کی قبور کی نشاندہی کی ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ مفت راچہ گفت کے مصداق فائدہ اٹھائیں ورنہ وہ کوئی کمیشن ایجنٹ تو نہیں ہیں۔ اپنے تجربات اور مشاہدات کی بناء پر اور سخت کاوش کی وجہ سے وہ لائق صد ستائش ہیں کہ ان کے مشاہدات سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن یہ ان لوگوں کی بات ہے جو مادیت کے ساتھ ساتھ روحانیت کے بھی قائل ہیں اگر بایاں ہاتھ نہ ہو تو دایاں بیکار۔ گاڑی کے دونوں پہیے سلامت ہوں تو منزل پر پہنچنا مشکل نہیں اور اگر دونوں میں سے ایک پہیہ بھی بیکار ہو جائے تو ساری کی ساری گاڑی کھڑی کی کھڑی رہ جاتی ہے۔ ہمیں مادیت سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن روحانیت کے بغیر یہ ایک عضو معطل ہی ثابت ہو گی۔ اور روحانیت بغیر کسی کامل درویش کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ چشتی صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اپنے مشاہدات سے عوام کو فیض یاب کرتے رہیں۔

والسلام

# پنجابی تبصرہ

مولانا محمد شریف مدحت نوری ایڈیٹر ماہنامہ الصمد مرید کے

روحانی شفا خانے موتیاں دا انمول خزانہ اے تے بے خبر لوکاں لئی منزل دا نشان' تے جیہڑے لوک راہ کھڑائی پھردے سن اوہنا لئی ایہہ کتاب نور دی مشعل اے۔

○ روحانی شفا خانے اپنے انداز دا نویکلا شاہکار اے۔ ایہہ میرا دعوی ای نئیں بلکہ حقیقت اے ایہہ اولیاء اصفیا دے فیض دا بڑا وڈا ٹھاٹھاں مار دا سمندر اے ایس سمندر توں فیض پان والیاں دی تس نوں بجھان دا کم تے صرف روحانی شفا خانے نے ای کیتا اے۔

○ روحانی شفا خانے اندر اوکھیاں لفظاں توں دور رکھن دی پوری کوشش کیتی گئی اے۔ تاں جو ایس راہ تے ٹرن والا لفظاندے کنجھلاں وچ الجھ کے راہ توں پچھاں نہ رہ جاوے۔

○ روحانی شفا خانے ایس گل دا اعلان اے کہ ایس کتاب نوں لکھن والے نبیاں' ولیاں تے صوفیاء دے فیض دے صرف قائل ای نئیں۔ سگوں ایہناں شفا خانیاں توں دور رہ کے ٹھیڈے تے ٹھوکراں کھان والے انھیاں تے بیماراں تے بے اولاد لوکاں نوں نال لے کے ایہناں روحانی شفا خانیاں تے لجا لجا کے اپنیاں تے پرایاں دیاں جھولیاں بھروانیاں چاہندے نیں۔

○ روحانی شفا خانے وچ نشان منزل نوں ایہو جیے سوہنے ڈھنگ نال دسیا گیا اے جو انجان وی جے اکھاں توں ان جانے دی پٹی لاہ کے ست دیوے تاں منزل ستاریاں وانگر چمکدی تے مسکراوندی نظر آوندی اے۔

○ روحانی شفا خانے وچ معنیاں دا بے بہا ذخیرہ اے تے ایس گل دا اعلان اے کہ مصنف حضرت علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب اللہ تعالی

دے حکم دے مطابق ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والموعظتہ الحسنتہ دے پیغام نوں انساناں کول پوچان لئی نہ تے الجھدا اے تے نہ جھگڑ دا اے بلکہ ایہہ ایہناں دا ای فن اے کہ ولیاں دے دوارے منگن والیاں دی جھولی وچ پئے موتی وی وکھائے جان کہ راہ تے ٹرن والا اڈا دور نہ ہووے سگوں اقرار کرے کہ میں تے ایہناں راہواں توں بھلیا ای رہیا واں۔

○ روحانی شفا خانے جیہڑے انداز وچ لکھی گئی اے ایہہ انداز وسدا اے جو مصنف قرآن تے حدیث تے وطن نال پوری محبت رکھدا اے تے اپنیاں بزرگاں دا وڈا پیروکار اے۔

آخر وچ ساڈی دعا اے کہ ایہہ کتاب مصنف تے پڑھن والیاں لئی فلاح تے نجات تے شفا دا سبب بنے۔

## رسید رہبری

زبدۃ الحکماء حکیم نیاز ملک انبالوی ایڈیٹر "دیپ"

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خالق کائنات نے انسان کو دو چیزوں سے ملا کر بنایا ہے۔ ایک روح اور دوسرا جسم۔ بفرمان خداوندی یہ روح تو امر ربی ہے اور خاک کا مجسمہ ماں کے پیٹ میں تشکیل دیا گیا۔ اور اسی جگہ ان دونوں کو اکٹھا کر کے ماں کے پیٹ سے زندہ انسان تولد فرمایا اسی نسبت سے ماں بھی خالق کے درجہ کی مستحق ٹھہری۔ دنیا میں انسان کو ایک خاص مدت کیلئے حیات دی گئی ہے۔ اور اس کے لیے اعمال نیک و بد کی نشان دہی کر دی گئی ان اعمال کے دار و مدار پر عذاب و ثواب کا تعین کر دیا گیا دنیاوی زندگی میں رہتے ہوئے روح اور جسم دونوں کے لیے صحت اور بیماریوں کا عمل جاری کیا گیا

روحانی بیماریاں بھی پیدا کی گئیں اور جسمانی بیماریاں بھی بن گئیں۔ جن سے بچنے اور ان میں پھنسنے کا طریقہ رکھا گیا۔ انسان کو اہنمائی کا محتاج بنا دیا گیا۔ راہنمائی بہم پہنچانے کے لیے خدا نے خود ذمہ لیا اور انبیاء ' اولیاء اور پارسا بندگان خدا راہنمائی کے لیے مبعوث ہونے لگے۔ روحانی بیماریوں کے لیے کلام خداوندی میں شفائیں رکھ دی گئیں جو انبیاء اور مرسلین پر گاہے گاہے نازل ہوتی رہیں۔ اسی کلام سے جسمانی بیماریاں بھی دور ہو جایا کرتی ہیں۔ لہٰذا کلام خداوندی نے اپنے کرشمے دکھائے ہزاروں لاکھوں بیمار روحوں کو شفا نصیب ہوتی رہی۔ انسان ان کرشموں کو دیکھ کر اس طرف مائل ہوتے رہے۔ یہی ایک ایسا ثبوت مہیا ہوا۔ جس سے خداوند قدوس کی ذات کا موجود ہونا ثابت ہوا کہ کوئی ایسی ہستی ہے۔ جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے مگر وہ ہماری ہر چیز پر قادر و قابض ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ جسمانی علاج کے لیے اللہ حکیم نے اپنی حکمت کا علم اپنے بندوں کے سینوں میں ڈالا اور اپنی حکمت کا ایک قطرہ سارے جہان کے لیے کافی کر دیا۔ اس لیے جسمانی بیماریوں کا علاج روحانی طریقہ کے ساتھ ساتھ مادی اشیاء یعنی ایسی چیزوں یا دواؤں سے جن سے مل کر یہ خاکی مجسمہ بنایا گیا ہے شروع ہوا۔ اور وہ تمام اجزاء زمین ہی سے حاصل ہوئے۔ ان اجزاء کی کمی بیشی ہونے سے وجود کا بیمار ہونا اور پھر حکمت کے اصولوں کے تحت وجود میں ان اجزاء کا پورا کر دینا صحت کا ضامن ہوا۔ پہلے عرض کیا ہے کہ انسان راہنمائی کا محتاج ہے۔ اس لیے مخلوق کی راہنمائی کرنا بھی کار خیر ٹھہرا جن نیک انسانوں نے مخلوق کی راہنمائی کی ہے۔ ان کے کارناموں کو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکتا۔ علامہ عبدالحق ظفر چشتی صاحب نے بھی ایسے نیک انسانوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا لیا ہے۔ اس عظیم انسان نے مخلوق خدا کی راہنمائی کر کے بہت بڑا فریضہ

سرانجام دیا ہے۔

اولیاء اللہ خدا کے نور کے مینار ہیں
جن کی ضو سے ڈوبنے والوں کے بیڑے پار ہیں

جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے کتاب لکھ کر ظفر چشتی صاحب نے ایک اچھی ابتدا کی ہے۔ ابھی اس عمیق سمندر سے چند موتی تلاش ہوئے ہیں۔ کوشش جاری رہے تو ایسے اور کئی شفا خانے منظر عام پر آسکتے ہیں۔ کیونکہ جن اولیاء اللہ کے قدموں میں یہ شفا خانے کھلے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی ہستی کو خدا کی راہ میں مٹا دیا۔

دوسرے مذاہب کے سادھو' اور راہب بھی روحانی علاج کرتے ہیں مگر خدا کی ہستی کے قائل روحانی علاج پر یقین رکھتے ہیں۔

غور طلب بات ہے کہ پیدائشی طور پر تو سب انسان یکساں تولید کے حامل ہیں۔ مگر یہ روحانی طاقت ریاضت اور پاکیزگی سے جن لوگوں کو میسر آتی ہے اس کا ظہور لاشعوری طور پر ان سے ہو جاتا ہے۔ ان کو اپنی روحانی طاقت کی خبر اور اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ جب ان سے اللہ تعالی کسی کرامت کا اظہار کرواتا ہے تو ان لوگوں کو اپنی روحانی قوت کا پتہ چل جاتا ہے۔ پھر وہ اہل 'اللہ مخلوق کی تکلیفوں کو حتی المقدور دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو ان کے دروازے پر چلا جاتا ہے۔ وہ اسے خالی نہیں موڑتے۔ یہ ان کے شایان شان نہیں وہ خدا کی اس امانت کی لاج رکھتے ہیں۔ جو ان کو ملی ہے۔

ظفر چشتی صاحب نے ایسے ہی روحانی مراکز کی نشان دہی کی ہے۔ جہاں سے لوگوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ یہ راہنمائی انسانوں کے لیے ایک تحفہ سے کم نہیں اور ان مراکز کا فیض دیکھ کر اہل بصیرت کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اہل عقل سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کام کے لیے ظفر

صاحب نے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں روپیہ پیسہ خرچ کیا اور ایسے شفا خانوں کا کھوج لگایا اور ان پر تحقیق کی۔ تاکہ کوئی شخص اس کتاب میں درج شدہ عبارت کو جھٹلانے کی ہمت نہ کر سکے اور ظفر چشتی صاحب کو ہزیمت نہ اٹھانا پڑے۔

اب میں آپ کے سامنے ایک اور تجزیہ پیش کرتا ہوں۔ کبیرہ اور صغیرہ گناہ روحانی بیماریاں ہیں۔ اگر کوئی شراب پیتا ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کو نشہ کی حالت میں ٹھوکر لگ جائے اور چوٹ لگ جائے یا اس کو قانوناً" سزا ملے تو ساتھ جسم کو بھی تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ روح کی جھوٹی تسکین کے لیے کبیرہ گناہ کیا۔ مگر جسم کو بھی تکلیف میں مبتلا ہونا پڑا۔ اسی طرح اگر جسم کو کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے اور وہ شدت اختیار کر جائے تو روح بھی تڑپنے لگتی ہے یہاں تک کہ اگر جسمانی زخم یا بیماری کی تکلیف برداشت سے باہر ہو جائے تو روح پرواز بھی کر جاتی ہے۔ میں اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ظفر صاحب نے کتاب کا نام جسمانی امراض کے روحانی شفا خانے لکھ کر کچھ کمی رکھی ہے شفا خانے توروح اور جسم دونوں کو شفا عطا کرتے ہیں۔ آپ خود یہ فیصلہ کریں کہ اگر کسی مریض نے کسی ولی کے قدموں میں پہنچ کر پانی پیا۔ خاک چاٹی غسل کیا تو جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ کیااس کی روح کو فائدہ نہ پہنچا کیا ابھی اس کی روح کی بیماری باقی ہے۔ یا اگر کسی مریض کو کسی موذی مرض سے ولی کامل کی درگاہ پر یا کسی زندہ ولی کے قدموں موں حاضری دیکر شفاء کلی مل جاتی ہے تو آپ سوچیں کہ وہ مریض اس واقعہ کو عمر بھر یاد رکھے گا یا بھول جائے گا؟ میرے خیال میں یہ ایسا معاملہ ہے جو بھلایا نہیں جاسکتا کیونکہ ولی کی کرامت اس پر وارد ہوئی ہے جس نے اس کی روح کو بھی شفا دی ہے جب تک اس ولی کی یہ کرامت یا فیض اس شفا

پانے والے آدمی کو یاد رہے گا اس کی روح اس ولی کی معتقد رہے گی اور وہ معصیت سے ضرور بچتی رہے گی لہٰذا میں یہ بات بڑے ٹھوس اور پختہ یقین سے کہوں گا کہ جہاں سے جسمانی بیماریوں کو شفا ہوگی وہاں سے روحانی بیماریاں بھی دور ہونگی

آگئے جب موج میں قطرے سے دریا کر دیا
ڈال دی جس پہ نظر بندے سے مولا کردیا

حضرت قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نے چوروں کو لوگوں کا راہبر بنا دیا اور دنیا کو ان کے قدموں میں جھکا دیا۔ کسی ولی کا فیض دنیاوی زندگی میں تو عام ہوتا ہے اور جب وہ اس مقام سے اگلے مقام میں چلا جاتا ہے۔ آنکھوں سے اوجھل ہوجاتا ہے تو اس کا فیض بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس دنیا کی تقویم اور اگلی دنیا کی تقویم میں بھی بہت فرق ہے اور وہ فیض اسی تقویم کی نسبت سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہاں کا ایک منٹ یہاں کے کئی سال کے برابر ہے

ظفر چشتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ مخلوق خدا کو جگہ جگہ بھٹکنے سے بچایاان کی یہ کتاب بہترین راہنما ثابت ہوگی اور ان کا یہ کارنامہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور آئندہ جس ارادے کااظہار کیا ہے اس نے ان کی شخصیت کو جسمانی اور روحانی دونوں درجات میں ارفع و اعلیٰ مرتبے پر فائز کر دیا ہے احباب کی نظروں میں عزت و وقار بڑھ گیا ہے جن دوستوں نے اس معاملہ میں ان کی مدد اور راہنمائی کی ہے وہ بھی قابل صد ستائش ہیں کتاب چھپوانے اور اس کو خوبصورت بنانے میں بھی انھوں نے بخل سے کام نہیں لیا البتہ ایک دو کتابت کی غلطیاں ہوں گی ۔

ظفر چشتی صاحب کی یہ تصنیف اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہے مگر

موضوع ایسا ہے کہ جس کی ابتدا ہوئی ہے اور یہ سمندر کی مانند ہے اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں شفا خانے ابھی آنکھوں سے اوجھل ہیں جب منظر عام پر آئیں گے تو ایسی کئی جلدیں تیار ہو سکیں گی۔ ظفر چشتی صاحب نے ملت کی نبض ٹٹولی ہے اور دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے آپ نے بھولے بھٹکے ہوؤں کا قبلہ درست کیا ہے میں ظفر چشتی صاحب کی کاوش اور محنت کو سلام کرتا ہوں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظفر صاحب کے کارخیر کے بدلے میں انکے درجات بلند فرمائے ان کی روحانی اور جسمانی قوت میں ترقی ہو اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بھی زیادہ ہمت اور استقامت عطا فرمائے (آمین)

ملت پہ ظفر چشتی نے احسان کیا ہے
دکھ درد میں راحت کا سامان کیا ہے

میں نیاز اس کی کاوشوں کی داد دیتا ہوں
جو اس نے کیا از روئے ایمان کیا ہے